صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے

مرزا محمد علی انجینئر

کے اعتراضات واشکالات کا تحقیقی جائزہ

جلد اول



مؤلف

ہارون بن شبیر احمد حفظہ اللہ

نظرِ ثانی وتقریظ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ

تقریظ

شیخ الحدیث مولانا خالد بن بشیر مرجالوی حفظہ اللہ

دار الوحي
للبحث والتحقيق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے

مرزا محمد علی انجینئر

کے اعتراضات واشکالات کا تحقیقی جائزہ

مؤلف .... ہارون بن شبیر احمد حفظہ اللہ

نظرثانی .... فضیلۃ الشیخ مولانا محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ

جلد .... اول

طبع اول .... مارچ 2026ء

ناشر .... دار الوحی للبحث والتحقیق

دار الوحی للبحث والتحقیق کتاب وسنت کی اشاعت کیلئے کوشاں

گوجرانوالہ پاکستان 923101562040+

فہرست کتاب

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

''سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے زمانے کے لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میری امت کے سب سے افضل لوگ ہیں، اس کے بعد وہ جو ان کے بعد آئیں گے، ان کے بعد وہ لوگ افضل ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔''

(صحیح بخاری:3651، صحیح مسلم:2533)

تقریظات

فضیلۃ الشیخ مولانا خالد بن بشیر مرجالوی حفظہ اللہ

زیر نظر کتاب ''مرزا محمد علی انجینئر کے اعتراضات اور اِشکالات کا تحقیقی جائزہ (حصہ اول)'' محترم ہارون بن شبیر احمد حفظہ اللہ کی تصنیف ہے جسے میں نے چیدہ چیدہ جگہوں سے دیکھا اور اسے مفید پایا ہے، اس سے پہلے بھی کئی علماء کرام اس موضوع پر لکھ چکے ہیں اور انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ واقعی بزعمِ خویش ''مسلم علمی کتابی'' کہلانے والا یہ شخص بدعتی، گستاخِ صحابہ، دشمن علمائے حق اور فکری انحراف کا شکار گمراہ انسان ہے، اس کا مسلک اہلِ سنت و اہل حدیث اور منہج سلف سے کوئی تعلق نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن اس شخص کا وتیرہ ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کا راستہ کھولتا ہے، اور یہ دروازہ بند رکھنا ضروری ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن دین پر طعن کا دروازہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی دین کے ناقل اور اسے آگے پہنچانے والے ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب عوام کے لئے مفید ثابت ہوگی اور وہ اس شخص کی جعل سازیوں کے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

کتبہ:

خالد بن بشیر المرجالوی (عفی عنہما)

(الجامعۃ المحمدیۃ، گوجرانوالہ)

۵ صفر، ۱٤٤۷ھ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ

باطل ہر دور میں نت نئی شکل وصورت میں ظاہر ہوتا رہتا ہے اور اہل حق اس کے چہرے سے نقاب الٹ دیتے ہیں۔عصر حاضر میں مرزا محمد علی جہلمی کا فتنہ بھی ان تاریک فتنوں میں سے ہے جس نے بتدریج سر اٹھایا ہے اور نوجوان نسل کو شکار کیا ہے۔ تحقیق اور آزادی اظہار رائے کی آڑ میں گمراہی پھیلائی اور بغض باطن کا اظہار کیا ہے۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سب سے پہلے مولانا اعجاز ابویحیی نور پوری حفظہ اللہ نے باقاعدہ ویڈیوز کا سلسلہ شروع کیا اور خوب تعاقب فرمایا۔فجزاہ اللہ خیرا

ان کے بعد مولانا عتیق الرحمن علوی حفظہ اللہ نے مرزے کو ترکی بہ ترکی جوابات دینا شروع کیے اور اس کی ضیافت طبع کا خوب اہتمام کیا اور پھر اس کے بعد یہ ویڈیو سازی کا چلن بڑھتا چلا گیا۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ مرزا موصوف کے افکار ونظریات کا تحریری رد بھی لکھا جاتا تا کہ ویڈیوز کی دنیا سے دور رہنے والے افراد بھی اس فتنہ سے آگاہ ہو کر محفوظ ہو جائیں۔اس کام کا بیڑا فاضل نوجوان ہارون احمد حفظہ اللہ نے اٹھایا اور یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے جس نے مرزا کے نظریات کے سبھی تار پود بکھیر دیئے ہیں اور اسی کے مزاج کے مطابق اس کو جواب دیا اور خوب اچھی گرفت کی ہے۔فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیرا

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور مصنف کے لیے توشہ آخرت بنادے۔آمین

مقدمۃ الکتاب

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَمَّا بَعْدُ! فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ ﴾

''اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت لے جانے والے اور وہ لوگ جنہوں نے اچھے طریقے کے ساتھ ان کی پیروی کی (یعنی ان سے بعد میں ایمان لانے والے صحابہ) اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

(سورۃ التوبۃ:100)

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تُو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کرنے کے اثر سے موجود ہے، یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

(سورۃ الفتح:29)

﴿لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾﴾

"لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (سورۃ التوبۃ:88)

﴿لَّقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾﴾

"بلاشبہ اللہ نے نبی اور مہاجرین و انصار پر مہربانی کی، جو کہ تنگ دستی کی

گھڑی میں اس (نبی) کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جاتے، پھر اللہ نے (ان پر رحمت کرتے ہوئے) ان کو بخش دیا، بے شک وہ ان (صحابہ) پر بڑا شفیق اور رحیم ہے۔"

(سورۃ التوبۃ:117)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰﴾

"(اے نبی!) بے شک جو آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پس جس نے عہد توڑا اس نے اپنی جان پر ہی عہد توڑا اور جس نے وہ بات پوری کی جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو عنقریب اللہ اسے اجرِ عظیم سے نوازے گا۔"

(سورۃ الفتح:10)

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۱۸﴾

"البتہ تحقیق اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی، پس اللہ نے جان لیا جو ان (صحابہ) کے دلوں میں تھا، اور اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی، اور انہیں جلد آنے والی فتح عطا فرمائی۔"

(سورۃ الفتح: 18)

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ

الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷﴾

''اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ تو ہدایت والے ہیں۔''

(سورۃ الحجرات:7)

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰﴾

''اور جو ان (صحابہ) کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کینہ نا رکھ، اے ہمارے پروردگار تو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

(سورۃ الحشر:10)

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰﴾

''جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (اور جس نے کرچ اور جہاد فتح مکہ کے بعد کیا) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں

سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا، مگر اللہ نے ان تمام کے ساتھ ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔" (سورۃ الحدید: 10)

یہ تمام قرآنی آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب اور ذکر خیر پر مشتمل ہیں۔ آپ حضراتِ کرام اور مجھ خطا کار کو ہمارے پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہر چیز سے دل و جان سے بڑھ کر محبت، عقیدت اور چاہت ہے، وہ چیز ذی روح ہو یا چاہے بے جان ہی کیوں نا ہو، ہمیں وہ ہر شے سے بڑھ کر عزیز اور پیاری ہے اس نسبت، واسطے اور تعلق کے سبب جو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو وہ ہستیاں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی، آپ سے شریعت کا علم حاصل کر کے آگے پہنچاتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر کافروں کے خلاف جہاد کرتے رہے، بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کیا، قربانیاں دیتے رہے اور جان، مال، ہاتھ، زبان اور ہر طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے بڑی محبت اور شفقت فرماتے، ان کے لیے دعائیں کرتے، انہیں گناہوں سے پاک کرتے، انہیں نوازتے اور عطا کرتے، اور سب سے بڑی بات کہ انہیں جنتوں کی بشارتیں سناتے۔

جس طرح قرآن میں بار بار جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا ذکر خیر موجود ہے اور نا صرف قرآن میں بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی ملتا ہے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ کوئی عام سا مقام و منصب نہیں ہے جو انہیں ایسے ہی مل گیا۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی خاص عطا کے ساتھ ان صحابہ کو اس شرف سے نوازا اور اس پوری امت کے انسانوں میں سے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چُنا، کیوں کہ یہ اس امت کے سب سے بہترین لوگ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔

''سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں پھران کے بعد وہ جو کہ ان سے ملیں گے (یعنی تابعین) اور پھران کے بعد وہ بہترین لوگ ہیں جو ان (تابعین) سے ملیں گے۔''

(صحیح بخاری:3651)

سبحان اللہ! انہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کی طرف دیکھا تو سب سے بہترین دل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پایا تو اسے اپنے لیے چن لیا اور انہیں رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو پایا تو انہیں اپنے نبی کے وزراء بنا دیا جو اسکے دین کی خاطر قتال کرتے ہیں۔''

(مسند احمد:3600)

پھر ایک توجہ طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے فضائل بیان کیے تو یہ قید اور شرط نہیں رکھی کہ وہ جو میرے نبی کے رشتہ دار ہیں یا غیر رشتہ دار ہیں، فلاں اس فضیلت کا مستحق ہے اور فلاں محروم ہے۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی اور صحابہ کہہ کر مراد صرف

ان کو لیا ہے جو اہل بیت میں سے نہیں اور ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہو جو کہ اہل بیت میں سے ہیں؟ ہر گز نہیں! بلکہ اس سے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں ہی مراد ہیں، کیونکہ ہے تو دونوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص ساتھی۔ اور لفظ صحابی کا بھی تو یہی مطلب ہے کہ جو حالت ایمان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ اور وہ اہل بیت بھی ہیں اور صحابہ کرام بھی (رضی اللہ عنہم)۔ لہٰذا کوئی اس وسوسے کا شکار نا ہوجائے کہ ہم ''دفاع صحابہ'' اور ''فضائل صحابہ'' کہہ کر مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر نسبی رشتہ دار لیتے ہیں اہل بیت کو نہیں۔ یہ تفریق ہی قرآنی اسلوب کے سراسر خلاف ہے۔ الحمد للہ! یہ شرف بھی ہمیں ہی حاصل ہے کہ ہم صحابہ و اہل بیت دونوں کی فضیلت اور مقام و مرتبے کو تسلیم کرتے ہیں اور ان دونوں کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار نہیں، کہ ایک کو تو بڑھا چڑھا کر پیش کریں اور دوسرے طبقے کے فضائل کا انکار کریں، یا نعوذ باللہ بغض اور طعن و تشنیع والا ہی کوئی معاملہ کرتے ہیں۔ بلکہ اہل بیت اور صحابہ دونوں ہی ہماری آنکھوں کا نور ہیں، ہمارے سر کا تاج ہیں، یہ تمام ہی ہمارے محترم ہیں، ہم ان سے دل و جان سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، اللہ ہمیں انکی محبت کے ساتھ ہی زندہ رکھے اور ہمارا حشر بھی ان کے ساتھ کرے۔

جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ و اہل بیت کو خاص مقام اور فضیلت سے نوازا ہے تو ظاہری بات ہے ان کا احترام اور ادب بھی خاص ہوگا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

اسْتَوْصُوا بِأَصْحَابِي خَيْرًا۔

''میں تمہیں اپنے صحابہ کے ساتھ خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔''

(مسند احمد: 114)

ایک جگہ الفاظ ہیں:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي۔

''میرے صحابہ کی عزت کرو۔'' (السنن الکبریٰ للنسائی: 9178)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ,قَالَ : كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَبَيْنَ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ، فَسَبَّهُ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مابین کوئی معاملہ تھا تو خالد بن ولید نے عبد الرحمٰن بن عوف کو برا بھلا کہہ دیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ میں سے کسی کو بھی برا بھلا مت کہو! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو وہ ان کے ایک مد غلے یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

(صحیح بخاری: 3673، صحیح مسلم: 6488 واللفظ لہ)

کسی حدیث میں نہیں آیا کہ صرف سابقین الاوّلین یا کبار صحابہ کو برا مت کہو، یا صرف اہل بیت کے متعلق آیا ہو کہ ان میں سے کسی کو بھی برا مت کہو، یا یہ کہا ہو کہ صرف ان صحابہ کو برا بھلا مت کہو جن سے کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہوئی، اگر کسی سے کوئی گناہ اور غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس پر تنقید کر سکتے ہو، اس کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرنا جائز ہے۔ بلکہ حدیث کے الفاظ تو ہیں ''لَا تَسُبُّوا [أَحَدًا] مِنْ أَصْحَابِي'' کہ میرے صحابہ میں سے کسی [ایک کو بھی] برا بھلا مت کہو۔ لہٰذا ہماری بیان کردہ قرآنی آیات اور ان احادیث کا تقاضا ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام سے محبت کریں، ان کا ادب و احترام کریں، ان کا تذکرہ بالخیر کریں، ان کے لیے دعائے رحمت کریں، ان پر زبانِ طعن دراز نا کی جائے اور ان کی گستاخی اور توہین سے بچا جائے۔ اور یہی ہماری دعوت ہے، یہی ہمارا منہج ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

❁ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَنَقَّصَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَوْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

عَلَيْهِمْ غِلٌّ فَلَيْسَ لَهُ حَقٌّ فِي فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ۔

''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک کی شان میں تنقیص کرے، یا اس کے دل میں ان حضرات کے بارے میں بغض ہو تو اس کے لیے مال فے میں کوئی حصہ نہیں۔''

(حلیۃ الاولیاء:6/327)

❁ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

إذا رأيت رجلا يذكر أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوء فاتهمه على الإسلام۔

''جب تم کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کا ذکر برے الفاظ سے کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔''

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی:ص216)

امام ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَذُكِرَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَجْمَعِينَ۔

''میں نے امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ ان تمام پر رحم فرمائے۔'' (السنۃ للخلال:756)

امام ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ وَنَحْنُ بِالْعَسْكَرِ وَقَدْ جَاءَ بَعْضُ رُسُلِ الْخَلِيفَةِ وَهُوَ يَعْقُوبُ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُمَا اللهُ؟ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: مَا أَقُولُ فِيهَا إِلَّا الْحُسْنَى، رَحِمَهُمُ اللهُ أَجْمَعِينَ۔

''امام ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملے کے متعلق کیا رائے ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں تو اس بارے میں صرف خیر کی بات ہی کہتا ہوں! اللہ ان تمام صحابہ پر رحم فرمائے۔'' (السنۃ للخلال: 713)

امام ابوجعفر العقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: لِمَ لَمْ تَكْتُبْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْجَعْدِ؟ فَقَالَ: نَهَانِي أَبِي أَنْ أَذْهَبَ إِلَيْهِ، فَكَانَ يَبْلُغُهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَنَاوَلَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: آپ علی بن الجعد سے روایت کیوں نہیں لکھتے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے ان کے پاس جانے سے منع کیا ہے جب انہیں خبر ملی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے۔''

(الضعفاء للعقیلی: 1225)

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

وَلَا نذكر أحدا من أَصْحَابِ رَسُول الله صلى الله عليه وسلم إِلَّا بِخَيرٍ۔

''اور ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صرف اچھے الفاظ ہی کے ساتھ کرتے ہیں۔'' (الفقہ الاکبر: ص43)

فقہ حنفی کے ترجمان علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عقیدے پر مشتمل کتاب میں لکھتے ہیں:

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ، وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ۔ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ، وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ۔ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ۔

وَحُبُّهُمْ دِينٌ وَإِيمَانٌ وَإِحْسَانٌ، وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَطُغْيَانٌ۔

''اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے محبت رکھتے ہیں، اور ہم ان میں سے کسی ایک کی محبت میں افراط (غلو/حد سے بڑھنے) والا معاملہ نہیں کرتے اور نا ہی ان میں سے کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، اور ہم ان سے بغض رکھنے والوں اور ان کا برائی کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم ان کا ذکر صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرتے ہیں، ان سے محبت رکھنا دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔'' (شرح العقیدۃ الطحاویۃ: 2/689)

❁ امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هَذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذُ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ.......... وَأَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ، وَالْكَفُّ عَنْ مَسَاوِئِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُذْكَرُ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِسُوءٍ، وَلَا يُنْتَقَصُ أَحَدٌ مِنْهُمْ۔

''یہ ائمہ اسلام وسنت کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر سیدنا عمر اور ان کے بعد سیدنا عثمان افضل ہیں رضی اللہ عنہم، اور یہ کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیوب بیان نا کیے جائیں، اور ان میں سے کسی کا برے طریقے کے ساتھ ذکر نا کیا جائے اور نا ہی ان میں سے کسی کی تنقیص کی جائے۔''

(شعار اصحاب الحدیث: 17)

❁ امام ابوبکر بن ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَقُلْ خَيْرَ قَوْلٍ فِي الصَّحَابَةِ كُلِّهِم وَلَا تَكُ طَعَّانًا تَعِيبُ وَتَجْرَحُ

فَقَدْ نَطَقَ الْوَحْیُ الْمُبِینُ بِفَضْلِهِم وَفِي الْفَتْحِ آيٌ فِي الصَّحَابَةِ تَمْدَحُ

''اور تمام صحابہ کے متعلق اچھی بات کہیے، اوران پر طعن کرنے والے، ان کی عیب جوئی کرنے اوران پر جرح کرنے والے مت بنئے۔
وحی الٰہی ان کے فضائل بیان کرتی ہے، اور سورت فتح کی آیات ان صحابہ کی تعریف کرتی ہیں۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

هَذَا قَوْلِي وَقَوْلُ أَبِي وَقَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَوْلُ مَنْ أَدْرَكْنَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَمَنْ لَمْ نُدْرِكْ مِمَّنْ بَلَغَنَا عَنْهُ۔

''یہ میرا، میرے والد (امام ابو داؤد)، اور امام احمد بن حنبل اور ان تمام اہل علم رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے جنہیں میں نے پایا ہے اوران اہل علم کا بھی جنہیں میں نے نہیں پایا۔''

(الشریعۃ للآجری: 2075)

❁ امام ابوالقاسم اسماعیل الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال علماء السلف........ وخير النَّاس بعد رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: أَبُو بكر، ثُمَّ عمر، ثُمَّ عُثْمَان ثُمَّ عَلِيّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم - وهم الْخُلَفَاء الراشدون المهديون، ويترحم على جَمِيع أَصْحَاب النَّبِي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم - وعَلى طَلْحَة، وَالزُّبَيْر، وَعَائِشَة، وعمار ابْن يَاسر، وَعَمْرو بن الْعَاصِ، وَأَصْحَاب الْجمل، وصفين - القاتلين والمقتولين - وَجَمِيع من قعد عَن الْقِتَال مثل: أُسَامَة بن زيد، وَابْن عمر - رَضِي الله عَنْهُمَا - وعَلى جَمِيع الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار. ونشهد أَن مُعَاوِيَة - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - من أهل الْجنَّة۔

''علماء سلف کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عمر، پھر سیدنا عثمان اور اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہم، اور یہ خلفاء راشدین ہیں۔ اور اسلاف کا منہج یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے دعائے رحمت کی جائے، اور سیدنا طلحہ، زبیر، عائشہ، عمار بن یاسر، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے لیے بھی، اور اصحاب جمل وصفین والوں کے لیے بھی اور قاتلین ومقتولین کے لیے بھی، اور ان تمام صحابہ کے لیے بھی کہ جو لڑائی سے الگ رہے جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں، اور تمام مہاجرین وانصار کے لیے بھی رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔''

(الحجۃ فی بیان المحجۃ: 2/281،282)

امام شہاب بن خراش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أدركت من أدركت من صدر هذه الأمة وهم يقولون اذكروا محاسن أصحاب رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ما تأتلف عليه القلوب، ولا تذكروا الذي شجر بينهم فتحرشوا الناس عليهم۔

''میں نے اس امت کے جن ائمہ سے ملاقات کی ہے ان سب کا یہ کہنا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے محاسن بیان کرو تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے محبت پیدا ہو، اور ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کا تذکرہ مت کرو اس سے آپ لوگوں کو ان سے متنفر کر دیں گے۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 5/53)

امام عبدالرحمٰن بن ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أُصُولِ الدِّينِ ،وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ ،وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذَلِكَ ،فَقَالَا: أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ :الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ ،يَزِيدُ وَيَنْقُصُ ، وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ بِجَمِيعِ جِهَاتِهِ ، وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَخَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ، ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ، وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ ، وَأَنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِينَ سَمَّاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلَى مَا شَهِدَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ ، وَالتَّرَحُّمُ عَلَى جَمِيعِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

”میں نے اپنے والد (امام محمد بن ادریس ابو حاتم الرازی) اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہا اللہ سے اصول الدین کے حوالے سے ائمہ اہل سنت کے موقف کے متعلق پوچھا، جس پر انہوں نے تمام شہروں کے علماء کو پایا ہے، تو ان دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہم نے حجاز، عراق، شام، یمن اور تمام شہروں کے علماء کو پایا ہے، ان کا مذہب یہ تھا کہ: ایمان قول وفعل کا نام ہے اور ایمان بڑھتا اور کبھی کم بھی ہوتا ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے کسی بھی جہت سے مخلوق نہیں، اور اچھی اور بری تقدیر دونوں اللہ عزوجل کی طرف سے ہی ہیں، اور نبی علیہ السلام کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت کی سب سے افضل ہستی ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور پھر

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، علیہم السلام! اور یہ خلفاء راشدین ہیں، اور وہ دس صحابہ جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہے وہ جنتی ہیں اور آپ علیہ السلام کا فرمان حق ہے، اور تمام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور ان کے باہمی تنازعات میں بالکل خاموشی اختیار کی جائے۔"

(شرح اصول اعتقاد: 1 / 197، رسالہ: اصل السنۃ واعتقاد الدین)

اہل سنت سے مراد موجودہ دور میں خود کو اہل سنت کہلوانے والا گروہ نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے منہج سے مراد اسلاف امت اور ائمہ ومحدثین کا منہج ہے۔

❁ امام ابوعثمان اسماعیل صابونی رحمۃ اللہ علیہ:

ويرون الكف عما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، وتطهير الألسنة عن ذكر ما يتضمن عيباً لهم ونقصاً فيهم، ويرون الترحم على جميعهم والموالاة لكافتهم۔

"اور سلف صالحین کہتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ کے حوالے سے خاموش رہا جائے، اور ایسی باتوں سے اپنی زبانوں کو پاک رکھا جائے کہ جن سے ان صحابہ پر عیب اور تنقیص لازم آتی ہے، اور تمام صحابہ کے لیے دعائے رحمت کی جائے اور ان سب کو دوست رکھا جائے۔"

(عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث: ص 93)

❁ "الاعتقاد القادري" بھی ائمہ اہل سنت کے عقائد پر مشتمل ایک عمدہ رسالہ ہے، اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

ويجب أن يحب الصحابة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم ونعلم أنهم خير الخلق بعد رسول الله صلى

الله عليه وسلم وأن خيرهم كلهم وأفضلهم بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی بْن أَبی طالب رضی الله عنهم ويشهد للعشرة بالجنة ويترحم على أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن سب سيدتنا عائشة رضى الله عنها فلا حظ له فی الإسلام ولا يقول فی معاوية رضى الله عنه إلا خيرا ولا يدخل فی شیء شجر بينهم ويترحم على جماعتهم۔

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ سے محبت رکھنا واجب ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کا سب سے افضل طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جانتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان اور اس کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ دس صحابہ کرام کے متعلق جنت کی گواہی دینی چاہیے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے لیے رحمت کی دعا کی جائے، اور جس نے ہماری امی جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خیر کے سوا کچھ نا کہا جائے، اور ان صحابہ کے باہمی اختلافات میں دخل نہیں دینا چاہیے، اور ان تمام کے لیے رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔''

(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: 15/281)

❁ امام ابو عبداللہ ابن ابی زَمَنِین رحمۃ اللہ علیہ:

وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنْ يَعْتَقِدَ الْمَرْءُ الْمَحَبَّةَ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْ يَنْشُرَ مَحَاسِنَهُمْ وَفَضَائِلَهُمْ،

وَيُمْسِكَ عَنِ الْخَوْضِ فِيمَا دَارَ بَيْنَهُمْ۔

''اہل سنت کا منہج ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت رکھی جائے، اور ان کے فضائل ومحاسن بیان کیے جائیں، اور ان کے آپس کے معاملات میں خاموشی اختیار کی جائے۔''

(اصول السنۃ: ص263)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وكل من يشتم عُثْمَان أَو طَلْحَة أَو أحدا من أَصْحَاب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم دجال لَا يكْتب عَنهُ وَعَلِيهِ لعنة الله وَالْمَلَائِكَة وَالنَّاس أَجْمَعِينَ۔

''ہر وہ شخص جو سیدنا عثمان، طلحہ یا کسی بھی صحابی کو گالی دے تو وہ دجال ہے اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی اور اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: 2670)

❁ امام ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ:

وكل الصحابة أئمة مأمونون غير متهمين في الدين، وقد أثنى الله ورسوله على جميعهم، وتعبدنا بتوقيرهم وتعظيمهم وموالاتهم، والتبري من كل من ينقص أحدا منهم رضي الله عنهم أجمعين۔

''تمام کے تمام صحابہ ہی امام اور مامون (امت کے لئے امن کا باعث) ہیں، دین کے معاملے میں بالکل قابل اعتماد شخصیات ہیں، اللہ اور اس کے رسول نے ان تمام کی تعریف کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی تعظیم کریں اور ان سے محبت رکھیں اور ہر اس شخص سے برأت کا اعلان کریں جو

ان صحابہ میں سے کسی ایک کے بھی تنقیص کرے، رضی اللہ عنہم۔"

(الابانۃ عن أصول الدیانۃ: 1/260)

امام عبیداللہ بن سعید السجزی رحمۃ اللہ علیہ:

وكل من تنقص عثمان أو علياً وعائشة ومعاوية وأبا موسى وعمرو بن العاص رضى الله عنهم فهو خارجي ومن تنقص بعضهم ولم يتنقص عثمان وعلياً فهو ضال على أي مذهب كان۔

"جو شخص بھی سیدنا عثمان یا علی، عائشہ، معاویہ، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرے تو وہ خارجی ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کی گستاخی کرے اور سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی توہین نا کرے تو وہ بھی گمراہ ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔"

(رسالۃ السجزي إلی أهل زبید: ص335، 336)

امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات:

أُمِرْنَا بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَالتَّرَحُّمِ عَلَيْهِمْ وَالْمَحَبَّةِ لَهُمْ وَالِاتِّبَاعِ لَهُمْ ، دَلَّ عَلَى ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَقَوْلُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ.......مَنْ جَاءَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَطْعَنَ فِي بَعْضِهِمْ وَيَهْوَى بَعْضَهُمْ وَيَذُمَّ بَعْضًا وَيَمْدَحَ بَعْضًا فَهَذَا رَجُلٌ طَالِبُ فِتْنَةٍ وَفِي الْفِتْنَةِ وَقَعَ؛ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ مَحَبَّةُ الْجَمِيعِ وَالِاسْتِغْفَارُ لِلْجَمِيعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَنَفَعَنَا بِحُبِّهِمْ۔

"ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا اور ان سے محبت کرنے اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس پر کتاب وسنت اور

ائمہ مسلمین کے اقوال دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بعض پر طعن کرے اور بعض کی تعریف کرے، بعض کی مذمت کرے اور کچھ کی مدح کرے پس ایسا شخص فتنہ پرور ہے، کیونکہ اس پر تو ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت واجب تھی، اور تمام کے لیے دعائے استغفار کرنا بھی، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کی محبت کے ذریعے مستفید کرے۔''

(الشریعۃ للآجری: 5/2485)

اور فرمایا:

لَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ مَنْ أَصْبَحَ وَأَمْسَى وَفِي قَلْبِهِ بُغْضٌ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَوْ لِأَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَنَفَعَنَا بِحُبِّهِمْ۔

''یقیناً ایسا شخص ذلیل و رسوا ہوا جس نے صبح اور رات اس حال میں کی کہ اس کے دل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کے لیے بھی بغض ہو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی کے لیے بغض ہو۔ اللہ ان تمام ہستیوں سے راضی ہو اور ہمیں ان کی محبت کے ذریعے فائدہ بخشے۔ (الشریعۃ للآجری:1909)

❁ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین:

وسب أصحاب النبی علیه السلام وتنقصهم أو أحد منهم من الکبائر المحرمة۔

''اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو برا بھلا کہنا، یا ان کی گستاخی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

(اکمال المعلم: 7/580)

مزید فرمایا:

وَسَبّ آل بَيْتِه وَأَزْوَاجِه وَأَصْحَابِه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم وَتَنقّصُهُم حَرَام مَلْعُون فاعِلُه۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت یا آپ علیہ السلام کی بیویوں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو برا کہنا یا ان کی توہین کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔'' (الشفاء:2/307)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وَمِن توقِيرِه وَبِرّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم تَوْقِير أَصْحَابِه وَبِرُّهُم وَمَعْرِفَة حَقّهِم وَالاقْتِدَاء بِهِم وَحُسْن الثَّنَاء عَلَيْهِم وَالاسْتِغْفَار لَهُم وَالإِمْسَاك عَمَّا شَجَر بَيْنَهُم وَمُعَادَاة من عَادَاهُم وَالإِضْرَاب عَن أَخْبَار المُؤَرّخِين وَجَهَلَة الرُّوَاة وَضُلّال الشّيعَة وَالمُبْتَدِعِين القَادِحَة فِي أحد مِنْهُم وَأن يُلْتَمَس لَهُم فِيمَا نُقِل عَنْهُم من مِثْل ذَلِك فِيمَا كَان بَيْنَهُم مِن الفِتَن أَحْسَن التَّأْوِيلات وَيُخَرّج لَهُم أَصْوَب المَخَارِج إِذ هُم أَهْل ذَلِك وَلَا يُذْكَر أحد مِنْهُم بِسُوء وَلَا يُغْمَص عَلَيْه أَمْر بل نذكر حَسَنَاتِهِم وَفَضَائِلَهُم وَحَمِيد سِيَرِهِم وَيُسْكَت عَمَّا وَرَاء ذَلِك۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا احترام کیا جائے اور ان کے معاملے میں اچھا رویہ رکھا جائے، ان کے حق کو پہچانا جائے، ان کی پیروی کی جائے، ان کی اچھی تعریف کی جائے، اور ان کے لیے مغفرت طلب کرنی چاہیے، اور مشاجرات صحابہ کے حوالے سے خاموش رہا جائے، اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔

مؤرخین، جاہل راویوں اور گمراہ قسم کے شیعہ اور بدعتیوں کی روایات سے اعراض کرنا چاہیے کہ جن سے ان صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی حرف آتا ہے۔ اور فتنے کے دور کی جو روایات ان کے باہمی تنازعات کو بیان کرتی ہیں ان کی بہتر اور جائز تاویلات بیان کی جائیں اور ان کا بھرپور دفاع کیا جائے کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کا بھی برائی سے ذکر نا کیا جائے اور نا کسی معاملے میں ان پر عیب لگایا جائے، بلکہ ہمیں ان کے فضائل، حسنات اور نیک سیرت بیان کرنی چاہیے اور اس کے علاوہ خاموش رہنا چاہیے۔" (الشفاء:2/52)

❁ امام ابوزکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ إِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَتَأْوِيلُ قِتَالِهِمْ وَأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ لَمْ يَقْصِدُوا مَعْصِيَةً ولامحض الدُّنْيَا بَلِ اعْتَقَدَ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّهُ الْمُحِقُّ وَمُخَالِفُهُ بَاغٍ........

"اہل سنت کا مذہب اور حق بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن ظن رکھا جائے، اور جو ان کے مابین لڑائیاں ہوئیں اس معاملے میں بالکل خاموشی اختیار کرنی چاہیے، وہ مجتہدین تھے، ان کا مقصد گناہ اور دنیاوی مال و متاع حاصل کرنا بالکل نا تھا، بلکہ ہر گروہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور مخالف باغی ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم:18/11)

اور فرمایا:

وَاعْلَمْ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَرَامٌ مِنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ۔

''اور جان لو کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا سخت حرام ہے۔''

(شرح النووی:16/93)

❁ علامہ شمس الدین القرطبی رحمۃ اللہ علیہ:

فَمَنْ نَقَّصَ وَاحِدًا مِنْهُمْ أَوْ طَعَنَ عَلَيْهِ فِي رِوَايَتِهِ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَأَبْطَلَ شَرَائِعَ الْمُسْلِمِينَ۔

''جس نے ان صحابہ میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کی، یا روایت کے معاملے میں اسے مطعون کیا پس تحقیق اس نے اللہ رب العالمین پر رد کیا اور مسلمانوں کے شرعی احکام کو باطل ٹھہرایا۔''

(تفسیر القرطبی:16/297)

❁ امام ابو محمد ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ:

ومن السنة تولى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبتهم وذكر محاسنهم، والترحم عليهم، والاستغفار لهم والكف عن ذكر مساوئهم وما شجر بينهم. واعتقاد فضلهم ومعرفة سابقتهم۔

''یہ بھی سنت میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دوست رکھا جائے، ان سے محبت کی جائے، ان کے محاسن بیان کیے جائیں، اور ان کے لیے رحمت اور استغفار کی دعا کی جائے، ان کے عیوب اور باہمی تنازعات کو بیان نا کیا جائے، اور ان کی فضیلت، معرفت اور اسلام میں ان کی سبقت کا عقیدہ رکھا جائے۔''

(لمعۃ الاعتقاد: ص39)

❁ امام شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أمّا من تعرّض إلى أحد من الصحابة بسب فهو شيعي غال

نبرأ منه، ومن تعرض لأبي بكر وعمر فهو رافضي خبيث حمار۔

''جو کسی ایک بھی صحابی کو برا کہے تو وہ غالی شیعہ ہے، ہم اس سے بری ہیں، اور جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درپے ہوا تو وہ خبیث رافضی ہے، گدھا ہے۔''

(تاریخ الاسلام:5/146)

اور ایک جگہ فرمایا:

بَلْ سَبِيْلُنَا أَنْ نَستغفِرَ لِلْكُلِّ، وَنُحِبُّهُم، وَنَكُفَّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُم۔

''بلکہ ہمارا منہج یہ ہے کہ تمام صحابہ کے لیے بخشش کی دعا کی جائے، اور ان تمام سے محبت رکھی جائے، اور ان کے باہمی اختلافات کے معاملے میں خاموش رہا جائے۔'' (سیر اعلام النبلاء:7/370)

نیز فرمایا:

من ذم أَصْحَاب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِشَيْء وتتبع عثراتهم وَذكر عَيبا وأضافه إِلَيْهِم كَانَ منافقاً۔

''جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہے، اور ان کی لغزشوں کے پیچھے پڑے، اور ان کی عیب جوئی کرے تو وہ منافق ہے۔'' (الکبائر:ص238، 239)

❁ امام احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

وَمِنْ أُصُولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ: سَلَامَةُ قُلُوبِهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ اپنے دلوں اور زبانوں کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پاک رکھا جائے۔''

(مجموع الفتاوی:3/152)

اور فرمایا:

وهذا مما لا نعلم فيه خلافا بين أهل الفقه والعلم من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم والتابعين لهم بإحسان وسائر أهل السنة والجماعة فإنهم مجمعون على أن الواجب الثناء عليهم والاستغفار لهم والترحم عليهم والترضي عنهم واعتقاد محبتهم وموالاتهم وعقوبة من أساء فيهم القول۔

''ہم اس معاملے میں صحابہ و تابعین میں سے اہل العلم والفقہ اور تمام اہل سنت والجماعت کا کوئی اختلاف نہیں جانتے، ان سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی جائے اور ان کے لیے استغفار اور رحمت کی دعا طلب کرنی چاہیے، اور ان سے راضی رہنا چاہیے، ان سے محبت اور دوستی کا عقیدہ رکھنا چاہیے، اور ایسے شخص کو جو ان کے متعلق برا نظریہ رکھتا ہو سزا دینی چاہیے۔'' (الصارم المسلول: ص 578)

❁ علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

واعتقاد أهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم۔

''اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ کیا جائے، ان کی تعریف کی جائے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی ہے۔'' (احیاء العلوم: 1/115)

❁ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم، والإمساك عن مساوئهم، وإظهار فضائلهم ومحاسنهم۔

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی تنازعات کے معاملے میں اور ان کے عیوب اور غلطیوں کے حوالے سے خاموش رہنے کے وجوب پر اہل سنت کا اتفاق ہے، اور ان کے فضائل ومحاسن بیان کرنے پر بھی۔''

(غنیۃ الطالبین:1/163)

امام احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ وَقَدْ عَفَا اللهُ تَعَالَى عَنِ الْمُخْطِئِ فِي الْاِجْتِهَادِ بَلْ ثَبَتَ أَنَّهُ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَاحِدًا وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ۔

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی تنازعات کو لے کر ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرنے کی ممانعت پر اہل السنہ کا اجماع ہے، اگرچہ کوئی ان میں سے ایک فریق کو حق پر جانتا ہو (پھر بھی فریق ثانی پر طعن کرنا ناجائز ہے) کیونکہ وہ اجتہاد کرتے ہوئے لڑے تھے (کہ میں حق پر ہوں اور مخالف غلط ہے)، اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اجتہادی معاملے میں غلطی کرنے والے کو معاف کر دیا ہے بلکہ اسے ایک اجر کا مستحق رکھا ہے اور درستگی کو پہنچنے والے کو دوہرے اجر سے نوازا ہے۔''

(فتح الباری:13/34)

علامہ ابن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ:

اعْلَم أَن الَّذِي أجمع عَلَيْهِ أهل السّنة وَالْجَمَاعَة أَنه يجب على كل أحد تَزْكِيَة جَمِيع الصَّحَابَة بِإِثْبَات الْعَدَالَة لَهُم والكف عَن الطعْن فيهم وَالثنَاء عيلهم۔

''جان لو کہ جس بات پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص پر تمام صحابہ کا تزکیہ واجب ہے، اور یہ کہ ان پر طعن کرنے سے رکے رہنا چاہیے اور ان کی تعریف کرنی چاہیے۔''

(الصواعق المحرقۃ: 2/603)

❁ علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأجمع أهل السنة على السكوت عما شجر بين الصحابة رضى الله عنهم. ولا يقال فيهم إلا الحسنى. فمن تكلم فى معاوية أو غيره من الصحابة فقد خرج عن الإجماع۔

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ مشاجرات صحابہ میں خاموش رہنا چاہیے، ان کے بارے میں صرف اچھی بات کہنی چاہیے۔ پس جو شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کے خلاف بولا وہ اجماع سے خارج ہے۔''

(مختصر سیرۃ الرسول: ص 317)

یہ تو ہے سلف صالحین اور اہل سنت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق مؤقف اور اتفاقی منہج۔ لیکن دوسری طرف صحابہ پر طعن و تشنیع کرنے والے اور ان سے بغض رکھنے والے دو قسم کے گروہ ہیں ''روافض'' اور ''نواصب''۔ روافض اہل بیت کی آڑ میں ابوبکر و عمر اور عثمان سمیت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے ہیں بلکہ انہیں منافق، کافر اور مرتد تک بھی کہتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ناصبی حضرات اہل بیت یا ان میں سے بعض سے بغض رکھتے اور ان پر اعتراضات کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں فرقے ہی پرلے درجے کے گمراہ اور بدبخت ہیں اور قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔ اور بعض لوگوں کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو اہل سنت تو کہتے ہیں اور بظاہر ان دونوں گروہوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور خود کو محب صحابہ قرار دیتے ہیں، اور وہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں صحابہ پر تنقید نہیں کرتے بلکہ کچھ چیزوں کو پکڑ

کر بعض صحابہ پر اعتراضات کرتے اور ڈھکے چھپے الفاظ کے ساتھ ان پر تنقید کیے جاتے ہیں۔ان میں سے بعض صحابہ کو غلط ثابت کرنے کے لیے کچھ واقعات اور روایات کا سہارا لیتے ہیں، انہیں اپنا معنی و مفہوم پہناتے اور ان کی نشر و اشاعت کر کے ان مخصوص صحابہ کرام پر زبان درازی اور توہین کی راہیں ہموار کرتے ہیں، اس سے وہ صحابہ کے متعلق برا تاثر عام کرتے، لوگوں کو ان سے متنفر اور بدظن کرتے اور ان صحابہ کے حوالے سے عوام الناس کے دلوں کو میلا کرتے ہیں۔دور حاضر میں اس قسم کے لوگوں میں سے ایک نمایاں شخصیت "**انجینئر محمد علی مرزا**" ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے آپ سلف صالحین اور ائمہ دین کے منہج سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں۔ پیچھے ہم نے ائمہ اسلام کے جتنے بھی اقوال ذکر کیے ہیں آپ ان سب کے منکر اور مخالف ہیں۔ بظاہر نام تو آپ بخاری و مسلم اور اہل سنت کی کتابوں کا لیتے ہیں،لیکن حقیقت میں آپ انہی ائمہ کے طریقے اور ان کی تعلیمات سے منحرف ہیں۔

آپ کوئی مستند اور معتبر علمی شخصیت نہیں، ان کا شعبہ انجینئرنگ ہے اور انہوں نے باقاعدہ کسی دینی ادارے سے تعلیم حاصل نہیں کی، نیز ان کا دعویٰ ہے کہ یہ کسی بھی مذہبی جماعت اور مسلک سے تعلق نہیں رکھتے۔موصوف شروع سے بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور تقریباً تیس سال بریلوی رہے، پھر کچھ عرصہ دیو بندی رہے، پھر تحقیق کرتے کرتے انہیں احساس ہوا کہ اہل حدیث کی دعوت اور منہج ہی حق پر ہے اور آج تک آپ واضح الفاظ میں یہ کہتے آرہے ہیں کہ اہل حدیث کا منہج سو فیصد درست ہے۔ ٹھوکر انہیں یہاں پر لگی کہ یہ اہل حدیث کو بھی ایک فرقہ سمجھتے تھے (جبکہ قرآن و حدیث میں تو فرقوں میں بٹنے کی ممانعت آئی ہے)، لہٰذا انہوں نے خود کو اہل حدیث کہلوانا بھی ختم کر دیا۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث کوئی فرقہ بالکل بھی نہیں ہے، اس تفصیل کا یہ محل تو نہیں لیکن اتنا ضرور کہتے چلیں کہ ایک طرف آپ خود ہی اہل حدیث کے منہج کو سو فیصد درست قرار دیتے ہیں تو اگر اہل حدیث بذات خود ایک فرقہ ہے تو ان کا منہج سو فیصد

درست کیسے ہوا؟ اس سے تو ان کے منہج میں نقص واقع ہونا چاہیے تھا۔

ہمیں انجینئر صاحب سے کئی معاملات میں اختلاف ہے، لیکن ایک بنیادی اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہستیوں کو لے کر ہے۔ یہ حق گوئی کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزامات لگاتے اور ان کے متعلق زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ اہل حدیث کی تحریرات اور ویڈیوز اس بات پر شاھد ہیں کہ ان کے اعتراضات اور گستاخیوں کا اگر سب سے بہترین، مدلل اور کافی وشافی جواب اگر کسی نے انہیں دیا ہے تو وہ اہل حدیث ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انجینئر صاحب اہل حدیث کے سخت خلاف ہیں، انہیں برا بھلا کہتے ہیں اور مزید دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے انہیں ناصبی ناصبی کہتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث سب سے پہلے ناصبیت کے مخالف ہیں، اور ان سے براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہمارا صحابہ کرام واہل بیت کے حوالے سے وہی منہج ہے جو قرآن وحدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کے فضائل ومحاسن بیان کیے جائیں، ان میں سے کسی ایک کی بھی گستاخی اور توہین نا کی جائے، ان کی غلطیاں اپنی جگہ لیکن ان میں سے کسی کی غلطی کو لے کر ان پر تنقید ہرگز نا کی جائے اور نا ہی ان پر جھوٹے الزامات لگائے جائیں، بس ہمارا یہی قصور ہے! حالانکہ یہی محدثین کا اجماعی اور اتفاقی منہج رہا ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کا اہل حق کو ناصبی (اہل بیت کے دشمن) کہنا تو یہ ان کی عادتِ بد ہے کہ یہ اہل بیت کے دفاع کا نام لے کر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اور جو ان کا علمی رد کرتے ہیں انہیں یہ ناصبی ہونے کے طعنے دیتے ہیں، امام ابوزرعہ الرازی اور امام ابوحاتم الرازی رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام اہل علم کو اس بات پر متفق پایا ہے کہ:

وَعَلَامَةُ الرَّافِضَةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ السُّنَّةِ نَاصِبَةً۔

''رافضیوں (صحابہ کے دشمنوں) کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو ناصبی

کہتے ہیں۔'' (شرح اصول اعتقاد: 1/ 197، رسالہ: اصل السنۃ واعتقاد الدین)

علامہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رافضیوں کی یہ علامت ذکر کی ہے کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اہل الحدیث کو ناصبی کہتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین: 1:166)

یاد رہے مرزا صاحب نے کئی مقامات پر محدثین کو بھی ناصبی قرار دے رکھا ہے اور جس چیز کو انجینئر صاحب آج ناصبیت کہتے ہیں اس حساب سے یہ خود بھی ناصبی رہ چکے ہیں۔ انجینئر صاحب پہلے پہل اس طرح بالکل نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کا منہج اہل سنت اور محدثین کے اتفاقی منہج ہی کے موافق تھا، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کی تعظیم اور ان کا احترام کرتے، تمام کا تذکرہ بالخیر کرتے، ان تمام سے محبت کے دعوے دار تھے، اور ان کی گستاخی اور توہین سے گریز کرتے، بلکہ ہر ایسی بات سے بچتے جو ان کے خلاف غلط تاثر پیدا کر سکے۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا لحاظ کرتے، ان کے نام کے ساتھ "سیدنا" لگاتے، ان کے فضائل ومحاسن کا اقرار کرتے، اور قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر جو صحابہ کے مابین اختلاف واقع ہوا اسے مبنی بر اجتہاد ہی قرار دیتے جو کہ اسلاف امت، تمام ائمہ ومحدثین، فقہاء اور مؤرخین کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے باقاعدہ ایک رسالہ ''رافضیت، ناصبیت اور یزیدیت کا تحقیقی جائزہ'' بھی تحریر فرمایا تھا جس کی تعلیمات سے آج یہ خود منحرف ہیں، آپ نے اس مقالے کا پہلا عنوان ہی یہ قائم کیا کہ:

رافضیت کا رد: اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ قابل احترام ہیں۔''

اور اپنی اسی تحریر میں یہ لکھا کہ:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطی اجتہادی تھی۔''

نیز اپنی قدیم ویڈیوز میں معروف اصطلاح ''پنج تن پاک'' کے بیان میں یہ بھی کہا کرتے کہ صرف یہی نہیں بلکہ تمام صحابہ ہی پاک ہیں۔

(مسئلہ نمبر:66،دورانیہ-10:50)

لیکن جب انجینئر صاحب نے اپنے قدم جما لیے اور لوگوں کو اپنے قریب کر لیا تو آہستہ آہستہ یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اپنے خبث باطن کا اظہار اور ان پر زبان درازی کرنے لگے۔ کبھی کہتے ہیں مجھے پہلے ان حقائق کا علم نہیں تھا، تو کبھی یہ بہانہ بناتے ہیں کہ مجھے ان باتوں کا علم تو تھا لیکن مصلحت کے تحت کھل کر بیان نہیں کرتا تھا۔ جو مرزا صاحب کے اس فریب، مکاری اور دوغلی پالیسیوں کو سمجھ گیا وہ کبھی بھی ان کے جھانسے میں نہیں آسکتا۔ دھوکے باز اور جھوٹے انسان کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ پہلے کچھ کہتا ہے بعد میں کچھ، ایک جگہ اس کا بیان اور ہوتا ہے اور دوسری جگہ اور، اس کتاب میں آپ کو انجینئر صاحب کی اسی قسم کی تضاد بیانیوں کی کئی ایک مثالیں دیکھنے کو ملیں گی۔

کوئی بھی گستاخ یہ نہیں کہتا کہ میں گستاخ ہوں، ابوبکر و عمر و عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر، فاسق، بدعتی اور مرتد کہنے والے بھی یہ بالکل نہیں کہتے کہ ہم ان ہستیوں کی توہین کر رہے ہیں بلکہ وہ بھی بہانے بازی کے ساتھ اور باتیں گھماتے ہوئے اپنے باطل نظریات اور گندے مقاصد کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ہر دھوکے باز اور فتنہ پرور انسان اپنی باتوں کے جادو اور لفظوں کے جال میں پھنساتا ہے، سبز باغ دکھاتا ہے، اچھی اچھی باتیں کرتا ہے، خود کو مصلح باور کراتا ہے۔ مرزا انجینئر صاحب صحابہ پر اعتراضات کرنے اور ان پر تنقید کے دروازے کھولنے کے لیے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہوئے ایک بہانہ یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ میں کوئی گستاخی اور طعن نہیں کرتا بلکہ میں تو صرف ان کی غلطی ہی بیان کرتا ہوں، یہ کسی پر تنقید کرنا تو نہیں کہلاتا، قرآن بھی تو انبیاء کی غلطیوں کا ذکر کرتا ہے۔

دیکھیں! صحابہ بھی انسان تھے ان سے بھی خطائیں سرزد ہوئیں، ہم ان کی غلطیوں کا جھوٹا دفاع بالکل نہیں کرتے نا ہی باطل تاویلات کرتے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ بات غلطی بیان کرنے کی نہیں بلکہ غلطی بیان کرنے کے نام پر غلط بیانی اور الزام

تراشی کی ہے، اوراس کی آڑ میں ان صحابہ پر طعن وتشنیع کرنے کی ہے۔ جسے یہ غلطی بنا کر پیش کر رہے ہوتے ہیں بات ویسی ہوتی ہی نہیں، بلکہ روایت اور حوالے میں اپنی تحریفات کے ذریعے قصے میں رنگ بھرے جاتے ہیں، بات کو کچھ کا کچھ بنا دیا جاتا ہے۔ یا سیاق وسباق اور پس منظر سے ہٹ کر بات کی جاتی ہے، اوراس حوالے سے تمام مثبت پہلوؤں کو چھپایا جاتا ہے۔ اور روافض بھی بالکل اسی طرح کسی روایت اور حوالے کو پکڑ کر غلط رزلٹ نکالتے ہیں، مرزا انجینئر صاحب حسن اللہیاری کے متعلق کہتے ہیں:

''مثلاً آج کل ایک غالی رافضی باہر کے ملک میں بیٹھ کے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح بخاری سے کچھ باتیں بیان کر رہا ہے، وہ باتیں تو ٹھیک بیان کر رہا ہے (لیکن) اس کے بعد جو رزلٹ نکال رہا ہے وہ غلط ہے۔''

Hazrat USMAN SHAHEED kewn hoay? Issues in KHELAFAT Vs Fazail - 25:03

''باتیں ٹھیک کر رہا ہے'' حالانکہ اس رافضی کی پہلی اور آخری بات یہ ہوتی ہے کہ ابوبکر وعمر کافر ہیں انہیں مسلمان ثابت کر کے دکھاؤ۔ یہ ہے مرزا صاحب کی حق گوئی، صحابہ کی غلطیاں بیان کریں گے حق گوئی کہہ کر، محدثین پر کیچڑ اچھالیں گے حق گوئی کے نام پر، reply to فلاں اور reply to فلاں کے نام سے ان کی سینکڑوں ویڈیوز موجود ہیں لیکن ان کے official چینل پر دیکھیں کہیں اس رافضی کے جواب میں باقاعدہ کوئی ایک ویڈیو بھی ملتی ہے؟ جواب دینے کی بجائے ان کی تائید کی جاتی ہے کہ جی باتیں تو ٹھیک کرتے ہیں۔ اور رہا روایات سے غلط رزلٹ نکالنا، تو بھائی آپ اور کیا کر رہے ہیں؟ آپ بھی تو ان کی طرح روایات میں ضربیں تقسیمیں لگا کر غلط رزلٹ نکالتے ہیں اور صحابہ کے خلاف غلط تاثر عام کرتے ہیں۔ بلکہ آپ تو ان سے بھی زیادہ ماہر انسان ہیں، خود یہ ایک جگہ اپنے اس روایتی ہنر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس طرح سے اگر جھوٹی سٹوری بنانی ہو تو میں بڑی فٹ قسم کی سٹوری بنا

کر ایک فلم بنا سکتا ہوں۔"

Masla 157, part 2 - 52:20

یہ تو بات بنا سکتا ہوں پر کر رہے ہیں لیکن ہم ثابت کریں گے کہ یہ سٹوریاں بنا کر فلمیں بناتے بھی ہیں۔ روایت کو آگے رکھ کر اس میں اپنی طرف سے باتیں گھسیڑتے ہیں، یا کبھی کہیں سے ایک بات پکڑ کر کسی روایت کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ یا پھر سرے ہی سے ان کے بیان کردہ حوالے میں ایسی کوئی بات ہوتی ہی نہیں جو یہ اس روایت کا نام لے کر بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ یا بعض دفعہ بغیر کسی دلیل اور ریفرنس کے کسی صحابی کے خلاف مدعا کھڑا کیا گیا ہوتا ہے، یا پھر ان صحابہ کے متعلق منفی تاثر عام کرنے کے لیے جھوٹی، من گھڑت، جعلی اور ضعیف قسم کی روایات کو مزے لے لے کر بیان کیا جاتا ہے جو کہ خود ان کے اپنے بیان کردہ اصولوں کے مطابق جعلی اور ضعیف ہوتی ہیں۔

اگر کوئی غلطی واقعی ان سے ثابت ہوتی بھی ہے تو یہ کہنا سو فیصد جھوٹ ہے کہ میں صرف غلطی بیان کرتا ہوں، ان صحابہ سے بغض نہیں رکھتا اور نا ہی گستاخی والا کوئی معاملہ ہے۔ مرزا صاحب سمیت تمام گستاخ صحابہ یہی بہانہ بنا کر اپنی دکان چلاتے ہیں لیکن حقیقت میں مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور تذلیل کرنا اور ان پر تنقید کرنا ہی ہوتا ہے۔ مرزا صاحب صرف ان صحابہ کی غلطی بیان نہیں کرتے بلکہ اس کی آڑ میں آپ رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں، ان کے متعلق سخت نازیبا اور توہین آمیز جملے کہتے ہیں۔ کیا قرآن کے غلطی بیان کرنے کا یہی اسلوب اور انداز ہے جو انجینئر صاحب روافض کی ہمنوائی میں اختیار کیے ہوئے ہیں؟

پھر ایک دھوکا یہ بھی دیتے ہیں کہ چور سے پہلے چور کی ماں کو مارو۔ یعنی کہ میں تو بخاری و مسلم اور دیگر کتب ہی سے بیان کرتا ہوں جو روایات اہل سنت کے ائمہ نے نقل کی ہیں، تو جب یہ محدثین غلط نہیں تو میں ان کی نقل کردہ روایات کو بیان کرنے سے غلط کیسے؟ تو اس کا جواب بھی وہی ہے کہ ان محدثین کی کتب میں وہ روایات اس طرح

بالکل نہیں ہوتیں جیسا کہ آپ ان سے تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو صاحب کتاب کا کسی روایت کو لے کر ایک مثبت فہم ہوتا ہے لیکن جو معنی آپ اس سے کشید کر رہے ہوتے ہیں وہ بالکل اس فہم کے برعکس ہوتا ہے، اور بعض اوقات روایت ہی ضعیف ہوتی ہے۔لہٰذا آپ کا خود کو چور کہنا تو درست ہے لیکن ان محدثین کو چور کی ماں قرار دینا باطل ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اہل سنت کی کسی بھی کتاب سے کوئی بھی روایت اپنی مرضی کی پکڑیں، آپ تو اسے بیان کرنے کے ساتھ ان مخصوص صحابہ پر زبان درازی بھی کرتے ہیں، ان کے خلاف طعن و تشنیع اور توہین آمیز گفتگو بھی کرتے ہیں لیکن کیا ان محدثین کا بھی ان روایات کے حوالے سے یہی منہج اور طریقہ کار ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ پیچھے ہم محدثین کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اتفاقی اور اجماعی عقیدہ اور منہج بیان کر آئے ہیں، ان اقوال کو ایک پلڑے میں رکھیں اور انجینئر صاحب کی زبان کو دوسرے پلڑے میں، تو آپ کو ان کی مکاری اور دھوکے بازی کا پتہ چل جائے گا کہ یہ محدثین اور ان کی کتب کا نام لے کر انہی محدثین کے منہج کے خلاف عوام کو سبق پڑھا رہے ہیں اور محدثین کی تعلیمات کو مسخ کر رہے ہیں۔پھر صرف منفی پہلو ہی کیوں؟ حالانکہ انہی محدثین نے بہت سی ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو بالکل واضح طور پر ان مخصوص صحابہ (سیدنا معاویہ، عمرو بن عاص یا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم) کے فضائل اور ذکر خیر پر مشتمل ہیں، تو آخر ان پر کتنا زور دیا جاتا ہے؟ محدثین کا نام لے کر بیان کرنا تو دور بلکہ جن روایات کو محدثین ان صحابہ کے فضائل میں لاتے ہیں آپ انہیں بھی توڑ موڑ کر ان کے خلاف بنا کر اس سے بھی منفی تاثر ہی پھیلاتے ہیں، جیسا کہ اس کتاب کے شروع ابواب ہی میں مثالیں آ رہی ہیں۔

رافضی حضرات دیگر صحابہ پر بھی جرأت کرتے ہیں لیکن بنو امیہ اور خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ بغض اور دشمنی رکھتے ہیں۔صحابی مان کر احترام کرنا تو دور بلکہ سرے ہی سے ان کے اسلام لانے ہی کو مشکوک ٹھہرایا جاتا ہے کہ جی یہ (بنو

امیہ) قبیلہ تو ڈر کر اوپر اوپر سے ایمان لایا تھا جبکہ ہے یہ پکے منافق اور اسلام کے دشمن تھے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مزید داغ دار بنانے کے لیے انہیں سیدنا علی اور اہل بیت کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ہاں انجینئر صاحب اور ان روافض میں فرق یہ ہے کہ رافضی یہ سب کچھ کھل کر کہتے ہیں اور انجینئر صاحب ڈھکے چھپے الفاظ میں، لیکن سلیبس مرزا صاحب کے ہاتھ میں انہی کا دیا ہوا ہے۔

مرزا صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانتے ہیں، نا تو یہ گستاخ ہیں اور نا ہی ان سے بغض ہی رکھتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ ان کے نام کے ساتھ "سیدنا" "حضرت" یا "امیر المومنین" جیسے الفاظ استعمال کرنے سے انہیں موت پڑتی ہے۔ اور یہ جو کبھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "حضرت" اور "رضی اللہ عنہ" بول دیتے ہیں یہ بھی ان کا تقیہ ہے، انہوں نے خود اپنی اس منافقانہ حرکت کا اقرار کر رکھا ہے، چنانچہ اسی کے متعلقہ سوال (کہ آپ حضرت معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کیوں کہتے ہیں) کے جواب میں کہتے ہیں کہ: میرا دل نہیں کرتا انہیں رضی اللہ عنہ کہوں، بس دل پر پتھر رکھ کر کہتا ہوں۔ نیز اسی سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے خود کو جاہل بھی تسلیم کیا جو کہ ہم دلائل سے ثابت کریں تو انجینئر صاحب ناراض ہوتے ہیں:

014- Public Q .A Session... Meeting of SUNDAY with Engineer Muhammad Ali Mirza Bhai (24-Oct-2021) 1:39:00

اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی بات کریں تو یہ کہنا سو فیصد جھوٹ اور بلا دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ڈر کر اور معافیاں مانگ کر اسلام لائے تھے، مرزا صاحب ایک عرصے سے پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن آج تک اس دعوے پر ایک صحیح اور متصل روایت پیش نہیں کر سکے۔ اگر بات کی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان کب لائے تو اس سلسلے میں مختلف روایات مروی ہیں۔ بعض اہل علم نے لکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے لیکن دوسری طرف یہ قول بھی موجود ہے کہ

آپ فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے۔اور بعض اہل علم نے یوں تطبیق دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا۔ یہ کہنا کہ آپ رضی اللہ عنہ ڈر کر اوپر اوپر سے ایمان لائے سراسر رافضیت ہے، ائمہ اہل سنت کا اجماع اس کے خلاف ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ الْقَائِلِ: إِيمَانُ مُعَاوِيَةَ كَانَ نِفَاقًا. فَهُوَ أَيْضًا مِنَ الْكَذِبِ الْمُخْتَلَقِ۔ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ مَنِ اتَّهَمَ مُعَاوِيَةَ بِالنِّفَاقِ، بَلِ الْعُلَمَاءُ مُتَّفِقُونَ عَلَى حُسْنِ إِسْلَامِهِ۔

''رہا کسی کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا منافقت سے تھا تو یہ جھوٹ ہے، کیونکہ علماء مسلمین میں سے کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ پر نفاق کی تہمت نہیں لگائی، بلکہ تمام علماء تو ان کے حسن اسلام پر متفق ہیں۔''

(مجموع الفتاوی:4/477)

اور فرمایا:

إِيمَانُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثَابِتٌ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِجْمَاعِ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى ذَلِكَ۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے۔'' (مجموع الفتاوی:4/453)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت بھی دے رکھی ہے جیسا کہ آپ کے فضائل کے باب میں بیان کیا جائے گا، لہٰذا ان صحابہ کے ایمان کو مشکوک بنانے والے اپنے اسلام اور آخرت کی فکر کریں۔

مرزا صاحب بنوامیہ بنوامیہ کی رٹ لگا کر بھی دھوکا دیتے ہیں اور یہ واضح نہیں کرتے کہ میں بنوامیہ کہہ کر مراد کسے لے رہا ہوں؟ حالانکہ کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنوامیہ خاندان سے تعلق رکھتے۔ جو زیادہ مشہور ہیں ان میں دوہرے دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور تیسرے امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ، سیدنا یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔لیکن مرزا صاحب کا طریقہ واردات یہ ہے کہ جب بھی آپ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھڑاس نکالنی ہوتو آپ کا نام لیے بغیر بنوامیہ بنوامیہ کی رٹ لگا کر اپنے اندر کا گند اگلتے ہیں۔اور ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم بنوامیہ کا جھوٹا دفاع کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ہمارا مدعا اور منہج اچھی طرح سمجھ لیں کہ نا تو ہم سارے کے سارے بنوامیہ خاندان کا دفاع کرتے ہیں اور نا ہی سب کو اچھا کہتے ہیں بلکہ ہمارا مدعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں خواہ وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ہم صحابہ کے متعلق اپنا منہج بیان کر چکے ہیں اور وہی اسلاف امت اور ائمہ محدثین کا منہج ہے، کہ صحابی خواہ کوئی بھی ہے ہم تمام سے محبت رکھتے ہیں، تمام کی تعظیم واحترام کے قائل ہیں اور کسی کی تنقیص اور گستاخی نہیں کرتے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا بھی یہی سبق اور خلاصہ ہے۔کسی حدیث میں یہ تخصیص نہیں آئی کہ غیر اموی صحابہ کی تعظیم کرنی ہے اور بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ پر زبان درازی کرنے، ان پر تنقید کرنے اور ان کی گستاخی کرنے کی کھلم کھلی اجازت ہے۔لہٰذا چاہے کوئی بھی ہو جب وہ کسی اموی یا غیر اموی صحابی یا اہل بیت میں سے ہی کسی کی تنقیص کرے گا، گستاخی کرے گا یا ان پر بہتان لگائے گا، ان کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس گستاخی کا منہ توڑ جواب دیں اور ان ہستیوں کا دفاع کریں۔پھر چاہے آپ اپنی بے بسی میں ناصبی ناصبی کے نعرے لگائیں یا بنوامیہ کے نام کے طعنے ہی دیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔کیونکہ ہمارے ساتھ تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کھڑی ہیں اور آپ خبیث رواض جو کہ نا صرف صحابہ کے بلکہ اسلام کے دشمن ہیں کی صف میں کھڑے ہیں۔

انجینئر صاحب سب سے زیادہ اعتراضات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا کرتے ہیں لیکن اس سے یہ مت سمجھیں کہ ان کی اس قسم کی محبت صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے

خاص ہے بلکہ یہ ایک کورس ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتا ہے اور کرتے کرتے پھر دیگر صحابہ کے گریبانوں تک لے جاتا ہے۔ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ امام ربیع بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

معاویة بن أبي سفیان ستر أصحاب رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فإذا كشف الرجل الستر اجترأ على ما وراءه۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ستر (پردہ) ہیں، جب کوئی پردہ ہٹا دیتا ہے تو پردے کے پیچھے والی چیز پر جسارت کرتا ہے۔''

(تاریخ بغداد: 1/577)

تو جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے اور آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے پر لوگوں کا مائنڈ سیٹ کر دیا جاتا ہے تو پھر مزید راہیں ہموار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم اسی کتاب کی ''دوسری جلد'' میں انجینئر صاحب کی جناب معاویہ کے ساتھ ساتھ سیدنا عثمان، عائشہ، طلحہ، زبیر اور جناب عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان درازیوں اور ان پر کیے گئے اعتراضات کی مثالیں بھی ذکر کریں گے۔

ہم پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جی آپ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بہت دفاع کرتے ہیں، کیا صرف ایک وہی صحابی ہیں؟ عرض ہے کہ ہمارے لیے تو تمام صحابہ ہی محترم ہیں اور ہم سب کی فضیلت کے قائل ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ہمارا جواب تو جوابی کارروائی ہوتی ہے، یعنی جب آپ سب سے زیادہ طعن اور اعتراضات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کریں گے تو ظاہری بات ہے کہ اس کے ردعمل کے طور پر سب سے زیادہ دفاع بھی تو انہی کا کیا جائے گا۔ لہٰذا مسئلہ ہمارے دفاع کرنے کا نہیں بات آپ لوگوں کے اعتراضات کرنے کی ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ مرزا صاحب کے خلاف سب سے زیادہ متحرک ہونے والی جماعت اہل حدیث ہے اس لیے صحابہ اور خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

حوالے سے سب سے زیادہ زبان درازی یہ اہلحدیث پر کرتے ہیں،لیکن ان کے یہ تمام الزامات اور طعنے ہم پر نہیں بلکہ محدثین پر ہیں۔آپ کے نزدیک اہل حدیث کا یہی گناہ ہے نہ کہ ہم حضرت معاویہ کا دفاع کرتے ہیں، ان کی وکالت کرتے ہیں، ان سے محبت رکھتے ہیں، ان کے متعلق زبان درازی نہیں کرتے، ان کے متعلق صرف کلمہ خیر ہی کہتے ہیں؟ تو ہم نے پیچھے اقوال محدثین کی روشنی میں اس امت کے تمام ائمہ کا مذہب اور مؤقف بیان کر دیا ہے، آپ محدثین کی دعوت کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اہلحدیث کا منہج،فکر اور دعوت ذرا برابر بھی محدثین کے منہج سے ہٹا ہوا ہے؟ لہٰذا انجینئر صاحب جتنا گند بولتے ہیں وہ درحقیقت ائمہ محدثین پر بولتے ہیں ۔ اور محدثین نے جو کچھ سیدنا معاویہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے فرمایا ہے وہ سب اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہ سب تو قرآن و حدیث کی تعلیمات ہیں، تو پھر ان دشمنانِ صحابہ کا نشانہ نا صرف اہل حدیث اور ائمہ کرام ہیں بلکہ قرآن وحدیث بھی ہیں۔

اب کچھ تعارفی باتیں انجینئر صاحب کے اصول وضوابط اور ان کے دعوؤں کے حوالے سے کر لیتے ہیں۔تو دیکھیے!مرزا صاحب کی مثال اس دودھ والے کی سی ہے کہ جس نے دکان کے باہر سو فیصد خالص اور ملاوٹ سے پاک دودھ دستیاب ہے لکھ کر لگا یا تو ہوتا ہے لیکن وہ صرف لکھنے کی حد تک ہی ہوتا ہے۔انجینئر صاحب نے بھی اپنی دکان کے باہر کچھ سلوگنز لٹکا رکھے ہیں، جو کہ یہ ہیں:

”نا میں وہابی، نا میں بابی، میں ہوں مسلم علمی کتابی “
”مرنے سے پہلے اے مسلماں کر لے اس پہ غور
بابوں کا خدا اور ہے، کتابوں کا خدا اور“
”میرے نبی سا ہے ہی کوئی نئ، بابے تے شے ای کوئی نئ“

ان کا ایک بہت ہی بڑا یا شاید سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ میں ایک حق گو اور منصف مزاج آدمی ہوں، جو کچھ بیان کرتا ہوں پوری ایمانداری اور ذمہ داری کے ساتھ

بیان کرتا ہوں، اور فرمایا کرتے ہیں کہ حق صرف ہمارے ہی پلیٹ فارم سے بیان ہو رہا ہے، جس طرح حق گوئی کا مظاہرہ ہمارے یہاں سے ہو رہا ہے اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

پھر ایک بہت ہی بڑا دھوکہ یہ بخاری و مسلم اور صحیح الاسناد روایات کے نام پر دیتے ہیں کہ جی ہمارا مقدمہ تو بخاری و مسلم اور صحیح الاسناد احادیث پر مشتمل ہے، ہمارے ہاں صرف آپ کو صحیح روایات ہی ملیں گی، اور ہم ضعیف روایات کو بالکل بیان نہیں کرتے۔ بلکہ ضعیف روایات کو امت اور ایمان کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے لوگوں کو مختلف صحابہ سے بدظن کرنے کے لیے ایک رسالہ "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر" تحریر کیا، اور اس کے ہر صفحے کے اوپر یہ سنہری دعوت موجود ہے کہ:

> "فرقہ واریت سے بچ کر، صرف [قرآن اور صحیح الاسناد احادیث] کو حجت و دلیل ماننے، اور جھوٹی، بے سند اور [ضعیف الاسناد تاریخی روایات] کے فتنوں سے بچنے والوں کے لیے۔"

اور جہاں تک تاریخ کی کتب کی بات ہے تو جناب صاحب کہتے ہیں کہ تاریخ تو حکمرانوں نے اپنے مفاد کے لیے لکھوائی تھی، تاریخ میں جھوٹ سچ سب مکس ہے، تاریخ کی حیثیت محدثین کے ہاں کھوٹے سکوں کی مانند ہے، اور خود یہ تاریخ کو کوڑ کباڑ اور گند کہتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب اپنے ان بیان کردہ اصول وضوابط اور دعوؤں پر عمل پیرا ہوں تو ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ انجینئر صاحب کے یہ اصول صرف بولنے، لکھنے اور سنانے کی حد تک ہی ہیں۔ اس کتاب کا مقصد ہی یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ ایک دھوکے باز، دوغلے اور جھوٹے انسان ہیں، حق گو اور منصف مزاج آدمی نہیں۔ آپ اپنے ہی بیان کردہ اصولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ جب بھی یہ کسی صحابی اور خصوصاً سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کے خود کے اصولوں کے مطابق ہی وہ اعتراض باطل ہوتا ہے، جیسا کہ آپ دیکھیں گے کہ ہم ان کے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب انہی کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق دیں گے (ان شاء اللہ)۔

ان کا دعویٰ ہے کہ میں حق بیان کرتا ہوں، لیکن یہ خود سب سے زیادہ حق چھپاتے ہیں، ایک منفی پہلو کو اچھالتے ہوئے دسیوں مثبت روایات کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ کہ میں بابی یعنی مقلد اور ائمہ یا کسی کے بھی بلا دلیل اقوال پر عمل کرنے والا نہیں! بلکہ دلائل اور اصول وضوابط کو لے کر چلتا ہوں، بھی محض جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ بلکہ آپ دیکھیں گے کہ کئی مقامات پر یہ اصول وضوابط کو چھوڑ کر بلا دلیل بات پر جم جاتے ہیں، کبھی کسی واضح اور ٹھوس دلیل کے مقابلے میں کسی بابے یا امام کے بے دلیل قول کی تقلید کرتے ہیں۔ جہاں کہیں انہیں کسی کے بے بنیاد قول سے فائدہ ہوتا ہو تو یہ علمی و کتابی صاحب بابی بن جاتے ہیں۔

انجینئر صاحب صحیح الاسناد روایات پر بہت زور دیتے ہیں، اور ان کا اپنے متعلق دعویٰ ہے کہ ہم صحیح روایات کو لے کر چل رہے ہیں اور ضعیف روایات بالکل بیان نہیں کرتے۔ انہوں نے صحیح وضعیف اور اس فن کے حوالے سے دیگر کئی اصطلاحات کو اپنی ویڈیوز میں متعارف کروایا ہے۔ اس حوالے سے ان کی درج ذیل چند ویڈیوز ضرور ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان کا منافقانہ رویہ اور دوغلہ پن جو کہ ہم بیان کرنے جا رہے ہیں کو سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو سکے:

[36-Mas'alah: ZAEEF Ahadith & MANGHARAT Ahadith ka Fitnah].

[Imam MUSLIM r.a ka Muqaddimah & Aqeedah??? Saheh AHADITH hi Kewn???]

[ZAEEF-ul-Isnad AHADITH hamaray EMAN kay liay KHATRAH kewn hain???]

ان ویڈیوز سے ایسا تاثر ملتا ہے کہ جیسے مرزا صاحب کوئی بہت بڑے محقق،

اصولی، منصف مزاج اور روایتِ حدیث کے حوالے سے بہت ہی محتاط انسان ہیں ۔ یہ ہر وقت ضعیف روایات بیان کرنے والوں پر تنقید بھی کرتے رہتے ہیں ۔ اور جو حضرات ضعیف روایات بغیر ان کا ضعف بیان کیے بیان کرتے ہیں کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی جاہل قرار دیتے ہیں ۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ یہی مرزا صاحب ضعیف اور سخت سے سخت ضعیف روایت جو کہ اپنے حق میں ہو کو بغیر اس کا ضعف واضح کیے بیان بھی کرتے ہیں اور ان کے ذریعے صحابہ اور خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن بھی کرتے ہیں ۔ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے انہوں نے کچھ بہانے اور باطل قسم کے اصول گھڑ رکھے ہیں ۔ ان میں سے ایک دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ جی اس روایت کو فلاں نے صحیح قرار دیا ہے فلاں نے حسن کہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہمارے منصف مزاج اور حق گو صاحب یہ نہیں بتاتے کہ بھائی اگر اصول کو دیکھا جائے تو یہ روایت ضعیف ہے، اسے اگر کسی نے صحیح کہہ دیا ہے تو یہ اس کی اصولی یا اجتہادی خطا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کبھی ذکر نہیں کریں گے کہ اسے فلاں فلاں نے ضعیف قرار دے رکھا ہے، اور وہ اس علت کے سبب اسے ضعیف کہتے ہیں ۔ ظاہری بات ہے اگر آپ منصف مزاج ہیں، علم اور حق پھیلا رہے ہیں تو آپ کو دونوں فریقین کے اقوال پیش کرنے چاہئیں اور ان میں سے جو حق بات ہو اس کو ترجیح دینی چاہیے ۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی ایک ایسی روایت ذکر نہیں کی جسے کسی ایک بھی عالم نے صحیح نا کہا ہو، بلکہ کسی ایک نا ایک نے اسے صحیح کہا ہی ہوگا ۔ سبحان اللہ! یہ کون کہہ رہا ہے؟ جو کہتا ہے میں بابی نہیں، مقلد نہیں بلکہ علمی کتابی ہوں، اصول وقوانین پر چلنے والا انسان ہوں ۔ تو کیا یہ ایک ہی شخص کے دو چہرے نہیں؟ ہم نے مرزا صاحب کی جن ویڈیوز کا حوالہ دیا ہے انہیں غور سے سنیں اور دیکھیں کہ کیا کہیں ضعیف روایت کی تعریف انہوں نے یہ کی ہے کہ ضعیف روایت وہ ہوتی ہے جسے کسی ایک بھی محدث یا محقق نے صحیح نا کہا ہو، اور یہ شرط اور اصول بیان کیا ہو کہ ہر وہ روایت صحیح کہلاتی ہے کہ جسے کم از کم کسی

ایک فرد نے صحیح کہا ہو؟ ہر گز نہیں! بلکہ جن روایات کو مرزا صاحب نے ان ویڈیوز میں ایمان کے لیے خطرہ، امت کے لیے فتنہ اور گستاخیوں کا سامان قرار دیا ہے تو ان میں سے بعض کو بھی کسی نا کسی امام اور محقق نے صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً مسند احمد کی اپنے نسب پر فخر کرنے کے متعلق حدیث کہ جسے آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی گستاخی تصور کرتے ہیں، انہیں انتہائی نازیبا الفاظ کہتے ہیں کو خیر سے امام ابن حبان، امام ضیاء الدین المقدسی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ شعیب الارنووط نے بھی مسند احمد کی تخریج میں حسن قرار دیا ہے۔ (صحیح ابن حبان: 3153، الاحادیث المختارۃ: 1244، السلسلۃ الصحیحۃ: 269)

تو کیا اب یہ روایت صحیح اور قابل حجت ہوگئی؟ اور کیا اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ بھائی میں تو حدیث ہی بیان کر رہا ہوں، میں کونسا اصولِ کافی پڑھ رہا ہوں، اور (چور سے پہلے چور کی ماں کو پکڑو یعنی) سب سے پہلے انہیں پکڑو جنہوں نے اسے نقل کیا اور جنہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ آپ کا مخصوص طرزِ کلام ہے؟ تو جب یہ روایت اس کے باوجود بھی ضعیف ہے اور پھر یہ اس روایت کی بات ہے کہ جسے آپ ضعیف روایات کی مذمت اور ان کے فتنے کے بیان میں بطور مثال پیش کر رہے ہیں تو باقی ضعیف روایات کا کیا بنے گا؟

لہٰذا یہ شرط اور اصول ہی باطل ہے جو انجینئر صاحب نے عوام کو دھوکا دینے اور صحابہ سے متنفر کرنے کے لیے گھڑا ہے۔ اور آپ خیر سے کس منہ کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں کہ جب آپ تو علمی کتابی ہیں بابی نہیں، آپ کو کیا لگے کس نے کیا کہا ہے؟ اور آپ کے نزدیک تو کسی بھی بڑے سے بڑے امام اور محدث سے غلطی ہو سکتی ہے۔ انجینئر صاحب کہتے ہیں:

"علم کے میدان میں جذبات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، پھر نشتر ہاتھ میں ہوتا ہے پھر سرجن کا کام تو یہ ہے کہ چاہے کوئی شیخ الحدیث لیٹا ہوا ہے چاہے کوئی ڈاکٹر لیٹا ہوا ہے وہ چیرا لگائے گا، اس کو یہ نہیں کہہ سکتے یار تو چیرا کیوں

لا دتا شیخ الحدیث نو؟ اپنڈ کس کڈن واسطے چیراتے لانا پینے، تو چاہے کوئی بھی بڑے سے بڑی بزرگ ہستی ہے جہاں پہ علمی دلائل ہیں وہاں ہم کہیں گے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے، اس غلطی کے اوپر ان کی علمی گرفت کی جا سکتی ہے۔"

Masalah 157a-1:30:10

تو جب بڑے سے بڑے امام سے بھی غلطی ہو سکتی ہے تو یہ کہنا علمی دنیا میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ جی اس فلاں روایت کو فلاں نے صحیح کہا ہے؟ بلکہ جو علمی کتابی ہوگا وہ تو اصول پر بات کرے گا کہ اصول وضوابط کیا کہتے ہیں؟ جس کا قول پیش کیا جا رہا ہے وہ صحیح ہے یا مبنی بر خطا؟ مرزا صاحب دھوکہ دیتے ہیں کہ جی ہم نے دور حاضر کے بڑے بڑے محققین کی تحکیم اور تصحیحات کے ساتھ روایات نقل کی ہیں۔ اور جناب انجینئر صاحب دور حاضر کے سب سے بڑے محدث اور محقق علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اہلحدیث تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ علم کی دنیا میں ان کی بہت سی خدمات ہیں۔ لیکن کون ہے جو ان کی تمام تر تحقیقات سے اتفاق کرتا ہو اور انہیں معصوم عن الخطاء سمجھتا ہو؟ بھائی وہ انسان ہیں، ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، کہیں ان سے بھی دلائل یا سند کی علت مخفی رہ سکتی ہے، لہٰذا کسی ایک محقق کے حکم کو لے کر باقی تمام سے نظریں چرا لینا خواہش پرستی ہے، اسے منصف مزاجی نہیں بلکہ ناانصافی کہتے ہیں، اور ایسا شخص علمی کتابی نہیں بلکہ فسادی ہوتا ہے۔ مرزا صاحب خود اتنے بڑے محقق ہیں کہ کئی مقامات پر علامہ البانی و شیخ زبیر صاحب کی تحقیقات کا رد کر دیتے ہیں۔ ایک جگہ ایک روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے:

"اچھا یہ حدیث جو ہے نا ابوداؤد کی، اسے شیخ البانی اپنے منہج کی غلطی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں لیکن یہ حدیث بالکل سونے کی مہر صحیح ہے۔"

Hazrat USMAN Shaheed kewn hoay ??? Reply to Dr. ISRAR r.a !! - 3:55

نیز یوٹیوب پر ان کی ایک اور ویڈیو دیکھیے:
Sheikh Albani on ibn e Masood R.A ki Raful yadain wali hadith. Engineer Ali Mirza

اس ویڈیو میں جن دو روایات کے متعلق علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم بیان ہوا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں صحیح کہا تو ان دونوں روایات کو مرزا صاحب پکا ضعیف مانتے ہیں اور البانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول کو غلط قرار دیتے ہیں۔ لیکن جب البانی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی حکم اپنے مطلب کا ہو تو مرزا صاحب وہاں یہ بیان نہیں کرتے کہ اس روایت کو اگرچہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اصولی طور پر یہ روایت ضعیف ہے اور علامہ البانی کا اصول غلط ہے۔

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تحقیقات سے بھی انجینئر صاحب اختلاف کرتے ہیں یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ انجینئر صاحب ایک جگہ بیان کرتے ہیں:

> ”اس حدیث کو شیخ زبیر صاحب نے کھینچ تان کر ضعیف ثابت کیا ہے، اور میں نے شیخ زبیر صاحب سے فون پر بات کی، میں نے کہا شیخ صاحب یہ حدیث ضعیف تو آپ سے ثابت نہیں ہوئی ہے، مجھے بھی تو علمی بحث پڑھ کر پتہ چل گیا کہ کمزور ہے۔“

Masla 157, part 1 - 1:51:00

ایک ویڈیو میں امام بخاری، امام ترمذی، علامہ البانی اور زبیر علی زئی رحمہم اللہ کی تحقیقات سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہاں کسی کی تحقیق غلط ہوئی ہم ان کے قول کو تسلیم نہیں کریں گے، اور ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ یہ ویڈیو ضرور دیکھیے:
Sheikh Albani vs Hafiz Zubair Ali Zai vs Imam Tirmizi by Engineer Ali Mirza

پھر لطف کی بات سنیئے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو روایات صحیح ہیں انہیں دیگر کئی محدثین کے ساتھ ساتھ علامہ البانی و زبیر علی زئی رحمہما اللہ بھی صحیح قرار دیتے

ہیں لیکن انجینئر صاحب سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ وہ روایات تو ضعیف، جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ بہر حال جب خود انجینئر صاحب ان حضرات سے اختلاف کیا کرتے ہیں، تو پھر کسی ضعیف روایت کو بیان کر کے یہ بہانہ پیش کرنا کہ شیخ زبیر یا البانی رحمہا اللہ نے اسے صحیح کہا ہے باطل ہے، علمی میدان میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔

مرزا صاحب خود کو بہت بڑا محقق، جرح وتعدیل کا امام اور اصول حدیث کا ماہر سمجھتے ہیں، اور اپنے مطابق یہ ایسے دقیق، لطیف اور انتہائی مشکل قسم کے اصولوں کو اپنے دماغ میں لیے پھر رہے ہیں کہ جو ان کے بقول جامعہ کے فارغ التحصیل طلباء اور علماء کو بھی پتہ نہیں ہوتے، دیکھیے ان کی ویڈیوز:

23-ILMI-o-Tahqeeqi MAJLIS (Open Q & A Session) - 44:22

Introduction of HADITH & SUNNAT ??? KARBLA say related 200-AHADITH ??? -20:50

لہٰذا جب معاملہ ایسا ہے، اور مرزا صاحب بابی اور مقلد نہیں بلکہ علمی کتابی ہیں لہٰذا ان کے لیے تو کسی طرح بھی جائز نہیں کہ کسی ضعیف روایت کو کسی کا حوالہ دے کر پروموٹ کریں! بلکہ ہم ہر روایت کو اصولوں پر پرکھیں گے، جس کی جو بات صحیح ہوئی وہ سر آنکھوں پر، اور جو اصولوں کے مطابق غلط ہوئی وہ مردود ہوگی۔

نوٹ: ''چونکہ انجینئر صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنی بیان کردہ روایات پر آپ علامہ البانی، شعیب الارنؤوط، زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب کی تصحیحات نقل کیا کرتے ہیں اور آپ انہیں دور حاضر کے حدیث کی فیلڈ کے بڑے محققین قرار دیتے ہیں۔ تو اس کتاب میں ہمارا منہج اور اسلوب یہ ہوگا کہ پوری دیانتداری کے ساتھ احتجاج میں صرف وہی روایات نقل کی جائیں گی جو اصول محدثین پر صحیح یا حسن لذاتہ ہوں۔ لہٰذا ہر ہر روایت کے ساتھ صحیح یا حسن لکھا ہونا ضروری نہیں۔ ہاں بعض اوقات کسی روایت کی سند میں کلام ہو اور کسی نے اس

روایت کو ضعیف کہا ہو تو ہم دلائل اور تحقیق کے ساتھ حق بات واضح کریں گے۔ روایت کے اپنے نزدیک صحیح ثابت ہو جانے کے بعد ہی ہم کسی محدث اور دور حاضر کے محققین میں سے کسی کا حوالہ بطور تائید پیش کریں گے کہ اسے فلاں فلاں نے بھی صحیح یا حسن کہا ہے۔ نیز ہم تاریخ کی کسی بھی بے سند یا جھوٹی روایت کو نا تو احتجاج میں پیش کریں گے اور نا ہی متابعت میں۔ کسی تاریخ کی کتاب سے بھی صرف اور صرف وہی روایت نقل کی جائے گی جو باسند ہو اور اصول محدثین پر صحیح یا حسن ہو۔''

انجینئر صاحب مسئلہ تدلیس پر بھی بڑا زور دیا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ محدثین کا اتفاقی اور اجماعی اصول ہے کہ مدلس راوی کی عن والی روایت جو وہ اپنے استاد سے سماع کی صراحت کے بغیر بیان کرے ضعیف ہوتی ہے۔ جناب محترم مدلسین کی روایات کو جھوٹی، جعلی اور من گھڑت تک کہہ دیا کرتے ہیں۔ آپ ان کی ویڈیو "ضعیف الاسناد احادیث کا فتنہ" ملاحظہ فرمائیں کہ کتنی ہی روایات کو اسی سبب ضعیف کہا گیا ہے کہ اس میں فلاں مدلس راوی ہے اور روایت عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے لہٰذا روایت فارغ ہے۔

آپ یوٹیوب پر ان کا نام لکھے بغیر بھی "مدلس کی عن والی روایت" جیسے الفاظ لکھیں سب سے اوپر انہی کی ویڈیوز دکھائی دیں گی۔ لیکن ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ انجینئر صاحب اصول تو بہت اچھے اچھے بیان کرتے ہیں، اور اتنے سے ہی بس عوام کے دل جیت لیتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہ ان اصولوں پر کما حقہٗ عمل پیرا نہیں ہوتے۔ آپ اس کتاب میں دیکھیں گے کہ یہی منصف مزاج اور حق گو مرزا صاحب اپنے باطل نظریات کی ترویج اور رافضیت کے مشن کو فروغ دینے کے لیے مدلسین کی معنعن روایات کو بیان بھی کرتے ہیں اور ان ضعیف روایات کی بنا پر صحابہ کرام کے متعلق شکوک وشبہات عام کرتے اور ان پر تنقید بھی کیا کرتے ہیں۔ تب یہ نہیں بتاتے کہ اس میں فلاں راوی مدلس

ہے لہٰذا میرے اصول کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن پھر بھی مکمل ڈھٹائی کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تو منصف مزاج ہیں، حق ہی تو بیان کر رہے ہیں، ہم صحابہ سے بغض نہیں رکھتے۔

ذرا سوچیں! اگر کسی کا مقصد حق گوئی ہو، اور اگر صحابہ کا بغض اور رافضیت کا گند دل میں نا ہو تو جس طرح یہ اصول وضوابط بیان کرتے ہیں، اور صحیح الاسناد روایات کے دعوے دار ہیں تو صحابہ کرام کے معاملے میں یہ اور بھی زیادہ محتاط نا ہوتے؟

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی حق گو اور منصف مزاج آدمی ہو، ارادے نیک ہوں، اس کے دل میں صحابہ کی تعظیم اور محبت پائی جائے اور وہ ان کے خلاف کوئی ضعیف روایت بیان کر دے اور پھر یہ بیان بھی نا کرے کہ اسے فلاں محدث اور محقق نے ضعیف قرار دیا ہے، اس میں فلاں علت ہے، فلاں راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے؟

صحیح الاسناد روایات کا نعرہ محض ڈھونگ ہے، یہی مرزا صاحب ضرورت پڑنے پر تاریخ کی بے سند جھوٹی روایات کو بھی پیش کرنے سے پیچھے نہیں رہتے۔ پھر جب ان سے سند کا مطالبہ کیا جائے تو یہ طرح طرح کے بہانے بنانے اور ایسے جھوٹ بولنے لگتے ہیں کہ تھوڑا سا شعور رکھنے والے انسان کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص دوغلہ اور دھوکے باز ہے اور صرف بہانے بنا رہا ہے۔ کبھی اس تاریخی روایت کو پروموٹ کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ جی اہل سنت کی معتبر تاریخ کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے۔ حالانکہ دوسری طرف یہ جن تاریخی روایات کو جعلی، جھوٹی، من گھڑت اور تاریخ کا کوڑ کباڑ کہتے ہیں وہ بھی تو اہل سنت کی معتبر تاریخی کتب کی ہی روایات ہوتی ہیں! بات یہ ہے کہ کتاب کے معتبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں موجود ہر ہر روایت بسند صحیح موجود ہوگی، یا مؤلف اس کی صحت سے اتفاق کرتا ہے۔ ہاں! آپ کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کن چیز سند ہے اور اگر کسی روایت کی سند ہی موجود نہیں تو وہ مردود ہے چاہے وہ کسی بھی کتاب میں ہو۔

پھر بعض اوقات اپنی بیان کردہ جھوٹی روایت کو صحیح باور کرانے کے لیے ایک نہایت گھٹیا جھوٹ یہ بولا کرتے ہیں کہ جی اس پر تو اجماع ہے، یہ روایت تو تواتر کے ساتھ اہل سنت کی کتب میں نقل ہوئی ہے لہٰذا سند کی تو ضرورت ہی نہیں۔ وہ تو کتاب میں جہاں کہیں بات آئی تو ان شاء اللہ اس اجماع اور تواتر والے جھوٹے دعوے کی حقیقت بھی واضح کی جائے گی، یہاں صرف اتنا عرض کرتے چلیں کہ یہ لفظ ''اجماع'' بہت بڑا لفظ ہے اور ایسا نہیں کہ ہر فالتو اور جاہل آدمی اٹھ کر کسی بات پر اجماع کا دعوی کر دے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے انہی جیسے نا اہل قسم کے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے:

من ادعی الاجماع فھو کذب۔

''جو اجماع کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔''

(مسائل الامام احمد روایۃ عبداللہ: ص:439)

دیکھیں علم کے میدان میں ایسا نہیں ہوتا کہ کسی نے بھی اٹھ کر ایک بے بنیاد اور بغیر دلیل کے دعوی کر دیا تو وہ قابل قبول ہے، بلکہ علم کی دنیا میں بغیر دلیل کے دعوے کی رتی برابر بھی حیثیت نہیں ہوتی، جو انسان جس چیز کا دعوی کرے گا اسے اپنے دعوے کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنا ہوگا، محض زبان ہلا دینے سے مدعا ثابت نہیں ہوجاتا۔ مرزا صاحب کے اپنے بیان سے واضح ہے کہ ان کے پاس اپنے اجماع اور تواتر کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے، چنانچہ سوال و جواب کی ایک نشست میں ان سے سوال ہوا کہ:

''اچھا جب آپ کسی چیز پر claim کرتے ہیں کہ اس میں اجماع ہے تو ہم لوگ کس طرح verify کریں گے کہ اس پر اجماع ہے؟''

11-ILMI-o-Tahqeeqi MAJLIS (Open Q & A Session) - 2:32:44

اب سوال سے ظاہر ہے کہ وہ بیچارہ یہ پوچھنا چاہ رہا ہے کہ کس کتاب میں آپ کے اجماع کے دعوے کی دلیل مل سکتی ہے؟ یا کسی امام نے اپنی کتاب ''الاجماع'' میں یا

اور کسی جگہ اجماع کا دعوی کیا ہو کہ جن باتوں پر آپ اجماع یا تواتر عملی کا دعویٰ کرتے ہیں؟ لیکن چونکہ آپ ایک جھوٹے اور مکار انسان ہیں اس لیے ان کے اکثر جواب ''سوال گندم جواب چنا'' کی قبیل سے ہوتے ہیں، اور یہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ آپ ویڈیو دیکھ سکتے ہیں کہ جناب صاحب نے کون ساعلمی اور تسلی بخش جواب دیا ہے۔

تنبیہ: ان کا ایک مخصوص طرزِ کلام ہے، کہ ''وہ کہتے ہیں، یہ کہتے ہیں، تم کہتے ہو''۔ یعنی خود سے ہی مخالف فریق کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہیں جس سے وہ بری ہوتا ہے اور وہ اس کا قائل و فاعل ہوتا ہی نہیں۔ لہٰذا ان کی اس قسم کی چرب زبانی سے بھی ہوشیار رہا جائے۔

نیز جو شخص صحابہ ومحدثین کے حوالے سے جھوٹ بول سکتا ہے، دھوکا دے سکتا ہے تو اس سے کیا بعید ہے کہ اپنے مخالف اور مد مقابل کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے۔ انجینئر صاحب جہاں اہل الحدیث کی حق گوئی اور صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں، ان کے منہج کو آج بھی سو فیصد صحیح منہج قرار دیتے ہیں لیکن دوسری جانب یہ اہل حدیث کے متعلق بے حد زبان درازی بھی کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ انہوں نے اعتراف بھی کیا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ نقصان اہل حدیث سے پہنچا ہے۔ لہٰذا اب دل کی بھڑاس بھی تو انہوں نے کسی نا کسی طریقے سے نکالنی ہے نہ۔ تو یہ اہل حدیث کے نام پر بہت جھوٹ بولتے ہیں کہ اہل حدیث یہ کہتے ہیں، یہ کرتے ہیں، ان کا یہ مؤقف ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان میں سے اکثر چیزوں کا انتساب اہل حدیث کی طرف غلط ہوتا ہے۔

مرزا صاحب علامہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر اکثر باتیں بیان کیا کرتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ کہا، انہوں نے مجھے یہ کہا۔ ان میں سے بعض باتوں میں ان کے جھوٹ پکڑے بھی گئے ہیں جیسا کہ اپنے محل پر واضح کیا جائے گا۔ لہٰذا انجینئر صاحب مولانا صاحب کا نام لے کر کچھ بھی کہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جب تک کوئی اور معتبر شخصیت ان کی متابعت نہیں کر دیتی۔ اور یاد رہے مرزا صاحب کو غیر معتبر قرار دینے میں

ہم منفرد نہیں ہیں بلکہ خود محدث العصر مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مرزا صاحب متروک انسان ہیں۔ مولانا ندیم ظہیر حفظہ اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے قریبی اور خاص شاگرد ہیں، آپ حفظہ اللہ نے اس بات کی توضیح وتصدیق فرمائی ہے:

EP-05 II Baythak II Guest: Sheikh Hafiz Nadeem Zaheer Sb-15:56

اسی طرح علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے شاگردِ خاص مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ بھی ہیں۔ انہوں نے بھی اس بات کی صراحت کر رکھی ہے، میں بندہ ناچیز نے براہ راست آپ حفظہ اللہ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔

بعض اوقات علی مرزا صاحب ایسے شخص کا نام لے کر ہم پر حجت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس کو اہل حدیث کہنا ہی غلط ہے، مثلاً وحید الزمان خان صاحب۔ مرزا صاحب اکثر دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ اہل حدیث کا ترجمہ ہے، یہ اہل حدیث کے عالم کی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ کئی چیزوں میں ان کا میلان شیعیت کی طرف تھا، اور بہت سے کبار علماء اہلحدیث نے صراحت کر رکھی ہے کہ موصوف اہلحدیث نہیں ہیں، جناب انجینئر صاحب مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلحدیث کے سب سے بڑے عالم سمجھتے ہیں، تو عرض ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''مختصر یہ کہ وحید الزمان متروک الحدیث ہے اور اہل حدیث اس کے اقوال اور کتابوں سے بری ہیں۔'' (توضیح الاحکام:429)

اور یہ وضاحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ مرزا صاحب ''اسلام 360'' ایپ کی بڑی مشہوری کرواتے ہیں، اگرچہ اس ایپ کے کئی فوائد بھی ہیں لیکن اس کے تراجم میں بعض مقامات پر مسئلہ پایا جاتا ہے، اور وہ وحید الزمان ہی کے کیے گئے ترجمے ہیں، اور بعض دفعہ ترجمے میں غلط بریکٹیں بھی پائی جاتی ہیں۔

انجینئر صاحب کو سننے والے مختلف اقسام کے لوگ ہیں جن میں سے بڑی معذرت کے ساتھ اکثریت اندھے مقلدین اور جہلاء کی ہے، جنہوں نے انجینئر صاحب

کو امام بنا رکھا ہے اور آنکھیں بند کر کے ان کی ہر بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ بس جو انہوں نے کہہ دیا وہی درست ہے۔ جناب مرزا صاحب ایک طرف کوئی بات کرتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور کہتے ہیں، کبھی اصول بناتے ہیں اور خود اَن گنت مقامات پر اصول شکنی بھی کرتے ہیں، نیز ہر قسم کی دھاندلی انجینئر صاحب ان کی ناک کے نیچے کرتے ہیں لیکن یہ پڑے رہتے ہیں جیسے hypnotized ہوں۔ وجہ کیا ہے؟ کہ یہ اپنے طور پر کبھی تحقیق کرتے ہی نہیں، ہمیں جہاں تک ان کے مریدین سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ اپنے طور پر انہوں نے کبھی کسی کتاب کی شکل تک کھول کر نہیں دیکھی ہوتی۔ اور یہی چیز مرزا صاحب کی دکانداری کو فائدہ دیتی ہے کہ انہیں اندھی بہری عوام جو ملی ہوئی ہے۔ خود علی مرزا صاحب کی زبانی عوام کا حال سنیے:

''اکثر لوگ مجھے یہ کہتے بھی ہیں کہ جی اب آپ خود اتنا بڑا icon بن چکے ہیں - حالانکہ میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا - وہ کہتے ہیں کہ جی آپ ہمیں ریفرنس کے بغیر بتایا کریں کہ آپ کا مؤقف کیا ہے اس مسئلے میں۔ تو میں نے اسی بت پرستی کو تو توڑا ہے..................''

Masla 157, part 1 - 6:00

یعنی ان کے مقلدین کو ان پر اتنا یقین ہے کہ انہیں مرزا صاحب کے دلائل اور حوالوں کی کوئی ضرورت نہیں، تو کیا خیال ہے کہ اس سوچ کے مالک حضرات مرزا صاحب کے ریفرنسز کو کبھی کھول کر دیکھتے ہوں گے؟ کیا اپنے طور پر مزید تحقیق کرتے ہوں گے؟

ایک مقام پر جناب انجینئر صاحب فرماتے ہیں:

''آج کے کمزور مسلمان کو آپ benefit of doubt دے سکتے ہیں، اسے پتہ نہیں، اس تک تو جو ٹوٹا پھوٹا دین پہنچا ہے۔''

312-Lecture : Surah-e-HADEED Ayat No. 01 to END-36:23

یہی ہمارا مدعا ہے کہ حوالوں کے نام پر مرزا صاحب اپنے مریدین کو

دیتے ہیں۔اور جس بات کے ضمن میں انہوں نے یہ بات benefit of doubt کہی ہے اس جگہ پر بھی یہ دھوکہ ہی دے رہے ہیں، جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا۔مزید ملاحظہ فرمائیں کہ انجینئر صاحب عوام کے متعلق کیا کہتے ہیں:

''عوام کالانعام،عوام چوپائیوں کی مانند ہے۔''

Masla 157, part 2 - 1:43:54

اور ایک مقام پر تو عوام کے متعلق ایسے الفاظ کہے کہ وہ یہاں نقل کرنا بھی غیر مناسب ہے:

Masla 157, part 1 - 22:36

تو خیر سے مرزا صاحب کے مقلدین بھی اسی عوام میں سے ہیں ورنہ وہ کونسا دوسرے پلینٹ سے آئے ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب اپنی جاہل عوام کی جہالت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ اور مسئلہ سارا یہ ہے کہ یہ از خود مطالعہ نہیں کرتے۔

المیہ یہ ہے کہ لوگوں نے source of knowledge انٹرنیٹ اور یوٹیوب کو بنالیا ہے، نا تو خود ورق گردانی کرتے ہیں اور نا ہی علم اور علماء کی مجالس میں بیٹھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مطالعہ کریں، ائمہ محدثین کے منہج کو پہچانیں، علم کو اس کا حق دیں تو ان شاء اللہ ان جیسے فتنے کبھی بھی امت میں اپنے پیر نا جما سکیں۔ لہٰذا ہماری تمام قارئین کو یہ دعوت ہے کہ وہ انٹرنیٹ سے نکلیں، کتابوں کو اپنا دوست بنائیں، حق پہچانیں، مطالعہ کریں اور علماء حق سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ اللہ تعالی مجھے اور آپ کو حق بات سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

نوٹ: اس کتاب میں ہم انجینئر صاحب کی کئی ایک دھوکے بازیوں اور کذب بیانیوں کو واضح کریں گے، اور ان شاء اللہ ممکنہ حد تک کوشش ہے کہ مرزا صاحب کے ہر دعوے اور بیان کے ساتھ ان کی ویڈیو کا حوالہ بھی دیا جائے، لہٰذا آپ احباب ضرور بالضرور ان ویڈیوز کی طرف مراجعت کریں، اس سے آپ پر ان کے جھوٹ

بالکل واضح ہو جائیں گے کہ یہ کس طرح لفظوں اور حوالوں کے جال میں پھنسا کر آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ اور اگر آپ کو لگے کہ واقعی یہاں مرزا صاحب غلط ہیں اور دھوکہ دے رہے ہیں تو آپ کے لیے ویڈیو کو دیکھنا اور سننا کافی نہیں بلکہ صحابہ کے خلاف بدزبانی کرنے والوں کے حوالے سے محدثین کے اقوال اور رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے ویڈیوز کو dislike اور ان کے چینل کو unsubscribe ضرور کریں، ورنہ ان کی viewership بڑھنے سے یہ فتنہ اور زیادہ پھیلے گا جبکہ ہمیں برائی کو ہاتھ یا زبان سے روکنے کا حکم ہے۔

❁❁❁

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور ذکر خیر

(عمومی فضیلت) آپکا صحابی رسول ہونا:

اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ؕ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾﴾

''جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (اور جس نے خرچ اور جہاد فتح مکہ کے بعد کیا) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا، مگر اللہ نے دونوں سے ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔'' (سورۃ الحدید:10)

اور ارشاد فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ؕ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ؕ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾﴾

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا

کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کرنے کے اثر سے موجود ہے، یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

(سورۃ الفتح:29)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰﴾ (سورۃ التوبۃ:100)

''اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، (یعنی ان سے بعد میں ایمان لانے والے صحابہ) اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اور صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ

قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ ﴾

''اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ تو ہدایت والے ہیں۔'' (سورۃ الحجرات:7)

قرآن تو کہیں صحابہ کو کامیاب کہہ رہا ہے، کہیں ان سے مغفرت، جنت اور بڑی خیر و بھلائی کے وعدے کر رہا ہے، اور کہیں ان کی صفات بیان کر رہا ہے، کہیں ان سے راضی ہونے کی بشارتیں سنا رہا ہے، اور اعلان کر رہا ہے کہ صحابہ آپس میں بڑے رحم دل اور خیر خواہ ہیں۔ اب ایک یہ تاثر ہے جو ہمیں قرآن سے مل رہا ہے۔ اور دوسری طرف گندی اور نیچ سوچ کے مالکوں کی طرف سے وہ منفی تاثر ہے، جو صحابہ سے یا بعض صحابہ سے راضی نہیں، ان کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی آپس میں لڑائیاں تھیں، دشمنی اور عداوت تھی۔ اب احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں صحابہ کرام کی شان وعظمت اور ذکر خیر ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے زمانے کے لوگ سب سے بہترین لوگ ہیں، پھر ان کے بعد والے اور پھر ان کے بعد والے..........''

(صحیح بخاری:3651، صحیح مسلم:2533)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: فِيكُمْ مَنْ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی فوجیں جنگ کریں گی، ان سے کہا جائے گا: کیا تم میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہاں! تو (ان کی برکت کی وجہ سے) انھیں فتح حاصل ہو جائے گی، پھر لوگوں کی فوجیں جنگ کریں گی، ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! (اور ان کی برکت سے) انھیں فتح ملے گی، پھر لوگوں کی فوجیں جنگ کریں گی، ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہو، وہ کہیں گے: ہاں! تو انھیں فتح حاصل ہو جائے گی۔“

(صحیح بخاری: 2897، صحیح مسلم: 2532)

ایک حدیث میں ہے:

......وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔

''اور میرے صحابہ میری امت کے لیے باعثِ امن ہیں، پس جب میرے صحابہ رخصت ہوجائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' (صحیح مسلم: 2531)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرڈالے تو ان کے ایک مُد غلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مُد کے برابر۔''

(صحیح بخاری: 3673، صحیح مسلم: 6488)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي، أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي۔

''جس مسلمان شخص نے مجھے دیکھا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور اسے بھی جس نے میرے کسی صحابی کو دیکھا۔'' (سنن ترمذی: 3858)

اس حدیث کو امام ترمذی اور علامہ زبیر علی زئی رحمہا اللہ نے حسن کہا۔ اور اس کے راوی ''موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر'' کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ اور امام ذہبی و ابن حجر رحمہا اللہ نے صدوق قرار دیا ہے، نیز امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا (الثقات لابن حبان: 7/ 449، تاریخ الاسلام للذهبي: 4/ 1220، تقریب التہذیب: 6942، المستدرک للحاکم: 1852)

لہٰذا یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے اس راوی کو صدوق اور ان کی بیان کردہ روایت کو حسن قرار دیا۔
(سلسلۃ الصحیحۃ: 1497)

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ......

''میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے بہتر لوگ ہیں!''

(مسند ابی داود الطیالسی: 31، شرح السنۃ للبغوي: 9/28)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بڑا ہی خوبصورت قول ہے:

إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ.

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کی طرف دیکھا تو سب سے بہترین دل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پایا تو اسے اپنے لیے چن لیا اور انہیں رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو پایا تو انہیں اپنے نبی کے وزراء بنا دیا جو اسکے دین کی خاطر قتال کرتے ہیں۔'' (مسند احمد: 3600)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ.

''جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو برا نہ کہو، ایک صحابی کا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں) گھڑی بھر ٹھہرنا، تم میں سے کسی کی زندگی بھر کے عملوں سے بہتر ہے۔''

(سنن ابن ماجہ: 162)

حدیث ''اول جیش من امتی'' اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

عَنْ أُمِّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا". قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: "أَنْتِ فِيهِمْ". ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ". فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "لَا".

''حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کا پہلا گروہ جو بحری جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہے! تو میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم انہی میں ہو! پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر کے خلاف جہاد کرے گا وہ مغفور ہے! تو میں نے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں بھی ان میں ہوں؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔''

(صحیح بخاری: 2924)

اور وہ پہلا جہاد جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ہوا تھا، چنانچہ صحیح بخاری ہی میں ہے، جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءٍ، يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ

غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ". أَوْ قَالَ: "مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ". شَكَّ إِسْحَاقُ، قُلْتُ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. فَدَعَا، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ". فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. قَالَ: "أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ". فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ زَمَانَ مُعَاوِيَةَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قباء تشریف لے جایا کرتے تو حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس بھی جاتے اور وہ آپکو کھانا کھلایا کرتی (وہ آپکی محرم تھیں)، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں آئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے، پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے، جو اس سمند کے اوپر (کشتیوں پر) سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں، میں (ام حرام) نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) کہا: میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے، پس آپ نے دعا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر رکھ کر سو گئے، آپ پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پھر سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ

میرے سامنے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے، جو اس سمند کے اوپر (کشتیوں پر) سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں، میں (ام حرام) نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) کہا: میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے، مگر آپ نے فرمایا کہ تو پہلے لشکر والوں میں ہے، چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندری سفر کیا (وہی جہادی سفر جس کے بارے میں بشارت ہے) اور خشکی پر اترنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔"

(صحیح بخاری: 6283)

اور دوسری روایت میں ہے:

فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ۔

"پس ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں۔" (صحیح بخاری: 2800)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ جنت کی بشارت حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر خصوصی طور پر صادق آتی ہے، کیوں کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر کہا کہ تم اس گروہ میں شامل ہو، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس طرح کہ آپ ہی اس لشکر کے امیر تھے، تو آپ بدرجہ اولی اس فضیلت کے حقدار ہیں۔

امام مہلب بن ابی صفرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: 5/107)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس حدیث میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔''

(التمہید:1/235)

اور امام ابو بکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر کیا۔ (الشریعۃ للآجری:1922)

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

هذا الحديثُ أصلٌ في تفضيل معاوية۔

''یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بنیادی حدیث ہے۔''

(المسالک:5/106)

اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ اس امت کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے بحری جہاد شروع کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مستحسن قرار دیا، اور فضیلت اس طرح کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ۔

''جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا عمل شروع کیا تو اسے اس کا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملتا ہے، اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔'' (صحیح مسلم:1017)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت آپ کا ''کاتب وحی'' ہونا:

قرآن مجید دنیا کی تمام کتابوں سے بہتر، افضل، مقدس اور عظیم الشان کتاب اور اللہ کا پاک کلام ہے، جسے پڑھنا بھی شرف، سننا بھی شرف، یاد کرنا بھی شرف، سیکھنا بھی شرف اور سکھانا بھی بڑے اعزاز کی بات ہے، جو تمام نبیوں کے سردار سید ولد آدم، سب سے اعلی، پاک اور عظیم ہستی امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، تو کیسی شان و عظمت ہوگی اس خوش قسمت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں

آپ علیہ السلام پر نازل ہونے والی وحی کو آپ کے حکم سے لکھتا تھا، یہ شرف جن صحابہ کو حاصل تھا انہی میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:

كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم قَدْ جَاءَ فَقُلْتُ: مَا جَاءَ إِلَّا إِلَيَّ فَاخْتَبَأْتُ عَلَى بَابٍ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً فَقَالَ: اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ! وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ........

''میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، (آپ ان دنوں بچے تھے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور مجھے تھپکی لگائی اور کہا کہ جاؤ معاویہ کو بلا کر لاؤ! اور آپ (معاویہ رضی اللہ عنہ) کاتب وحی تھے..........''

(دلائل النبوۃ للبیہقی :6/243)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر:59/106)

اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا کہ: ''صحیح ترین روایت جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کاتب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:7/694)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ- وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ"۔

''صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعا کی: ''اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔''

(سنن ترمذی:3842)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" قرار دیا۔

امام جورقانی نے بھی ''حسن'' کہا: (الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر: 1/343)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ''صحیح ترین روایت جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے، اور اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث، اور اس کے بعد (جو صحیح حدیث) مروی ہے وہ ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا:'' [تاریخ دمشق:59/106]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو ''قوی'' قرار دیا: [السیر: 3/124]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا: [البدایۃ:8/122]

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "حسن" کہا: [الصواعق المحرقۃ:2/626]

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح" کہا: [الصحیحۃ:4/618]

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "صحیح" کہا: [مشکوٰۃ المصابیح:6244]

اور مولانا ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے ''حسن'' قرار دیا: [دفاع صحابہ:492]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور دعا:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔"

''حضرت عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے اللہ معاویہ کو کتاب (قرآن مجید)

اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

(مسند احمد: 17152، صحیح ابن حبان: 7210)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح" قرار دیا: [صحیح ابن خزیمہ: 1938]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "صحیح" کہا: [صحیح ابن حبان: 7210]

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" کہا: [معجم ابن عساکر: 1341]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اس حدیث کا ایک قوی شاھد ہے"۔ [السیر: 3/124]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا [البدایۃ: 8/122]

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" کہا: [الصحیحۃ: 3227]

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن" قرار دیا: [فضائل صحابہ: 126]

شیخ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی "حسن" کہا: [دفاع صحابہ: 501]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپکا تعلق اور نسبت اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نا صرف صحابی ہیں بلکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت و رشتہ داری بھی حاصل ہے، آپ کی ہمشیرہ ام المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔

اور اس بنیاد پر آپ رضی اللہ عنہ کو پوری امت کے ماموں قرار دیا جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت (رشتہ داری) کے متعلق ایک حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي"

"جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن تمام تعلق اور نسبتیں ٹوٹ جائیں گی ماسوائے میرے تعلق اور میری نسبت کے۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی: 11/243 وسندہ حسن)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "سلسلۃ الصحیحۃ: 2036" میں اسے ذکر کیا ہے!

اس حدیث کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کیا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے مصداق ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری بھی ہے اور نسبت بھی، اور فرمایا: ہم تو اللہ سے انکی عافیت کا ہی سوال کرتے ہیں۔" (السنۃ لابی بکر بن الخلال: 432/2)

امیر المؤمنین جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً.......

"جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس امت کا پہلا حصہ نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت، اسکے بعد بادشاہت اور رحمت ہوگی۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی: 88/11)

اس حدیث میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ کیونکہ چاروں خلفاء (سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم) کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ بنے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت کو رحمت قرار دیا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَفْضَلُ مُلُوكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فَإِنَّ الْأَرْبَعَةَ قَبْلَهُ كَانُوا خُلَفَاءَ نُبُوَّةٍ وَهُوَ أَوَّلُ الْمُلُوكِ؛ كَانَ مُلْكُهُ مُلْكًا وَرَحْمَةً كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ: "{يَكُونُ الْمُلْكُ نُبُوَّةً وَرَحْمَةً ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ مُلْكٌ وَجَبْرِيَّةٌ ثُمَّ مُلْكٌ عَضُوضٌ}" وَكَانَ فِي مُلْكِهِ مِنَ الرَّحْمَةِ

وَالْحُلْمِ وَنَفْعِ الْمُسْلِمِينَ مَا يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ خَيْرًا مِنْ مُلْكِ غَيْرِهِ.....

''علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے افضل بادشاہ ہیں، پس ان سے پہلے جو چار گزرے وہ نبوت کے خلفاء تھے، اور وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) پہلے بادشاہ تھے، اور انکی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: یکون الملك نبوۃ ورحمۃ، ثم تکون خلافۃ ورحمۃ، ثم یکون ملك ورحمۃ.......... اور آپ کی بادشاہت اس قدر رحمت، حلم اور مسلمانوں کے لیے فائدہ کا باعث تھی کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی بادشاہت سب سے بہترین تھی۔''

(مجموع الفتاویٰ: 4/478)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم الشان کتاب ''صحیح البخاری'' میں فضائل صحابہ کے چیپٹر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے تحت یہ روایت نقل کی:

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''جناب ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا اور انکے پاس حضرت ابن عباس کا غلام تھا، (یہ دیکھ کر) وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (اور یہ واقعہ سنایا) تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے!''

(صحیح بخاری: 3764)

اس کے بعد ان الفاظ سے روایت نقل کی:

قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ۔

"جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو صرف ایک ہی وتر ادا کیا ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تو فقیہ ہیں!"

(صحیح بخاری:3765)

اس روایت کو امام "الجورقانی رحمۃ اللہ علیہ" نے بھی فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں نقل کر کے آپکی فضیلت ثابت کی: [الاباطیل والمناکر والصحاح والمشاہیر:1/343]

امام ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر میں اسے نقل کیا: [معجم الصحابۃ:2200]

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت ذکر کیا ہے: [منہاج السنۃ النبویۃ:6/235]

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے ضمن میں نقل کیا ہے۔[البدایہ والنہایہ:8/122]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مرزا صاحب کے شبہات واعتراضات

ہم نے صحیح اسانید کی روشنی میں فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت روایات نقل کیں ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فضیلت ومنقبت حاصل ہے، مگر کیسے ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ منقول ہو اور ہمارے جناب انجینئر صاحب کو وہ راس آجائے، یہی وجہ ہے کہ آپ ان فضائل کو جھٹلانے کی ممکنہ حد تک کوشش کرتے ہیں۔ کبھی تو بلا دلیل ان میں سے بعض کو غیر صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسکے لیے چند غیر ثابت اقوال کا سہارا لیتے ہیں، حالانکہ آپ نا ہی بابی ہیں نا ہی مقلد! تو چاہیے تو یہ کہ ہماری پیش کردہ روایات کا تحقیقی طور پر جواب دیتے کہ فلاں حدیث اگر ضعیف ہے تو اس علت کی وجہ سے، فلاں اگر صحیح نہیں تو اس میں یہ ضعف ہے، مگر کبھی آپ کو اس کی زحمت نہیں ہوئی! اور جو بالاتفاق صحیح ہیں ان کے بارے میں بھی آپ آئیں بائیں شائیں کرتے ہی نظر آتے ہیں، اور اسکے باوجود آپ خود کو سینہ تان کر ایک منصف انسان گردانتے ہیں۔ اور انہیں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی بغض بھی نہیں ہے۔

نوٹ: ذیل میں ہم مرزا صاحب کے جن دلائل پر تبصرہ کریں گے وہ آپکی ویڈیو "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہلسنت" (42:40 کے دورانیے) سے ماخوذ ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

فتح الباری کے حوالے سے مرزا صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول پیش کیا کرتے ہیں:

عن إسحاق بن راهويه أنه قال: لم يصح في فضائل معاوية شيء۔

''امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ: فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں

کوئی روایت صحیح نہیں۔'' (فتح الباری، تحت حدیث: 3766)

فتح الباری میں اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے اس مقام پر اپنی انصاف پسندی کا دوہرا مظاہرہ کیا ہے، ایک تو یہ کہ آپ بابی نہیں جیسا کہ آپ خود جھوم جھوم کر بار بار اعلان کرتے ہیں، تو صحیح روایات کو چھوڑ کر ایک بابے کے قول کو پکڑے ہوئے ہیں، چلیں ان روایات کو آپ ضعیف تو ثابت نہیں کر پائے تو جس قول کی بنیاد پر انہیں ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کم از کم اسی کو صحیح سند سے پیش فرما دیتے، مگر نہیں!

عرض ہے کہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں، امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جس سند سے اسے نقل کیا وہ ملاحظہ فرمائیں:

کتب إلی أبو نصر بن القشیری أنا أبو بکر البیهقی أنا أبو عبد الله الحافظ قال سمعت أبا العباس الأصم یقول سمعت أبی یقول سمعت إسحاق بن إبراهیم الحنظلی یقول لا یصح عن النبی (صلی الله علیه وسلم) فی فضل معاویة بن أبی سفیان شیء۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 106/59)

اس میں ابو العباس اصم اپنے والد سے روایت کر رہے ہیں، مگر ان کے والد مجہول الحال ہیں، ان کی توثیق نہیں ملتی، اور وہی اکیلے ہیں جو امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کرتے ہیں، لہٰذا اصولی طور پر تو یہ قول بلحاظ سند و نقل ضعیف ٹھہرا! مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

''قول ثابت نہیں، اس کی سند میں ابو العباس اصم کے والد یعقوب بن یوسف بن معقل، ابوفضل، نیشاپوری کی توثیق نہیں ملی''

(دفاع صحابہ 484)

اب مرزا صاحب اگر واقعی منصف اور علمی کتابی ہیں، بابی نہیں، تو اس مجہول

الحال راوی کی توثیق ثابت کریں کہ کسی نے اسے صراحت کے ساتھ ثقہ کہا ہو وگرنہ اس قول سے دھوکہ دینا بند کر دیں۔ یاد رہے مرزا صاحب ہمیں اس راوی کی توثیق مطلوب ہے، اس کے علاوہ اگر آپ یہ کوشش کرتے پھریں کہ جی اس قول کو فلاں نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا اور فلاں نے بھی، تو یہ بے کار ہوگا!

اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی سن لیں کہ ان کے ہاں امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس ضعیف قول کی کیا اہمیت ہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے ضمن میں اپنی سند سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا جیسا کہ اوپر گزرا، پھر اس کے متصل بعد فرمایا:

وأصح ما روى فى فضل معاوية حديث أبى حمزة عن ابن عباس أنه كاتب النبى صلى الله عليه وسلم فقد أخرجه مسلم فى صحيحه، وبعده حديث العرباض اللهم علمه الكتاب، وبعده حديث ابن أبى عميرة اللهم اجعله هاديا مهديا۔

''سب سے صحیح روایت جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے، اور اس کے بعد حضرت عرباض کی حدیث، اور اسکے بعد (جو صحیح حدیث) مروی ہے وہ ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا۔''

(تاریخ دمشق: 106/59)

لیجیے خود ہی امام اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کر کے اسکی مخالفت کر رہے ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس قول کی کیا حیثیت ہے۔ مرزا صاحب! اگر یہ بسند صحیح ثابت بھی ہو جائے تو آپ اسے ہماری بیان کردہ احادیث کے خلاف پیش نہیں کر سکتے، وہ اس لیے کہ اگر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعی طور پر فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ انکی نظر میں یہ صحیح احادیث بھی تھیں جو ہم بیان کرتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ ان تک یہ احادیث نا پہنچی ہوں، یا وہ ان صحیح اور حسن اسانید کے ساتھ ان کے علم میں نا ہوں؟ تو پھر جب اس میں احتمال موجود ہے تو اسکی بنیاد پر اس باب میں مروی ہر ایک حدیث کو انکے ہاں ضعیف کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

ایسی کنڈیشن میں مرزا صاحب کا اپنا طرز عمل بھی ملاحظہ فرمائیں! آپ اپنے ایک ویڈیو لیکچر بعنوان "Jewellery (Zaiwar) par zakat" میں کہتے ہیں۔

> "بھائیوں سنن ابی داؤد میں ایک حدیث ہے انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق 1563 کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو عورتیں حاضر ہوئیں، جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے موٹے موٹے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں سے پوچھا: کیا تم اس سونے کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ نہیں، تو فرمایا پھر انکی زکاۃ ادا کیا کرو! (پھر انجینئر صاحب کہتے ہیں) یہ ہے بنیادی طور پر وہ حدیث جس کی بنیاد پر زیورات کی زکوۃ کا مسئلہ امت کی اکثریت نے ڈیٹکٹ کیا، اجماع تو نہیں ہے مگر بہر حال اکثریت نے اسے ڈیٹکٹ کیا۔ اچھا اسی حدیث کا ایک طرق جامع ترمذی میں انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق - 637 - ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث لکھ کر کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے! اور پھر انہوں نے ایک اسٹیٹمنٹ دے دی کہ زیورات کی زکاۃ کے اوپر جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ ضعیف ہیں! اس حدیث کو بھی انہوں نے ضعیف کہا، مگر جو سند امام ترمذی کے پاس ہے وہ واقعی ضعیف ہے، اس میں ابن لھیعۃ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں، اور مدلس

کی عن والی روایت سماع کی تصریح کے بغیر ضعیف ہوتی ہے! لیکن امام ابو داؤد یہی حدیث لے کر آئے ہیں سنن ابی داؤد میں انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق-1563-تو وہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے، الحمدللہ!''

اب غور کریں ایک حدیث کو ہمارے جناب صحیح کہہ رہے ہیں، اور اس سے مسئلہ اخذ کر رہے ہیں، پھر خود ہی سنن ترمذی سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے، مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور اسکے باوجود مرزا صاحب سنن ابو داؤد کی حدیث کو صحیح بتاتے ہیں! وجہ؟ حالانکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول خود انہی کی کتاب میں منقول ہے اور اسکے ثابت ہونے میں کسی قسم کا شبہ بھی نہیں، مگر دوسری طرف امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے جو منقول ہے اسکی کنڈیشن بھی آپکے سامنے ہے۔ پھر کیوں ایک ہی جیسے مسئلے میں مرزا صاحب کے دو الگ رخ ہیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا عذر تو قبول کہ انکے پاس اس حدیث کی جو سند تھی وہ واقعی ضعیف تھی، تو پھر فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا عذر کیوں نظر نہیں آتا؟ ان سے بھی تو خطا ہو سکتی ہے، ان سے بھی تو کوئی حدیث اوجھل رہ سکتی ہے، یا یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہماری پیش کردہ احادیث انکے پاس ان اسانید سے موجود نا ہوں، جیسا کہ مرزا صاحب نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تاویل بیان فرمائی، کہ انکے پاس جو سند ہے وہ واقعی ضعیف ہے، تو مرزا صاحب! اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کونسی احادیث تھیں اور کن سندوں سے تھیں، اس کا تو سرے سے کوئی پتہ نہیں، مگر پھر بھی انکے ایک قول (جو ہے بھی ضعیف سند کے ساتھ) کو ڈھال بنا کر آپ صحیح احادیث کا رد کرتے ہیں، کیا اسی کو آپ کے ہاں انصاف پسندی کہا جاتا ہے؟

اگر مان بھی لیا جائے کہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ان تمام احادیث کے متعلق ہی ہے پھر بھی (مرزا صاحب کے اصول کے مطابق) ہمیں اصول وقوانین کے تحت اس قول سے اختلاف کرنے کا حق ہے، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اسٹیٹمنٹ کے باوجود بھی مرزا

صاحب ایک حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں، کہ اس میں کوئی ضعف نہیں، تو ہمارا جواب اور رویہ بھی اس معاملے میں اسی نوعیت کا ہے!

مرزا صاحب سے گزارش ہے کہ جو حدیث سنن ابو داؤد میں زیورات کے متعلق مروی ہے یا تو اسے بھی اور اس سے متعلقہ جتنی بھی احادیث ہیں سب کو بغیر تحقیق آنکھیں بند کر کے ضعیف کہیں، اگر نہیں تو پھر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے ضعیف قول کی تقلید کرنا چھوڑ دیں، اور ہم سے دلیل پر بات کریں! کہ فلاں روایت اگر ضعیف ہے یا فلاں غیر ثابت ہے تو فلاں ضعف اور علت کی بنیاد پر۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور ان کی شہادت کا واقعہ:

ہمارے جناب مرزا انجینئر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو مشکوک اور غیر ثابت بنانے کی کوشش میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک واقعہ کا بھی چرچا کیا کرتے ہیں، آپ اپنے کئی لیکچرز میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں گئے وہاں لوگ تین سو سال گزرنے کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتے تھے! (ایک لیکچر میں کہا: منبروں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے تھے)، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا غصہ آیا، انہوں نے ارادہ کیا کہ میں علی کے فضائل پر کتاب لکھوں، تو انہوں نے ایک کتاب لکھی ''خصائص علی''، تو وہاں لوگوں نے کہا کہ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی کوئی حدیث بیان کریں! تو انہوں نے پہلے میرے والی بات کی کہ میری زبان بند ہی رہنے دو، تو وہاں کے لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ بتائیں، تو امام صاحب نے فرمایا کہ اللہ معاویہ کو صحابی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دے تو تمہارے لیے کافی نہیں؟ اور پھر کہا کہ مجھے تو معاویہ کے بارے میں صرف ایک صحیح حدیث کا پتہ ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ اللہ معاویہ کا پیٹ نہ بھرے، پس اتنی بات تھی کہ ناصبی ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کی شرمگاہ پر بھی ضربیں لگائیں حتیٰ کہ وہ قریب المرگ ہوگئے پھر ان کو ان کی خواہش کے مطابق مکہ لے جایا گیا اور وہاں ہی ان کو دفن کیا گیا۔

انہی سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ مرزا صاحب کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں، اسی لیے اسے ایک ہی عبارت میں اختصار و اجمال کے ساتھ نقل کر دیا گیا ہے! اب اس واقعہ کو بیان کر کے بھی مرزا صاحب لوگوں کو یہی تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت مروی نہیں۔ مگر مرزا صاحب پر افسوس کہ کس طرح وہ صحیح سند سے مروی احادیث کا رد غیر مستند اقوال و واقعات سے کرتے پھر رہے ہیں! حالانکہ یہ ایسے انسان ہیں کہ جو نعرے لگایا کرتے ہیں: میرے نبی سا ہے ہی کوئی نئی، بابے تے شے ای کوئی نئی! اب ہم مرزا صاحب اور ان کے چاہنے والوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اگر تمام روایات ضعیف ہیں تو بجائے وجہ ضعف بیان کرنے کے ان بابوں کے حوالے دیے جا رہے ہیں؟ اور جو اقوال پیش کر رہے ہو وہ بذات خود ضعیف ہیں! اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی ایسے واقعات کو مستند اور صحیح قرار نہیں دیتے، کہ کبھی کہا ہو کہ اسکی سند صحیح ہے! آخر کیوں نہیں کہتے؟ اس لیے کہ انہیں بھی معلوم ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں!

اچھا جب واقعہ ضعیف سند سے منقول ہے اور ضعف بھی ایسا کہ ایسی روایات کو مرزا صاحب جعلی یا جھوٹی روایات سے تعبیر کرتے ہیں، تو اب مرزا صاحب کو اسے کسی نا کسی طریقہ سچ ثابت کرنا تھا، پھر آپ نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور وہ یہ کہ آپ اس واقعہ کو متواتر قرار دینے لگے، مرزا صاحب کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ جب واقعہ جھوٹا اور بے سند ہو تو اس پر اجماع یا تواتر کا جھوٹا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان سے کسی سائل نے اس واقعے کی دلیل کے متعلق پوچھنا چاہا تو آپ بول اٹھے:

''تواتر سے نقل ہوا ہے سر! ہمیں بتائیں کہ دنیا میں کسی محدث نے امام نسائی کی شہادت کے (اس) واقعے کا انکار کیا ہو؟ اسماء الرجال کی کتابوں میں تواتر سے یہ واقعہ نقل ہوا ہے، سندوں کو پھلانگنے کی ضرورت ہی

نہیں..........‘‘

Imam Nisai per Tashaddud waly waqiya ki daleel kiya ha

لیجئے اس واقعے کے اثبات کی دلیل! کتنا آسان ہے ناکسی بھی غیر مستند بات کو صحیح ثابت کرنا کہ اس پر تواتر جیسا دعویٰ کر دیا جائے، اور انجینئر صاحب تو اکثر ایسے جھوٹے دعوے کرتے رہتے ہیں! دیکھیں یہاں تواتر کا اتنا بڑا دعویٰ تو کر دیا گیا مگر کس دلیل کی بنیاد پر؟ نا تو واقعہ کی دلیل بیان کی، اور اس کے ثبوت میں جو دعویٰ کیا اس کی بھی کوئی دلیل نہیں، سبحان اللہ! یہ اسی طرح ہے کہ کوئی پوچھے:

سوال: تمہارا گھر کہاں ہے؟

جواب: مسجد کے سامنے!

سوال: تو مسجد کہاں ہے؟

جواب: جی میرے گھر کے سامنے!

سوال: اور یہ دونوں کہاں ہیں؟

جواب: آمنے سامنے!

اب نا پتہ چلے گھر کہاں ہے نا پتہ چلے مسجد کہاں ہے۔ اسی طرح انجینئر صاحب کے جواب کا معاملہ ہے، ایک بے دلیل چیز کی دلیل دے رہے ہیں، اور جو دلیل دے رہے ہیں وہ بھی بے دلیل ہے۔ تو مرزا صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے وہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے، یہ واقعہ متواتر ہرگز نہیں! اگر ہے تو دلیل مرزا صاحب کے ذمے ہے کہ اسے متواتر ثابت کریں، اور کس محدث نے اسے متواتر قرار دیا ہے بیان کریں۔

جناب! آپ کو تواتر کی تعریف اور اس کی شرائط کا پتہ بھی ہے؟ متواتر کوئی چیز تب کہلاتی ہے کہ جب ہر ہر دور میں اسے محدثین کی ایک کثیر تعداد بیان کرنے والی ہو۔ اب اسے ملحوظ رکھتے ہوئے کریں پیش حوالے کہ ہمارے اس دور سے لے کر امام نسائی کے دور تک کے تمام ادوار میں یہ قصہ ایک کثیر تعداد نے نقل کیا ہو۔

اور پھر آپ کا یہ مطالبہ بھی عجیب ہے کہ کسی محدث نے اس واقعے کو ضعیف کہا ہو۔ بھئی پہلے آپ متواتر تو ثابت کریں! یہ معاملہ الگ ہے کہ کسی نے اسے ضعیف کہا یا نہیں۔ اور کیا کسی واقعے کے ضعیف ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ اسے کسی نا کسی محدث نے ضعیف کہا ہو؟ ذرا یہ اصول بھی کہیں سے پیش کرنے کی زحمت فرمائیں! کہ تاریخ کا صرف وہی واقعہ ضعیف وغیر معتبر ہے جسے کوئی محدث ضعیف کہے ورنہ باقی ساری تاریخ ہی مستند ہے! آپکا ہم سے مطالبہ کرنا نہیں بنتا کہ ہم پیش کریں کہ اسے کسی نے ضعیف کہا ہو، کیوں کہ مدعی آپ ہیں، واقعہ آپ بیان کر رہے ہیں تو دلیل آپ کے ذمے ہے کہ آپ اسے صحیح سند سے ثابت کریں۔ اور جب واقعہ کی سند ہمارے پاس موجود ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ فلاں علت کے سبب ضعیف ہے، تو کیا اب بھی یہ ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ کسی محدث نے اسے ضعیف کہا ہو؟ پھر جناب! آپ تو بابی بالکل نہیں آپ تو علمی کتابی ہیں، پھر آپکا تو یہ مطالبہ ہرگز نہیں بنتا۔ محدثین ہی نے اسناد کے حوالے سے اصول وضوابط طے کیے ہیں، انہی نے بتایا ہے کہ اگر سند میں فلاں فلاں خرابی ہوگی تو وہ ضعیف کہلائے گی! اب یہاں پر انکی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، اور ان کے متعلق یہ مطالبہ لغو اور فضول کہلاتا ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں واقعے کو ضعیف قرار دیا یا نہیں؟

مزید تسلی کے لیے عرض ہے کہ انجینئر صاحب کے نزدیک بڑی معتبر اور علمی شخصیت، شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انجینئر صاحب انہیں جگہ جگہ محدث قرار دیتے ہیں، یہاں تک کہ پاکستان کا سب سے بڑا محدث آپ شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی مانتے ہیں، تو وہ بھی اس واقعہ کو ضعیف اور غیر ثابت قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ اپنے تحقیقی مقالے میں اس کی حقیقت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(امام) حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مَشَايِخَنَا بِمِصْرَ يَذْكُرُونَ أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَارَقَ مِصْرَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ،

وَخَرَجَ إِلَى دِمَشْقَ، فَسُئِلَ بِهَا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَمَا رُوِيَ مِنْ فَضَائِلِهِ. فَقَالَ: لَا يَرْضَى مُعَاوِيَةُ رَأْسًا بِرَأْسٍ حَتَّى يُفْضَلَ. قَالَ: فَمَا زَالُوا يَدْفَعُونَ فِي حِضْنَيْهِ حَتَّى أُخْرِجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حُمِلَ إِلَى الرَّمْلَةِ، وَمَاتَ بِهَا سَنَةَ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِ مِائَةٍ، وَهُوَ مَدْفُونٌ بِمَكَّةَ۔

''پس مجھ سے محمد بن اسحاق (بن محمد بن یحیی بن مندہ) الاصبہانی نے بیان کیا: میں نے مصر میں اپنے استادوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابو عبدالرحمٰن (النسائی) نے آخری عمر میں مصر کو الوداع کہا اور دمشق کی طرف چلے گئے تو وہاں اُن سے معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں پوچھا گیا اور ان کے فضائل کی روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے؟ چہ جائے کہ انھیں فضیلت دی جائے؟! کہا: لوگ انھیں سینے (یا خصیوں) پر مارتے رہے حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکال دیئے گئے پھر انھیں اٹھا کر مکہ لے جایا گیا اور وہ وہیں 303ھ میں فوت ہوئے اور مکہ میں دفن ہوئے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص83 ح182)

اس روایت کی سند میں ''مشائخنا'' سارے مشائخ مجہول ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور اس پر حافظ ابن عساکر کا حاشیہ (تہذیب الکمال: 1/ 45) بے فائدہ ہے۔

اس روایت کو حافظ ذہبی نے بغیر کسی سند کے ابن مندہ عن حمزہ العقبی المصری وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 14/ 132)۔

یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

اور محدث زبیر علی زئی صاحب نے مزید فرمایا: یہ وہ روایات ہیں جنہیں بعض علماء اور واعظین مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں، مثلاً شاہ عبدالعزیز دہلوی نے امام

نسائی کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ.................''

تو یہ سارا بیان زیب داستان ہے اور باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں!

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا: اگر کوئی شخص کہے کہ ان قصوں میں صحیح یا حسن سند کا ہونا ضروری نہیں تو عرض ہے کہ یہ اصول غلط ہے اور اس کے مختصر رد کے لئے دیکھئے میرا مضمون: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سبب؟ (مقالات: ج6 ص269)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام نسائی کے بارے میں بستان المحدثین وغیرہ کا قصہ اصولِ محدثین کی رُو سے باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں اور نہ امام نسائی کا شیعہ ہونا کہیں ثابت ہے، بلکہ وہ اہلِ سنت کے جلیل القدر اماموں میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ''

(تحقیقی مقالات: جلد6،ص272-275)

یہ لیں محدث زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے نا صرف اس کو دلائل سے غیر ثابت اور ضعیف کہا بلکہ اسے بیان کرنے والوں کی بھی گرفت کی! اور آپکا دارالسلام والوں کا نام لے کر اس واقعہ کی مشہوری کروانا بھی باطل ٹھہرا، کیوں کہ آپ کے نزدیک وہ محدث اعظم ہیں، اور آپ کے بقول وہ اہل حدیث کے سب سے بڑے محقق اور عالم ہیں،تو انکے اور دیگر کئی اہل علم کے رد اور اصلاح کرنے سے اب دارالسلام کی غلطی کو ڈھال بنانا کہ انہوں نے تو امام نسائی کے حالات زندگی میں ان کی وفات کے تحت واقعہ ہی یہی بیان کیا، کوئی فائدہ مند نہیں۔اور شیخ زبیر صاحب کی اس تصریح جو آپ نے اس تحریر کے آخیر میں فرمائی سے آپکی اس بات کا بھی رد ہوگیا کہ جو آپ نے کہا کہ اس واقعے کی سند وغیرہ کی بحث ضروری نہیں۔

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اس واقعہ کو ضعیف اور غیر ثابت کہا، اور فرمایا کہ اس میں مجہول اور غیر معتبر راوی موجود ہیں: (دفاع صحابہ: 484)

پھر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کرنا بھی انتہائی گھناؤنا جھوٹ ہے کہ تمام اسماء

الرجال کی کتابوں میں تواتر کے ساتھ یہ واقعہ نقل ہوا ہے، جناب ذرا ہمت کریں اور ان تمام کتب کا نام اور ان میں جہاں وہ واقعہ بیان ہوا وہ جگہ اور پھر ہر ہر دور میں اسماء الرجال کی کتب سے اسکا ثبوت پیش کر کے دکھائیں! کیوں کہ آپکا دعویٰ ''تمام کتب'' اور ''تواتر سے ثابت ہے'' یہی تقاضا کرتا ہے۔

ایک ویڈیو میں انجینئر صاحب کہتے ہیں: ''امام نسائی کی شہادت کا یہ واقعہ تواتر کے ساتھ تمام اُئمہ اہل سنت نے ''امام ذہبی'' ہوں (اور) باقی اُئمہ نے نقل کیا ہے!''

IMAAM NISAAI ki SHAHADAT رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کسی ایک جگہ پر نہیں کیا، بلکہ بار بر کہتے ہیں کہ تمام ائمہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے! اور نام صرف ذہبی کا ہی لیتے ہیں۔

Imam Nisai R.T.A ki Shahadat kay Waqiya Mein Ahle Hadees aur Engineer sab mein Ikhtilaf Kiyon? - 6:25

مختلف ویڈیوز میں مختلف جگہوں پر ایک ہی دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ تمام اُئمہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، مگر حوالے کتنے اُئمہ کے دیے جاتے ہیں؟ صرف ایک! کیا تمام اُئمہ سے مراد فقط امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں؟ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد اور جھوٹا ہے، اگر تمام اُئمہ نے اسے نقل کیا ہے تو ہر مرتبہ مرزا صاحب کے منہ سے صرف ایک ہی نام کیوں نکلتا ہے؟ اور یہ بھی یاد رہے امام ذہبی ہوں یا انکے علاوہ جتنے بھی مؤرخین ہیں انہوں نے اپنی کتب میں ہرگز، ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم صرف صحیح و مستند تاریخ اور واقعات بیان کریں گے! لہٰذا چند کتب تاریخ میں کسی بات کا ذکر اس کی تصحیح و توثیق کی دلیل بالکل نہیں ہوا کرتا، اور پھر ہمارے انجینئر صاحب بھی اس بات سے منحرف نہیں! لہٰذا امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی بے کار ہے۔

اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس واقعہ میں بیان ہوا ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ مکہ میں فوت ہوئے اور مکہ ہی میں آپ کی تدفین کی گئی! اور انجینئر صاحب کی سب سے پہلی ذکر کردہ ویڈیو میں ہے کہ آپ کی شہادت دمشق میں ہوئی۔ مگر دوسری طرف امام

نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس المصری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استاد امام النسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر کرتے ہیں، چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں امام نسائی کا زیرِ بحث واقعہ نقل کیا، اسکے بعد لکھتے ہیں :

قَالَ أَبُو سَعِيدِ بنُ يُونُسَ فِي تَارِيخِهِ: كَانَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّسَائِيُّ إِمَامًا حَافِظًا ثَبْتًا. خَرَجَ مِنْ مِصْرَ فِي شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ مِنْ سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَثَلاَثِ مائَةٍ، وَتُوُفِّيَ بِفِلَسْطِينَ فِي يَوْمِ الاثْنَيْنِ لِثَلاَثِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ صَفَرٍ، سَنَةَ ثَلاَثٍ۔

قُلْتُ: هَذَا أَصَحُّ، فَإِنَّ ابْنَ يُونُسَ حَافِظٌ يَقِظٌ وَقَدْ أَخَذَ عَنِ النَّسَائِيِّ، وَهُوَ بِهِ عَارِفٌ۔

''ابوسعید بن یونس اپنی تاریخ (کی کتاب) میں کہتے ہیں: امام ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمۃ اللہ علیہ حافظ، ثبت اور امام تھے! آپ ذو القعدہ کے مہینے میں 302ھ میں مصر سے نکلے، اور آپ سوموار کے دن 13 صفر/ 303ھ کو ''فلسطین'' میں فوت ہوئے۔

میں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ روایت اس سے درست ہے، کیوں کہ ابن یونس حافظ، (اور اس فن میں) محتاط و چوکنے تھے، اور وہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں، اور وہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو زیادہ جاننے والے ہیں!''

(سیر اعلام النبلاء: 14/ 133)

اب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا شاگرد اپنے استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر کر رہا ہے، اور ان کے بقول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات فلسطین میں ہوئی! فیصلہ کریں کس کی بات زیادہ معتبر ہوگی، وہ بات جو مجہول لوگ بیان کریں، یا وہ جسے خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا شاگرد بیان کرے؟

اور مزید یہ کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے امام ''الطحاوی'' رحمۃ اللہ علیہ سے اسی جیسا قول

نقل کیا: (تذہیب تہذیب الکمال: 1/153)۔ جس سے مرزا صاحب کے بیان کردہ واقعے کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔

پھر یہاں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ انہوں (امام ابن یونس المصری) نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر کیا مگر وہ ضعیف قصہ جسے مرزا صاحب پیش کرتے ہیں کو توسرے سے ذکر ہی نہیں کیا! تو اس سے ہمارے مدعے کو مزید تقویت ملتی ہے کہ وہ واقعہ ضعیف ہے، صحیح ثابت نہیں! اور اس سے جناب انجینئر صاحب کے اس باطل اور جھوٹے دعوے کا بھی صاف رد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو تمام أئمہ نے نقل کیا ہے، بھئی تمام کی بات تو چھوڑیں، خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد اپنے استاد کی وفات کے ذکر میں وہ قصہ بیان نہیں کر رہا، جسکے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ امام نسائی کو زیادہ جاننے والے تھے وغیرہ وغیرہ!۔

یہیں بس نہیں، آگے چلیے! امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ضعیف قول اور واقعہ تو مرزا صاحب مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں، مگر خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے جو قول جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں منقول ہے، کبھی وہ بھی بیان کیا ہے؟ نہیں کبھی نہیں! کیوں کہ آپ کے نصاب میں ایسی باتیں ہے ہی نہیں، آپ کا تو کام حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صرف منفی تاثرات دینا اور لوگوں کو ان سے بدظن کرنا ہے، اور خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق، اس کے لیے چاہے آپ کو ایمانداری، اور صداقت جیسے اوصاف کی دھجیاں اڑانی پڑیں۔ خیر، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے جو قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصی طور پر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں منقول ہے، ملاحظہ فرمائیں! امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

روى عن أبي عبد الرحمن النسائي أنه سئل عن معاوية بن أبي سفيان صاحب رسول الله ﷺ فقال: إنما الإسلام كدار لها باب، فباب الإسلام الصحابة، فمن آذى الصحابة إنما أراد الإسلام، كمن نقر الباب إنما يريد دخول الباب.

قال: فمن أراد معاوية فإنما أراد الصحابة۔

''امام ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کی مثال ایسے ہے جیسے ایک دروازے والا گھر ہو، پس اسلام کا دروازہ صحابہ ہیں، اور جس نے صحابہ کو اذیت دی اس نے اسلام پر جرأت کی، جیسے کوئی دروازے پر دستک دینے والا دروازے سے گھسنا چاہتا ہے، اور فرمایا: جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص یا آپ پر تنقید کرتا ہے وہ اصل میں تمام صحابہ پر تنقید کرتا ہے!''

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج71، ص/175-176)

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک جگہ یہی قول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے انکی وفات والے غیر ثابت قصے کے متصل بعد ذکر کیا: [تذہیب تہذیب الکمال: 1/153]، آخر وہ کیا تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں، اور آپ کیا تاثر دینے کے لیے یہ سب بھاگ دوڑ کر رہے ہیں؟

تف ہے مرزا صاحب! پہلے تو صحیح روایات کا رد ضعیف اقوال و واقعات سے کر رہے ہیں، اور پھر اسے ثابت کرنے کے لیے تواتر کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے، اور انکی اسانید کے ہونے یا نا ہونے کو غیر ضروری کہا جا رہا ہے، (حالانکہ صحیح الاسناد روایات کی ترغیب آپ خود لوگوں کو دلاتے پھرتے ہیں، اور تاریخی بے سند اور ضعیف روایات سے کلی طور پر براءت کا اعلان کرتے ہیں)، پھر تواتر کا دعویٰ تو کہیں رہ گیا، اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپ کو یہ جھوٹا دعویٰ بھی کرنا پڑ گیا کہ ''تمام ائمہ اہل سنت'' نے ''اسماء رجال'' کی تمام کتب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا یہ واقعہ نقل کیا، اور پھر تمام میں سے نام بھی لیتے ہیں تو بس ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا، اور پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب اور منہج جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے متعلق اختیار کیا اس کی آپ بالکل مخالفت کر رہے ہیں، اور اس ضعیف قصے کو miss use وہ بھی ذہبی کا نام لے کر کر رہے ہیں۔ اس پر ہم تو کچھ

کہنے سے قاصر ہیں، ہاں معاملہ عوام اور انجینئر صاحب کے محبین کے حوالے کرتے ہیں، وہ خود فیصلہ فرمالیں کہ مرزا محمد علی انجینئر صاحب عدل و انصاف اور صداقت کے کس منصب پر فائز ہیں!

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

فضائل جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشکوک بنانے کے لیے مرزا انجینئر صاحب جن کمزور چیزوں کا سہارا لیتے ہیں ان میں ایک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی ہے، چنانچہ فتح الباری کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''امام ابن الجوزی نے عبداللہ بن احمد سے ان کے والد احمد بن حنبل کا مکالمہ بھی نقل کیا ہے، کہ انہوں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے پوچھا......
> ...... کہ سیدنا علی اور حضرت معاویہ کے اختلاف کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو امام احمد بن حنبل نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا! پھر فرمایا: میرے بیٹے خوب سمجھ لو کہ سیدنا علی کے دشمن بہت ہی زیادہ تھے، جنہوں نے ان کے عیوب تلاش کرنا چاہے، مگر ناکام رہے! چنانچہ ان دشمنوں نے ایک متبادل چال کے طور پر اس دوسرے شخص یعنی معاویہ کو مقصد برآری کے لیے موزوں پایا، جو ان سے جنگیں کر چکا تھا، چنانچہ ان دشمنوں نے سیدنا علی کے مقابلے پر اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔''

پھر اس کے بعد انجینئر صاحب اس کی باطل تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''انہوں نے کہا ہے یہ جو حضرت معاویہ کے متعلق حدیثیں مل رہی ہیں نا، حضرت علی کو تو نیچا نہیں کر سکتے تھے، یہ گھڑیں ہیں انہوں نے!..........''

کیا ہے کہ انجینئر صاحب نے صحیح الاسناد صحیح الاسناد کی اتنی رٹ لگائی ہے کہ ہمیں عادت سی ہوگئی ہے کہ ان کی ہر ہر دلیل کو ہم اسنادی قوانین کی روشنی میں پرکھتے ہیں، ایسا نہیں کہ ہم مارے تعصب کے بس ان کی ہر دلیل کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش

کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تو حجت نہیں اور نا ہی انہوں نے امام احمد بن حنبل کے اس قول کی سند ہی ذکر کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الموضوعات'' کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اس قول کی مکمل سند موجود ہے (الموضوعات :2 / 24)۔ تو اس سند میں ایک راوی ابوسعید بن الحرفی ہے، کسی امام الجرح والتعدیل سے صراحت کے ساتھ اس کی توثیق منقول ہی نہیں! اگر ثابت ہے تو انجینئر صاحب یا ان کا کوئی حواری پیش کر دے ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ نیز اس میں ایک متکلم فیہ راوی محمد بن علی بن الفتح بھی موجود ہے، اگرچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توثیق کی ہے لیکن علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جرح مفسر کر رکھی ہے۔ (المیزان :7989) اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''قلت: لیس بحجة'' میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ راوی حجت نہیں ہے۔

یہ تھی انجینئر صاحب کے پیش کردہ قول کی اسنادی حیثیت، جبکہ دوسری جانب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ:

يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُمَا اللهُ؟ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: مَا أَقُولُ فِيهَا إِلَّا الْحُسْنَى، رَحِمَهُمُ اللهُ أَجْمَعِينَ۔

''اے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)! آپ جناب علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''میں ان کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں کہتا، اللہ ان تمام صحابہ پر رحم فرمائے۔''

(السنۃ للخلال:713)

اور اس کی سند کیا ہے؟ امام ابوبکر الخلال رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ائمہ میں سے

ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ روایت امام ابو بکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی، اور یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ اور وہ امام احمد سے یہ قول نقل کر رہے ہیں۔ وہی امام احمد اور وہی سوال، لیکن جواب میں فرق نمایاں ہے! اب کون سا جواب قابل حجت ہوگا؟ اور کیا ہمارے حق گو انجینئر صاحب نے کبھی یہ قول بیان کیا ہے؟

اور اگر وہ قول ثابت مان بھی لیا جائے پھر بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوتی، انہوں نے اپنے مفاد کے لیے اصل بات کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کی وضاحت سے واضح ہے کہ اس قول سے آپ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی سب کی سب روایات کو من گھڑت قرار دینا چاہ رہے ہیں، جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ''یہ جو حدیثیں معاویہ کے بارے میں مل رہی ہیں''۔ یعنی علماء حضرات جو بھی فضائل سناتے اور بیان کرتے ہیں وہ سب من گھڑت اور موضوع ہیں! حالانکہ یہ سراسر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی غلط ترجمانی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہرگز یہ مراد نہیں!

جواباً عرض ہے کہ کیا امام صاحب نے یہ کہا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں مروی تمام روایات من گھڑت ہیں؟ بالکل نہیں! ان کے قول سے زیادہ سے زیادہ جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث گھڑی بھی گئیں ہیں۔ مگر اس سے ان احادیث کا انکار کہاں لازم آتا ہے جو بسند صحیح منقول ہیں؟ یعنی اگر کسی کے متعلق حدیث میں فضیلت وارد ہوئی ہے، اور اسی کے متعلق بناوٹی احادیث بھی موجود ہیں، تو ان من گھڑت روایات کی وجہ سے کیا دوسری (ثابت شدہ) احادیث پر بھی وہی حکم لگ جائے گا؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں! تو کیوں مرزا صاحب آپ لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟

خود ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول سے یہ مسئلہ اخذ نہیں کیا جو آپ کرید نے کی کوشش میں ہیں، اگر ہماری پیش کردہ احادیث بھی موضوع ہی ہیں، اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے گھڑیں ہیں، تو پھر ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (جو احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ناقل ہیں) ان احادیث کو بھی ضرور ذکر کرتے، مگر کیا انہوں نے ان احادیث میں سے کسی ایک کو بھی من گھڑت یا ضعیف کہا؟ ہرگز نہیں! حالانکہ یہ مشہور ہیں، تو سب سے زیادہ یہ حقدار تھیں کہ ان کی نشاندہی کی جاتی کہ جی یہ سب بھی من گھڑت ہیں۔

اور پھر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو ان احادیث کو اپنی کتاب ''مسند احمد'' میں لے کر آئے ہیں:

- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ: (مسند احمد: 17895)
- اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ:

(مسند احمد: 17152)

اگر یہ احادیث ان کے نزدیک جناب علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے گھڑیں تھیں تو کیا وہ انہیں اپنی کتاب میں درج کرتے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ جناب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تمام احادیث کو من گھڑت اور دشمنان علی رضی اللہ عنہ کی وضع کردہ کہا ہی نہیں! اسکی ایک بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی ایک مشہور حدیث "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ" ہے، جو ہم نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت سنن ترمذی کے حوالے سے ذکر کی ہے، یہ حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مسند احمد میں لائے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، اب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کی سند ملاحظہ فرمائیں! آپ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ الْأَزْدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ ذَكَرَ

مُعَاوِيَةَ، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ"۔

یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان پانچ واسطے ہیں، احمد اپنے استاد علی بن بحر سے روایت کرتے ہیں، وہ ولید بن مسلم سے، وہ سعید بن عبدالعزیز سے، اور وہ ربیعہ سے، اور وہ صحابی رسول عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے!

اب ان راویوں کے متعلق خود احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آراء بھی دیکھ لیں!

''علی بن بحر'' کو ثقة، لا بأس به قرار دیا: (تاریخ بغداد-13/268)

''ولید بن مسلم'' کے بارے میں فرمایا:

كَانَ عِنْدَكُمْ ثَلَاثَةُ أَصْحَابُ حَدِيثٍ: مَرْوَانُ، وَالْوَلِيدُ، وأبو مسهر۔

''تمہارے پاس تین (بڑے بڑے) اصحاب حدیث ہیں! مروان، ولید بن مسلم اور ابو مسھر۔'' (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، ص، 384)

''سعید بن عبدالعزیز'' کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لَيْسَ بِالشَّامِ رجل أصح حديثا من سعيد بن عبد الْعَزِيز التنوخي۔

''شام میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی حدیث سعید بن عبدالعزیز سے زیادہ صحیح ہو'': (العلل لاحمد-3/ 53)

اور اسی صفحے پر آپ کا دوسرا قول بھی موجود ہے کہ: ''امام اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز میرے نزدیک برابر ہیں''! جبکہ امام اوزاعی بہت بڑے امام، محدث اور فقیہ تھے، تو پھر سعید بن عبدالعزیز کا روایت حدیث میں کیا مقام ہوگا؟

''ربیعہ بن یزید'' بخاری و مسلم کے راوی ہیں! صحیح البخاری: 5478، صحیح المسلم: 542، 1037، 2735 وغیرہ۔

اور رہے ''عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ'' تو وہ صحابی ہیں! اب مرزا صاحب یا ان کے چیلے ہمیں بتائیں کہ آخر یہ حدیث گھڑی تو گھڑی کس راوی نے؟ اس کے سب راوی

تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ثقہ ہیں۔

مرزا صاحب کے دلائل اور آپ کی کمال منصف مزاجی آپ دیکھ چکے، اب ان احادیث کی صحت کے متعلق ہماری گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ''ہادی ومہدی'' کی تحقیق:

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: ''اے اللہ اسے ھادی اور مھدی بنا دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔''

(سنن ترمذی:3842)

اس حدیث کو محدثین میں سے امام ترمذی، الجورقانی اور ابن حجر المکی نے حسن اور امام ابن حبان، ابن عساکر، علامہ البانی اور شیخ زبیر علی نے صحیح قرار دیا ہے رحمۃ اللہ علیہم! جیسا کہ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان میں اس حدیث کے تحت بحوالہ ذکر کیا گیا۔

سند ومتن میں کسی قسم کی علت موجود نہیں جس سے حدیث ساقط الاحتجاج بنتی ہو، اور تمام راوی ثقہ ہیں جسکی تفصیل پیش خدمت ہے:

1-محمد بن یحییٰ

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

نے آپ کو ثقہ قرار دیا: [الجرح والتعدیل-8/125]

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا ''امام من أئمة المسلمين'': [الجرح والتعدیل-8/125]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں ''الثقات'' میں ذکر کیا: [الثقات لابن حبان-9/115]

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے کہا ''كان أحد الأئمة العارفين والحفاظ المتقنين، والثقات المأمونين'': [تاریخ بغداد-4/656]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں ''الحافظ'' کہا: [الکاشف-5211]، اور یہ توثیق کے کلمات میں سے ایک ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا: ''ثقة حافظ جليل'': [التقریب-ص/907]

2-ابو مُسہِر الدمشقی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے صحیح البخاری میں ان سے روایت لی: [صحیح بخاری-77]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی مسلم میں ان سے روایات لیں: [صحیح مسلم-1548،1975]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپکا قول پہلے بھی گزرا '' كَانَ عِنْدَكُمْ ثَلَاثَةٌ أَصْحَابُ حَدِيثٍ: مَرْوَانُ، وَالْوَلِيدُ، وأبو مسهر ''۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ثقہ قرار دیا:[الجرح والتعدیل-6/29]

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی انہیں ثقہ کہا:[الجرح والتعدیل-6/29]

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی ثقہ قرار دیا:[الثقات-916]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے الثقات میں ذکر کیا اور کہا:''كان امام اهل الشام في الحفظ والاتقان'':[الثقات-8/408]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

''ثقة فاضل'':[تقریب التہذیب-3738]

3-سعید بن عبدالعزیز

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے صحیح مسلم میں ان سے روایات لیں:[صحیح مسلم-477،1122،2577]

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں بڑے ائمہ حدیث اور حفاظ میں ذکر کیا اور کہا''الْحُجَّةُ'':
[تاریخ ابی زرعہ الدمشقی-ص/461]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا قول پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ''شام میں اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز سے بڑھ کر کوئی صحیح حدیث روایت کرنے والا نہیں'':[العلل-4131]

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ثقہ قرار دیا، اور کہا''میں شامی راویوں میں امام اوزاعی کے بعد کسی کو سعید بن عبدالعزیز پر فضیلت نہیں دیتا'':[الجرح والتعدیل-4/42]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی سعید بن عبدالعزیز کی توثیق کی: [الثقات لابن حبان-6/369]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا ''ثقة امام'': [التقریب-ص/383]

لہٰذا ''سعید بن عبدالعزیز'' فی نفسہ ثقہ ہیں! آخری عمر میں یہ مختلط ہو گئے تھے، مگر ان کا اختلاط یہاں مضر نہیں ہے کیونکہ سعید بن عبدالعزیز سے یہی حدیث ایک دو نہیں بلکہ پانچ مختلف راویوں نے سن کر آگے بیان کی ہے، جیسا کہ اضطراب کی بحث میں آرہا ہے۔ نیز یہاں ان کے شاگرد ابو مسھر ہیں، جن کے متعلق امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سعید بن عبدالعزیز کو امام اوزاعی پر فوقیت دیتے تھے۔ (الجرح والتعدیل: 4/42)۔ اہل علم اسے اس بات کا قرینہ قرار دیتے ہیں کہ ابو مسھر کی سعید سے روایت قبل از اختلاط ہے، ورنہ انہیں اوزاعی جیسے ثقہ ثبت راوی سے بہتر نا کہا جاتا:
(الصحیحۃ للالبانی:4/615،7/690)

4- ربیعہ بن یزید

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے صحیح بخاری میں ان سے روایت لی: [صحیح بخاری-5478]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بھی صحیح مسلم میں ان کی احادیث لائے: [صحیح مسلم-542،1037،1043]

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ثقہ قرار دیا: [طبقات ابن سعد-7/465]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی توثیق کی: [الثقات-4/232]

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے کہا ''تابعی ثقة '':[الثقات للعجلی -ص،159]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ''ثقة عابد'' قرار دیا:[التقریب-323]

5-عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ

آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انکا صحابی ہونا ثابت نہیں، اور اس بنیاد پر وہ اس حدیث کو منقطع قرار دیتے ہیں، مگر یہ درست نہیں! محدثین کی ایک بڑی جماعت نے انہیں صحابی قرار دیا ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انکا شمار صحابہ میں کیا:[التاریخ الکبیر للبخاری-791]

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ان کے متعلق فرمایا ''وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ''اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔

[الطبقات -7/417]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں طبقاتِ صحابہ میں ذکر کیا:[الثقات-3/252]

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا ''لهُ صُحبَةٌ'' انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہے:

[الجرح والتعدیل-5/273]

امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے آپ کو صحابہ میں ذکر کیا:[معرفة الصحابة لابی نعیم-4/1836]

امام سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر کہا: "وكان من

اصحاب النبی ﷺ'': [ترمذی-3842، تاریخ بغداد-1/574]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے جناب عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث کو امام سعید کے قول ''وكان من اصحاب رسول الله'' کے ساتھ نقل کیا ہے، اور اس کی کوئی تردید نہیں کی، بلکہ اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک بھی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صحابی ہیں: [سنن ترمذی:3842]

ابوالحسین عبدالباقی بن قانع رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ میں کیا: [معجم الصحابۃ لابن قانع-621]

امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی آپ کو ''معجم الصحابہ'' میں ذکر فرمایا: [معجم الصحابۃ للبغوي-1946]

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''لَهُ صُحبَةٌ'': [تالی تلخیص المتشابہ-2/539]

امام جمال الدین المزی رحمۃ اللہ علیہ:

نے آپ کے بارے میں فرمایا ''لَهُ صُحبَةٌ'':

[تہذیب الکمال فی اسماء الرجال-17/321]

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں صحابی قرار دیا: [الکاشف-1/638]

اور ایک جگہ فرمایا ''وَالأَظْهَرُ أَنَّهُ صحابي'': [تاریخ الاسلام-2/541]

علامہ التقی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی جناب عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی کہا:

[العقد الثمین-6/92]

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا ایک قول بھی یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور آپ نے اس پر مدلل بحث کی۔ پھر آپ نے دیگر محدثین سے بھی یہ قول نقل کیا، آپ فرماتے ہیں:

قال أبو حاتم وابن السّكن: له صحبة. ذكره البخاري، وابن سعد، وابن البرقي، وابن حبان، وعبد الصمد بن سعيد في الصحابة۔ وذكره أبو الحسن بن سميع في الطبقة الأولى من الصحابة۔

''امام ابو حاتم اور ابن السکن نے کہا کہ آپ صحابی ہیں، اور امام بخاری، ابن سعد، ابن البرقی، ابن حبان اور عبد الصمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہم نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا، اور ابوالحسن بن سمیع نے انکا ذکر صحابہ کے پہلے طبقے میں کیا۔''
(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 287/4)

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا: **وهو صحابي**: [الصحیحۃ -7/690]

اتنے محدثین کی تصریحات کے باوجود انجینئر مرزا صاحب یہ جھوٹ بولتے ہیں (اور جھوٹ بولنا ان کے لیے عام سی بات ہے) کہ عبد الرحمٰن کو [کئی محدثین] صحابی نہیں تابعی کہتے ہیں، وہ صحابی ہے ہی نہیں۔ اور جناب محترم اس وجہ سے روایت کو مرسل و منقطع قرار دے کر اسے مشکوک ٹھہراتے ہیں۔ (علمی و تحقیقی مجلس نمبر 26، دورانیہ-1:55:00)

اور یہ بھی یاد رہے کہ ان کے پلیٹ فارم سے ہر بات بحوالہ اور دلیل کے ساتھ ہوتی ہے۔

کیا سند میں اضطراب ہے؟

اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ولید بن مسلم اور عمر بن عبد الواحد عن سعید بن عبد العزیز عن یونس بن میسرۃ عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کی سند سے بیان کرتے ہیں جبکہ ابو مسہر اسے عن سعید بن عبد العزیز عن ربیعہ بن یزید عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ سے

واسطے سے بیان کرتے ہیں، لہٰذا سند میں اضطراب ہے۔

تو عرض ہے کہ اول تو یہ اضطراب نہیں اگر مان بھی لیں پھر بھی ایسا نہیں کہ موجب ضعف بن جائے، کیوں کہ سند یا متن میں اضطراب کا حکم اس وقت لگتا ہے کہ جب جمع یا ترجیح ممکن نا ہو، اور درست بات معلوم نا ہوتی ہو۔ جیسا کہ محدثین نے صراحت کی ہے:

أَمَّا إِذَا تَرَجَّحَتْ إِحْدَاهُمَا بِحَيْثُ لَا تُقَاوِمُهَا الْأُخْرَى بِأَنْ يَكُونَ رَاوِيهَا أَحْفَظَ، أَوْ أَكْثَرَ صُحْبَةً لِلْمَرْوِيِّ عَنْهُ، أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ وُجُوهِ التَّرْجِيحَاتِ الْمُعْتَمَدَةِ، فَالْحُكْمُ لِلرَّاجِحَةِ، وَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ حِينَئِذٍ وَصْفُ الْمُضْطَرِبِ وَلَا لَهُ حُكْمُهُ۔

''اگر ان دونوں (مضطرب اسناد) میں سے ایک راجح جبکہ دوسری اس کے ہم پلہ نا ہو، بصورت یہ کہ اس (راجح سند) کا راوی زیادہ حافظے والا ہو، یا استاد کے ساتھ اسکی صحبت زیادہ ہو یا اسکے علاوہ ترجیحات کی کوئی صورت ہو تو اس وقت حکم (یعنی اعتبار) راجح (سند) کا ہوگا اور اس (ترجیح) کی صورت میں اس پر وصفِ اضطراب کا اطلاق نا ہوگا اور نا ہی اس پر اضطراب کا حکم لگے گا!''

(مقدمۃ ابن الصلاح: ص 94)

أَمَّا إِنْ رَجَحَ بَعْضُ الْوُجُوهِ لَمْ يَكُنْ مُضْطَرِبًا وَالْحُكْمُ لِلرَّاجِحِ مِنْهَا وَجَبًا۔

''اگر بعض وجوہات کی بنیاد پر (اسناد میں سے کسی کو) ترجیح حاصل ہو تو (سند) مضطرب نہیں ہوگی اور راجح پر حکم لازم ہوگا۔''

(فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث: 1/290)

اور یہاں بھی ترجیح ممکن ہے، کیوں کہ ولید بن مسلم (1) اور عمر بن عبد

الواحد(2) ہی عن سعید عن ربیعہ کے واسطے سے بھی اسے روایت کرتے ہیں:

1- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ ، حَدَّثَنَا- الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ الْأَزْدِيِّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِبِهِ"۔

(مسند احمد:17895)

2- وأما حديث عمر بن عبد الواحد فأخبرناه أبو محمد بن الأكفانی حدثنا أبو محمد الكتانی أنا تمام بن محمد أبو عبد الله بن مروان نا أبو بكر أحمد بن المعلى أنا محمود نا- عمر بن عبد الواحد -عن سعيد يعنی ابن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد.......... (تاریخ دمشق:83/59)

اس کے علاوہ مروان بن محمد (1) اور محمد بن سلیمان (2) بھی یہ حدیث عن سعید عن ربیعہ کے واسطے ہی سے روایت کرتے ہیں۔

1- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، نا - مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ - وَأَبُو مُسْهِرٍ قَالَا: نا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ..........

(الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم:1129)

2- وأما حديث محمد بن سليمان فأخبرناه أبو القاسم زاهر وأبو بكر وجيه ابنا طاهر بن محمد وأبو الفتوح عبد الوهاب بن شاه بن أحمد قالوا أنا أحمد بن الحسن بن محمد الأزهری أنا الحسن بن أحمد المخلدی نا أبو بكر عبد الله بن محمد بن مسلم الإسفراينی نا محمد بن غالب الأنطاكی نا-

محمد بن سليمان - نا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن ابن أبي عميرة المزني.......

(تاریخ دمشق:83/59)

اور یہ تینوں (ابومسھر، مروان بن محمد اور محمد بن سلیمان) بغیر کسی شک کے سعید عن ربیعہ کہتے ہیں، لہٰذا اسے ترجیح حاصل ہوگی، اور ولید بن مسلم اور عمر بن عبد الواحد نے جو ربیعہ کی جگہ یونس کہا ہے، اسکی بجائے جو انہوں نے سعید بن عبدالعزیز عن ربیعہ بن یزید کے واسطے سے روایت بیان کی وہی راجح کہلائے گی، اور سند اضطراب سے پاک ہوگی۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اختلاف کو ذکر کیا اور پھر پہلے ولید بن مسلم کی دوسرے اصحاب کے موافق سند ذکر کی، پھر اسی کی روایت کہ جس میں ولید نے عن سعید عن یونس کہا ہے کو ذکر کر کے فرمایا: "وقول الجماعة هو الصواب" یعنی اس کی بجائے وہی درست روایت ہے جو جماعت نے (عن سعید عن ربیعہ کے طرق سے) بیان کی: [تاریخ دمشق-84/59]

اسی طرح علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کر کے انکی موافقت کی، اور اضطراب کے دعوے کی تردید کی: [سلسلۃ الصحیحۃ-617/4]

لہٰذا جب ترجیح ممکن ہے تو سند پر اضطراب کا حکم نہیں لگ سکتا!

مزید یہ کہ زیر بحث حدیث اسی سند (عن سعید عن ربیعہ) ہی سے معروف ہے، جیسا کہ کتبِ تراجم اور متون الحدیث میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور پھر اکثر رواۃ اسے اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ایک درجن سے زائد اسانید سے ذکر کیا ہے، جو تمام کی تمام عن سعید بن عبدالعزیز عن ربیعہ بن یزید کے طریق سے ہیں، لہٰذا ائمہ محدثین کی تصریحات، ان کے اسلوب اور دیگر قرائن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سند اضطراب

سے بالکل محفوظ ہے۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ یہ حدیث بلحاظ سند ومتن صحیح ہے! اور ہم نے تمام راویوں کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش کر دیے ہیں، تو ہمیں بتایا جائے کہ آخر کس راوی نے یہ حدیث گھڑی ہے؟ جو آپ بتاتے ہیں کہ ''انہوں (جناب علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں) نے یہ احادیث گھڑیں ہیں''۔

حدیث ''اللھم علّم معاویۃ الکتاب'' کی تحقیق:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

''حضرت عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے اللہ معاویہ کو کتاب (قرآن مجید) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

(مسند احمد: 17152)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح اور امام ابن عساکر، علامہ البانی، شیخ زبیر علی زئی اور مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے بحوالہ بیان کیا گیا۔

مسند احمد میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي رُهْمٍ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ۔

راویوں کی مختصراً توثیق درج ذیل ہے:

1 - عبدالرحمٰن بن مہدی

آپ امام شافعی، احمد بن حنبل، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہم اور ان جیسے کئی بڑے بڑے ائمہ ومحدثین کے استاد اور جرح وتعدیل اور حدیث کے امام ہیں، صحیح بخاری ومسلم میں بھی آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں، آپ کی توثیق بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔

2 - معاویہ بن صالح

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ:

نے آپ کی توثیق کی: [الجرح والتعدیل-8/382]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

نے ثقہ قرار دیا: [الجرح والتعدیل-8/382]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

نے صحیح مسلم میں ان سے روایات لیں: [صحیح مسلم-307،454،542،963]

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

نے ''ثقة محدث'' قرار دیا: [الجرح والتعدیل-8/383]

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ:

نے ثقہ کہا: [الثقات للعجلی-1594]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

نے ''الثقات'' میں ذکر کیا: [الثقات-7/470]

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

نے کہا ''ثقة كثير الحديث'': [طبقات الکبریٰ-7/521]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا ''صدوق'': [الکاشف-2/276]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی ''صدوق'' قرار دیا:[تقریب-ص/955]

3- یونس بن سیف

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ:

نے انہیں ثقہ قرار دیا:[سوالات البرقانی-ص146]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

نے ''الثقات'' میں ذکر فرمایا:[5/555]

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ:

نے ''صالح الحدیث'' قرار دیا:[مسند بزار-4202]

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

نے آپ کو ثقہ کہا:[الکاشف-2/403]

4-الحارث بن زیاد

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

نے آپکو ''الثقات'' میں ذکر کیا:[الثقات-2148]

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے حارث بن زیاد کی حدیث صحیح ابن خزیمہ میں ذکر کی : [صحیح ابن خزیمہ- 1938] جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آپکے نزدیک ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسے صرف ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے درست نہیں! بلکہ آپ کے استاد ابن خزیمہ کی توثیق بھی موجود ہے جن کا شمار معتدل ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا متساہل ہونا ثابت نہیں!

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں کے مختلف طبقات کے بیان میں فرمایا: وإن صحح له مثل الترمذي وابن خزيمة فجيد أيضا.....!

''اگر کسی راوی کی حدیث کو امام ترمذی یا ابن خزیمہ جیسے ائمہ نے صحیح کہا ہو تو

وہ بھی جید (عمدہ) ہے۔'' [الموقظہ-ص 78]

اور شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا متساہل ہونا ثابت نہیں۔''

[فتاوئ علمیہ-جلد دوم، ص/ 304]

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو ''لین الحدیث'' کہا ہے، مگر یاد رہے یہ مراتب جرح میں بہت ہلکا کلمہ ہے، اس سے راوی ساقط الاحتجاج نہیں ہوتا جبکہ اس کے برعکس توثیق بھی منقول ہو۔

محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا:

''اصطلاحاً ''لین الحدیث'' کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ وہ (راوی) حدیث میں ضعیف ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب کے مقدمہ میں الفاظ جرح وتعدیل کے مراتب بیان کرتے ہوئے ''لین الحدیث'' کو چھٹے اور ''ضعیف'' کو آٹھویں مرتبہ میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفریق خود اس بات کی دلیل ہے کہ انکے نزدیک ''لین الحدیث'' راوی ''ضعیف'' کے مرتبہ کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جن حضرات نے بھی الفاظ جرح وتعدیل کے مراتب بیان کیے ہیں، انہوں نے ان دونوں الفاظ کو علیحدہ علیحدہ مرتبوں میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو (الرفع والتکمیل ص 130، 129، 119، 110، میزان الاعتدال: ج 1 ص 3، الجرح والتعدیل: ج 1 ص 37) وغیرہ......''

[مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں-36]

نیز یہ راوی منفرد نہیں ہے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس حدیث کا ایک قوی شاہد ہے۔'' [السیر: 3/124]

5-ابورهم:

نام احزاب بن اسید ہے، ثقات تابعین میں سے ہیں بعض محدثین نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے انہیں ''الثقات'' میں تابعین کے طبقے میں ذکر کیا:[الثقات-1822]

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ:

نے اپنی ''صحیح'' میں ان سے حدیث لی:[صحیح ابن خزیمہ-1938]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے ثقہ قرار دیا:[تقریب-ص121]

6-عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہ حدیث سعید بن عبدالعزیز عن ربیعہ بن یزید عن عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ کے طرق سے بھی مروی ہے:

أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (التاریخ الکبیر للبخاری-327/7، تاریخ دمشق-35/230)

اس سند کی مفصل تحقیق ہادی ومہدی والی حدیث کے تحت بیان کی گئی تھی،

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قوی شاہد قرار دیا ہے:[السیر:3/124]

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے متعلق فرمایا: وهذا إسناد جيد عندي، وشاهد قوي، رجاله ثقات رجال مسلم، غير ابن أبي عميرة وهو صحابي

''اور یہ سند میرے نزدیک جید (عمدہ) ہے، اور قوی شاھد ہے، اسکے راوی ثقہ اور صحیح مسلم کے راوی ہیں، ماسوائے ابن ابی عمیرہ کے اور وہ صحابی ہیں'':[الصحیحۃ:7/690]

اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا أَبُو الْمُغِيرَةِ ثنا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ دَعَا لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ" (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل:1749)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر یہ ''مرسل'' ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وهذا إسناد شامي مرسل صحيح، رجاله ثقات، وشريح بن عبيد هو الحضرمي الحمصي تابعي ثقة۔

''یہ سند شامی ہے اور مرسل صحیح ہے، اسکے تمام رجال ثقہ ہیں اور شریح بن عبید ثقہ تابعی ہیں۔'' [السلسلۃ الصحیحۃ-692/7]

اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ زیر تحقیق حدیث کی تخریج میں فرماتے ہیں: روي من حديث العرباض بن سارية، وعبد الله بن عباس، وعبد الرحمن ابن أبي عميرة المزني، ومسلمة بن مُخلَّد، ومرسل شُريح بن عُبيد، ومرسل حَرِيز بن عثمان۔

''یہ حدیث عرباض بن ساریہ، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ، مسلمہ بن مخلد (وغیرہ سے متصلاً)، اور شریح بن عبید اور حریز بن عثمان سے مرسلاً مروی ہے۔''

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (الصحیحۃ - حدیث نمبر:3227)

مرزا صاحب کے مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جب مرزا صاحب علامہ البانی وزبیر علی زئی کی تحقیق پر بڑا اعتماد کرتے ہیں اور ہر حدیث کو بیان کر کے ان دونوں کا حوالہ دیتے ہیں کہ اسے شیخ البانی اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح کہا ہے، تو ان احادیث کو بھی جب دیگر اہل علم سمیت۔انہوں نے بھی صحیح قرار دیا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ انجینئر صاحب اس موقع پر ان حضرات کی بات سننے کے لیے تیار نہیں؟ اور یہاں وہاں کی باتیں کرتے ہیں، اور بجائے علت بیان کرنے کے جن اقوال کا سہارا لیتے ہیں وہ خود صحیح سند سے ثابت نہیں، پھر آپ دعوے دار بھی ہیں کہ جی ہم بابی نہیں علمی کتابی ہیں، اور حدیث

کومختلف حیلوں سے جھٹلانے والوں پر تنقید بھی آپ کرتے ہیں، تو جو طرز عمل مرزا صاحب یہاں اختیار کیے ہوئے ہیں کیا یہ حدیث کو جھٹلانا نہیں؟﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۴۴ ﴾

''پہلا بحری جہاد'' معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور انجینئر صاحب کے اعتراضات:

فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ: ''أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا'' میری امت کا پہلا گروہ جو بحری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہو گئی (صحیح بخاری: 2924)۔ اس حدیث کے خصوصی مصداق سیدنا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں! کیوں کہ وہ پہلا بحری جہاد آپ ہی کی امارت میں ہوا تھا (صحیح بخاری: 2800)۔ اب کہنے کو تو یہ بہت بڑے اعزاز اور شرف کی بات ہے کہ ایک گروہ کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنتی کہا ہو، اور اس مبارک لشکر میں صحابہ کرام بھی موجود ہوں۔ مگر مرزا صاحب کو یہ راس نہیں، اور آپ اس سے بھی ناک منہ چڑھاتے ہی نظر آتے ہیں چنانچہ آپ سے سوال کیا گیا کہ:

یہ پہلا سمندری جہاد (اول جیش).......... ''جو پہلا گروہ سمندری جہاد کرے گا'' یہ کس صحابی کو فضیلت دی گئی تھی؟ آپ جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''جی اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ شامل تھے کس نے انکار کیا ہے میرے بھائی!''

059-Public Q & A Session & Meeting of SUNDAY-1:56:33

آپ اس میں مرزا صاحب کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں کس طرح لٹکے ہوئے منہ اور ناپسندیدگی کے ساتھ جواب دیا گیا ہے، اور یہی اگر بات جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوتی تو آپکا attitude اور انداز بیان کتنا پر جوش اور چہرہ بارونق ہوتا یہ مرزا صاحب کو

سننے والے حضرات بہت بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ خیر یہاں کم سے کم انجینئر صاحب نے اعتراف تو کیا کہ اس فضیلت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں، مگر پھر آپکا نیا ورژن سامنے آیا کہ آپ اب اسے فضیلت ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں اور اس میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک جگہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حدیث ہے اس سے انکار کرتے ہیں!

تو جواب میں فرمایا: ''جھوٹا الزام لگایا انہوں نے! پہلے تو وہ میرا لیکچر لے کے آئیں جس میں میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ان احادیث کا انکار کیا ہو، انکار بتائیں! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صحیح بخاری کے اندر کوئی حدیث آئے اور میں اس کا انکار کر دوں، یہ پاسیبل ہی نہیں ہے۔ سمندری جہاد والی جس حدیث کا وہ ذکر کر رہے ہیں میں نے کس لیکچر کے اندر اس کا انکار کیا ہے؟ ٹائم قیامت تک ہے ہمارا اتنا جگرا ہے ہم جسے بھی ٹائم دیتے ہیں نا قیامت تک کے لیے ٹائم دیتے ہیں، قیامت تک ٹائم ہے وہ میری ویڈیو لے کے آئیں جس میں میں نے بخاری شریف کی اس حدیث کو ضعیف کہا ہو یا میں نے اس حدیث کا انکار کیا ہو۔ اب رہ گئی اس میں فضیلت آنا تو سب سے پہلے تو امام بخاری کے سامنے آپ پروٹیسٹ کریں کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چیپٹر میں جو فضائل کے اوپر چیپٹر باندھا اور اس کا نام رکھا ''ذکر معاویہ''، اس چیپٹر کے اندر انہوں نے سمندری جہاد والی حدیث کیوں نہیں لی؟ سب سے پہلے تو امام بخاری سے اس کا پروٹیسٹ کریں کہ جو آپ کی عقابی نظریں اس فضیلت کے اوپر پہنچ گئیں، تو امام بخاری سے یہ over look کیوں ہوئی؟ وہ تو ایک ایک حدیث کو درجنوں جگہ کے اوپر ریپیٹ کرتے ہیں، جب جب اس ٹاپک سے ریلیٹڈ آتی ہے چیز! مثلاً حدیث قرطاس جو ہے وہ آخری وقت میں نبی علیہ السلام نے شانے کی ہڈی اور قلم مانگا تھا، یا کاغذ قلم مانگا تھا کہ میں تمہیں وصیت لکھ دیتا ہوں، یہ حدیث امام بخاری کتاب العلم چیپٹر میں بھی لے

کے آئے ہیں اس بات کے ثبوت میں کہ علم لکھ کر save کیا گیا منکرین حدیث کے خلاف، اس حدیث کو وہ پھر جا کر نبی علیہ السلام کی وفات والے چیپٹر کے اندر بھی لے کے آئے ہیں کیونکہ وہ آپ کی وفات کے ایشوز ڈسکس ہو رہے تھے اس میں کتاب المغازی ان میں جا کے وہ وفات النبی والا جو چیپٹر ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو یہ سمندری جہاد والی اگر حدیث کا مطلب یہی تھا جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ سپیسیفیک فضیلت ہے تو حضرت معاویہ کی اس (فضیلت کے باب) میں لے آتے، (مگر) وہ نہیں لے کے آئے، اس کا مطلب ہے کہ وہ اس کو ان کے حق میں سپیسیفیک فضیلت نہیں سمجھتے تھے جنرل فضیلت سمجھتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب ہم نے صحابی مان لیا تو میرے بھائی جنتی مان لیا، بلکہ جس جس کو میں مسلمان بھی مانتا ہوں اسے جنتی مانتا ہوں چاہے وہ بریلوی ہے دیوبندی ہے اہل حدیث ہے شیعہ ہے، میں سب کو مسلمان سمجھتا ہوں سب کو میں جنتی سمجھتا ہوں الحمدللہ! اب رہ گیا کہ جنت تک پہنچیں گے کیسے؟ یہ جو چیز ہے اس کا فیصلہ آخرت کے اوپر جا کے رہنے دیں، کہ کس شخص نے اپنے گناہوں کی سزا بھگت کے جانا ہے کس نے اللہ کی رحمت سے جانا ہے کس نے شفاعت سے جانا ہے، آخرت کا فیصلہ ہم نے یہاں نہیں کرنا۔ وہ تو صحیح مسلم میں حدیث ہے جو شخص اچھے طریقے سے وضو کرے اور اس کے بعد دو نفل پڑھ لے اس پہ جنت واجب ہو جاتی ہے، پوری توجہ کے ساتھ اگر دو رکعت پڑھ لے! تو یہ حدیث بھی پھر آپ سارے مسلمانوں کے اوپر فٹ کریں جنہوں نے دو دو رکعتیں جو ہیں وہ توجہ سے پڑھی ہیں، یقیناً اب اس سے یہ نہیں ہوگا کہ اس نے جو بعد میں کوئی کرتوت کیے ہیں تو وہ اس کے لیے compensation ہو جائیں گے not a toll، غلطیاں اپنی جگہ غلطیاں رہیں گی، کسی شخص کی فضیلت اس کی غلطیوں کا کفارہ کبھی بھی نہیں بن سکتی جب کہ اس شخص ۔ کے بارے میں نبی علیہ السلام کی اتنی سخت وعیدیں موجود ہوں صحیح بخاری - 2812- عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی عمار انہیں اللہ اور جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ جماعت جہنم کی طرف بلا رہی

ہوگی......"

Video: Hazrat Mouviya R.A Ke Leye Jannat Ki Basharat? Phela samandri safar

اس سارے مکالمے میں مرزا صاحب نے بنیادی چار باتیں کی ہیں:

(۱) کہ میں نے اس حدیث کو جھٹلایا نہیں، جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت والے باب میں ذکر نہیں کیا، نا اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اخذ کی، جبکہ آپ احادیث سے جگہ جگہ مختلف مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ استدلال نا کرنے سے پتہ چلا کہ انکے ہاں بھی یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی سپیسیفیک فضیلت نہیں، بلکہ ایک عام فضیلت ہے جو کہ ہر مسلمان کو حاصل ہے، کہ تمام مسلمانوں نے جنت میں جانا ہے، اور اسکے لیے دلیل یہ بیان کی کہ

(۳) صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے بھی اچھے طریقے سے دو رکعت نماز پڑھی اس پر جنت واجب ہوگئی۔

(۴) اب جنت میں سب نے جانا کیسے ہے کوئی پتہ نہیں، کسی نے اپنے گناہوں کی سزا چکھ کر جانا ہے کسی نے شفاعت کے ذریعے یا کسی نے ڈائرکٹ، کیوں کہ کسی کے بارے میں فضیلت کا ہونا اسکے گناہوں کے کفارے کے لیے کافی نہیں، خصوصی طور پر ایسے شخص کے لیے جس کے متعلق اتنی سخت وعیدیں احادیث میں موجود ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں ذکر نا کرنا:

اولاً: تو مرزا صاحب سیدھی سی بات ہے کہ امام بخاری کے مقلد نا آپ ہیں اور نا ہم ہی کسی کے مقلد ہیں، تو پھر آپکا ہم سے یہ مطالبہ کرنا کہ انہوں نے اسے فضائل میں

ذکر کیوں نہیں کیا بنتا نہیں!

دوسرا: یہ کہ کسی بھی حدیث سے استدلال کرنے سے پہلے یہ دیکھنا کہ اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ نہیں، اور اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال نہیں کیا تو اس سے وہ استدلال کرنا بنتا ہی نہیں، کیا یہ کوئی فرمان الٰہی ہے؟ یا کسی حدیث میں آیا ہے؟ یا کسی امام ومحدث نے یہ اصول پیش کیا ہے کہ اگر کسی حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی خاص استدلال نا کریں تو وہ استدلال باطل ہوتا ہے؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو پھر آپ ان چکروں میں پڑ کر کیوں عوام کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔

تیسری بات: کہ مرزا صاحب خود کو بابی نہیں بلکہ ماشاء اللہ سے علمی کتابی کہلواتے ہیں، تو پھر امام بخاری نے استدلال کیا ہے یا نہیں، آپ کو اس سے یا غرض؟ مرزا صاحب خود صحیح بخاری کی کئی احادیث سے جو عجیب وغریب اور بعض اوقات تو باطل استدلال کرتے ہیں، اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا جائے کہ اسلاف میں سے کسی نے یہ استدلال کیا ہے؟ تو آپ بڑا صاف اور شفاف جواب دیتے ہیں کہ جی یہ کوئی شرط نہیں کہ کسی حدیث سے استدلال کرنے کے لیے اسلاف میں سے کسی نے وہ استدلال کیا ہو! تو پھر جب خود مرزا صاحب کا رویہ ایسا ہے تو ہم سے کیوں شکوہ کرتے ہیں؟ اور یہ شرط رکھے ہوئے ہیں کہ بخاری نے اس سے استدلال کیوں نہیں کیا!

چوتھی بات: کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگر اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا تو انکے ہاں یہ استدلال کرنا غلط ہے؟ جناب! انہوں نے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال نہیں کیا تو انہوں نے نفی بھی نہیں کی، کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں نکلتی! تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اسلوب سے ہم کوئی حتمی فیصلہ کر ہی نہیں سکتے، جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے استدلال نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے

لیے سپیسیفک فضیلت نہیں۔ آپ کس دلیل کی بنیاد پر یہ کہہ رہے ہیں؟ کیا کہیں لکھا پڑھا ہے؟ یا کوئی کشف و الہام ہوا ہے کہ امام بخاری کے ہاں یہ فضیلت خاص نہیں۔

پانچویں عرض: یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اس سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ذکر نہیں فرمائی مگر دوسرے کئی محدثین تو اسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرار دیتے ہیں، اور آپ کے فضائل میں ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

امام مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا: ''اس حدیث سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔''

(شرح صحیح بخاری لابن بطال:5/107)

اور کئی محدثین اور شارحین نے اس حدیث کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل فرما کر سکوت اختیار کیا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے تحت لکھا: ''اس حدیث میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔'' (التمہید:1/235)

امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر فرمایا: (الشریعۃ:1922)

امام ابوزکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس میں ان دونوں گروہوں کی فضیلت ہے۔'' (شرح النووي علی مسلم:13/58)

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

هذا الحديثُ أصلٌ في تفضيل معاوية۔

''یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بنیادی حدیث ہے۔''

(المسالک:5/106)

تو اس کے باوجود یہ کہنا کہ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل معاویہ میں ذکر

کیوں نہیں فرمایا، محض سینہ زوری اور حدیث سے فرار ہونا ہے۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس مبارک گروہ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہے میں اور بھی کئی صحابہ کرام موجود تھے، حتی کہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کروائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بشارت بھی سنائی کہ آپ بھی اس لشکر میں شامل ہیں، مگر محدثین نے زیادہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا ذکر کیوں فرمایا کہ اس حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے؟ ممکن ہے ان کی نظر میں بھی کچھ جہلاء ہوں جو اس سے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کرتے ہوں۔ واللہ اعلم

چھٹی بات: یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب! صحیح بخاری کے ابواب اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرز استدلال کو سمجھنا آپکے بس کی بات نہیں ہے، آپ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک حدیث کو کسی جگہ پر ذکر نا کرنے سے ایک رزلٹ نکال رہے ہیں...... جبکہ امام بخاری اور صحیح بخاری کا معاملہ تو اتنا پیچیدہ ہے کہ بعض دفعہ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی حدیث کو ایک باب کے تحت ذکر کرنے کی حکمت اور وجہ ہی سمجھ میں نہیں آ رہی ہوتی کہ اس جگہ اس حدیث کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کیا مراد ہے؟ اٹھایئے فتح الباری جسے آپ صحیح بخاری کی سب سے عظیم شرح قرار دیتے ہیں، اور دیکھیں کتنے ہی ایسے مقامات ہیں جہاں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسا امام، محدث اور فقیہ بھی تھک کر ہاتھ اٹھا لیتا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں لگ سکی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث کو اس مقام پر ذکر کرنے سے کیا مراد ہے! تو مرزا صاحب کسی حدیث سے امام بخاری کے استدلال نا کرنے سے کس طرح ایک حتمی بیان دیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس مقام پر فلاں حدیث کیوں ذکر نہیں کی؟

ساتواں جواب: یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک خاص انداز اور اسلوب ہے، آپ بہت جگہ ایسا کرتے ہیں کہ ایک حدیث سے کوئی استدلال کرتے ہیں مگر

دوسری جگہ اسے ذکر ہی نہیں کرتے جبکہ کوئی شخص ضرورت محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ یہاں فلاں حدیث ذکر کرنا بنتی تھی، مگر ذکر کیوں نہیں کی؟ ہم تو صرف اللہ اعلم ہی کہہ سکتے ہیں۔ اس سے یہ کہنا غلط ہوگا کہ امام بخاری نے یہ استدلال نہیں کیا لہٰذا یہ استدلال ہی باطل ہے، یا نا ہی کسی فضیلت والی چیز کو کسی خاص مقام پر ذکر نا کرنے سے امام بخاری کی طرف یہ بات منسوب کی جا سکتی ہے کہ انکے ہاں اس سے فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی مثالیں تو بہت سی دی جا سکتی ہیں مگر چونکہ بات فضائل کی ہی ہو رہی ہے تو چند ایک مثالیں فضائل سے متعلقہ ہی بیان کر دیتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مجھے (بذریعہ وحی) دکھایا گیا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رمیصاء کو دیکھا، اور میں نے (جنت میں) قدموں کی آواز سنی پس میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں، اور میں نے ایک محل دیکھا، اس کے سامنے ایک عورت تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ تو کہا گیا: عمر رضی اللہ عنہ کا! میرے دل میں آیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں، لیکن مجھے تیری (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کی) غیرت یاد آ گئی (اور اس لیے اندر داخل نہیں ہوا)، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ سے غیرت کروں گا۔“ (صحیح بخاری: 3679)

اب یہ حدیث، اس میں واضح بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب بلال رضی اللہ عنہ کو جنت میں دیکھا تھا۔ صحیح بخاری کی ہی ایک دوسری حدیث میں ہے: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ. فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ. ”اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا عمل بتاؤ، کیونکہ

میں نے جنت میں تیرے جوتوں کی آواز اپنے آگے سنی۔"

(صحیح بخاری:1149)

تو اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے فضیلت تھی مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فضائل بلال والے چیپٹر میں ذکر تک نہیں کیا، جبکہ وہ اس حدیث کو صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے تحت لے کر آئے ہیں، حالانکہ نبی علیہ السلام نے وہاں حضرت عمر کا محل دیکھا تھا جبکہ بلال رضی اللہ عنہ کو تو آپ نے اپنے آگے حاضر پایا۔ اسکے باوجود بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے صرف فضائل عمر میں لائے نا کہ جناب بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں، تو اب انکے اس طریقہ کار سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں حضرت بلال کی فضیلت نہیں تھی، یا سپیسیفک فضیلت نہیں تھی؟ اس لیے انہوں نے اسے فضائل بلال رضی اللہ عنہ میں ذکر نہیں فرمایا۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل پر باب تو قائم کیا ہے مگر انکی فضیلت میں کوئی مرفوع حدیث لائے ہی نہیں، بس عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر فرمایا کہ "ابوبکر ہمارے سردار ہیں، انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا، یعنی بلال رضی اللہ عنہ کو"۔ (صحیح بخاری:3754)

مگر جو حدیث ہم نے ذکر کی وہ مرفوع بھی ہے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بڑی فضیلت بھی! آگے چلیں:

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک صاحب نے آ کر دروازہ کھلوایا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت سناؤ، میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے اس پر اللہ کی حمد بیان کی، پھر ایک اور صاحب آئے اور دروازہ کھلوایا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ انکے لیے دروازہ کھول دو اور

انہیں جنت کی بشارت سنا دو، میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے انہیں بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی اطلاع سنائی تو انہوں نے بھی اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا، ان کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو ان مصائب اور آزمائشوں کے بعد جن سے انہیں (دنیا میں) واسطہ پڑے گا، تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے! جب میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی اطلاع دی تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: کہ اللہ تعالی ہی مدد کرنے والا ہے۔"

(صحیح بخاری:3693)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث فضائل عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما میں تو درج کی ہے، مگر فضائل ابوبکر میں اس کا کوئی سراغ نہیں۔ تو اب یہ کہا جائے گا کہ ان کے نزدیک یہ حضرت عمر وعثمان کے لیے تو فضیلت تھی مگر حضرت ابوبکر کے لیے نہیں؟ اگر نہیں! تو پھر کیوں مرزا صاحب ''اول جیش'' والی حدیث کو امام بخاری کے اسے فضائل معاویہ میں نا ذکر کرنے پر شبہ پیدا کر رہے ہیں؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ایک بہت ہی بڑی فضیلت یہ بھی وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے بارے میں ارشاد فرمایا: يَا فَاطِمَةُ، أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، ''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ مومنین عورتوں کی یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہیں۔'' (صحیح بخاری: 6285)۔ صحیح بخاری میں یہ ایک طویل حدیث ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کر کے مسئلہ تو اخذ کیا ہے، مگر فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تحت اسے بالکل ذکر نہیں کیا! اب فیصلہ مرزا صاحب کے سٹوڈنٹس کریں کہ کیا اس میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے یا نہیں؟ اس قدر واضح بشارت کے باوجود

اسے فضائل میں ذکر نہیں کیا گیا، کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے انکے حق میں سپیسیفیک فضیلت نہیں سمجھتے تھے؟ اور کیا امام بخاری کے اسے فضائل میں ذکر نا کرنے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب اس سے استدلال کرنا درست نہیں، جی کیوں کہ امام بخاری نے اس سے فضیلت نہیں نکالی؟ ایک عجیب وغریب سا منطق پیش کیا ہے مرزا صاحب نے کہ جو فضیلت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تم لوگوں کو نظر آ گئی وہ امام بخاری کو نظر نہیں آئی، ان سے وہ اوجھل کیوں رہی، انہوں نے وہ استدلال نہیں کیا جو تم لوگ کر رہے ہو۔ صرف کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اسے جھٹلانے کے لیے ایک بہانہ تجویز کیا ہے، اور کوئی بات نہیں۔

اچھا مرزا صاحب نے بہت ہی ہوشیاری سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے ہوئے حدیثِ قرطاس کی مثال دی ہے، کہ انہوں نے اسے صحیح بخاری میں مختلف جگہوں پر ذکر کر کے مختلف مسائل حل کیے۔ چلیں ہم آپ کی تسلی کے لیے آپ ہی کی دلیل سے اپنا مدعا ثابت کر دیتے ہیں! تو عرض ہے کہ واقعی یہ بات سچ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ صحیح بخاری میں حسب ضرورت اس حدیث کو ذکر کر کے مسائل کا استنباط کیا، مگر مرزا صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث قرطاس کا اصل موضوع ''وصیت'' ہے، جیسا کہ حدیث شروع ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ کاغذ قلم لاؤ میں تمہیں تحریر لکھ دوں، اور پھر اسی حدیث کے اخیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیتیں فرمائی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری کہ الفاظ ہیں: وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے قریب تین وصیتیں فرمائی تھیں۔ (صحیح بخاری: 3053) مگر یقین کیجیے صحیح بخاری میں وصیت کے چیپٹر میں اس حدیث کا کوئی ذکر تک موجود نہیں، امام بخاری نے صدر باب پر وصیت لکھنے اور کرنے کے جواز یا تاکید کے متعلق روایات ذکر فرمائی ہیں، مگر ان میں اس روایت کا دور دور تک وجود نہیں ہے۔ بس صاحب! آپ اپنی دی ہوئی مثال میں خود پھنس گئے ہیں، اور اب یہ آپ کی نہیں بلکہ ہمارے مدعے کی دلیل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب چاہیں جہاں چاہیں کسی مصلحت کے تحت کچھ ذکر کر دیں یا جب چاہے

اس سے کسی خاص مقام پر استدلال نا کریں، اس سے یہ بات بالکل بھی نہیں کہی جاسکتی کہ انکے نزدیک یہ استدلال ہی درست نہیں، جیسا کہ آپ دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کیا یہ ایک جنرل فضیلت ہے، اور ہر مسلمان کو حاصل ہے؟

مرزا صاحب کی تمام گفتگو کا جو خلاصہ اور مقصد ہے وہ یہ ہے کہ اس لشکر کے متعلق جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ کوئی سپیسیفیک (خصوصی) فضیلت نہیں بلکہ ایک جنرل (عمومی) فضیلت ہے جو ہر مسلمان کو حاصل ہے، کہ سب نے جنت میں جانا ہے۔

مرزا صاحب! آپ ماشاءاللہ سے انجینئر ہیں، اور اپنے الٹے سیدھے منطقی تیر آپ اگر اپنی سائنسی فیلڈ میں چلائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ سائنس ایک ایسی چیز ہے جس میں ہر دور میں کوئی بندہ اٹھ کر اپنی عقل کی بنیاد پر ایک نئی تحقیق پیش کرتا رہتا ہے، مگر یہ احادیث کا معاملہ اس سے کافی مختلف ہے، یہاں احادیث کو اپنے فہم سے سمجھ کر نئی سے نئی تحقیقات پیش کرنا جو کہ اسلاف کے خلاف ہوں درست نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب اتنے أئمہ اور محدثین نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت قرار دیا ہے، اور کسی نے بھی یہ بات نہیں کی کہ یہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا اس لشکر کے متعلق پیشین گوئی اور فضیات وارد ہوئی ہے یہ انکے لیے سپیسیفیک فضیلت نہیں بلکہ ایک جنرل فضیلت ہے! تو آپکو کیا حق ہے، کہ آپ حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق سمجھیں اور ایک غلط فہم لوگوں میں نشر کریں۔

اور رہا مسئلہ کہ اس حدیث میں جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ سپیسیفیک نہیں جنرل ہے، تو یہ مرزا صاحب کی بہت بڑی غلطی ہے۔

اگر حدیث میں مذکور اس لشکر کے لیے جنت کی بشارت کوئی خاص فضیلت نہیں بلکہ جنرل ہے تو پھر حضراتِ عشرہ مبشرہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنتی کہا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی کہا، جناب عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت سنائی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لے کر کئی مرتبہ آپکو جنتی کہا اور اسی طرح سیدنا جناب علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی، تو کیا یہاں بھی یہ کہیں گے کہ یہ جنت کی بشارت کونسا کوئی خاص فضیلت ہے بلکہ یہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے، سب نے ایک نا ایک دن جنت ہی میں جانا ہے، اور یہ تو ایک جنرل فضیلت ہے؟ ہرگز نہیں کہہ سکتے! کیوں کہ کسی عام مسلمان کا بھی یہ فہم اور عقیدہ ہے کہ ان ہستیوں کو خاص کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جنتی کہا تو یہ فضیلت اس طرح نہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ یہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے، کیوں کہ سب نے جنت میں جانا ہے۔ تو پھر جب حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے اس لشکر کا ذکر آتا ہے تو آپ کس طرح اسے جنرل اور عام فضیلت قرار دے سکتے ہیں؟ لہٰذا جس طرح کسی صحابی کے لیے by name جنت کی بشارت کا ہونا اور کسی عام مسلمان کا جنتی ہونا برابر نہیں، اسی طرح صحابہ کے ایک خاص گروہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت ملنا، باقی تمام عام مسلمانوں کو جنت کی بشارت ملنے کے مترادف نہیں ہوسکتا۔

اگر آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کا تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس لشکر سے تقابل ہی نہیں بنتا، تو مرزا صاحب ہم یہی بات تو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر سابقین و اولین صحابہ کے لیے جنت کی بشارت اور بعد والے صحابہ کے لیے جنت کی بشارت برابر نہیں، تو پھر ایک عام مسلمان کو جو عمومی طور پر جنت کی بشارت حاصل ہے وہ اور جو بشارت ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو حاصل ہے وہ کیوں کر برابر ہوسکتی ہے؟ یہی چیز تو سپیسیفک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مرزا صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ "اول جیش من امتی ....." والی فضیلت سپیسیفک نہیں، کیوں کہ جنت میں تو ساری امت نے جانا ہے۔ تو یہ آپ کی بہت ہی لاعلمی اور کم عقلی کا نتیجہ ہے! بھئی آپ غور کریں کہ جب ساری امت نے جنت میں جانا ہی ہے اور یہ

بشارت ساری امت کو عمومی طور پر حاصل ہے، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ساری امت سے اس خاص گروہ کو خصوصی طور پر ذکر کر کے جنتی کہنا یہی تو انکے لیے سپیسیفیک فضیلت ہے! ورنہ ساری امت میں سے اس لشکر کو خاص طور پر جنتی کہنے کا کیا مطلب؟

صحابہ کرام کو جگہ جگہ سے اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت سنائی گئی ہے، کہیں کہا کہ یہی فلاح پانے والے ہیں (سورۃ التوبۃ: 88)، کہیں کہا کہ سابقین صحابہ اور ان کے بعد والے صحابہ سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لیے اللہ نے جنتیں تیار کر رکھی ہیں (سورۃ التوبۃ: 100)، کہیں فتح مکہ سے پہلے صحابہ اور انکے بعد والوں کے بارے میں کہا کہ ان سب سے اللہ نے خیر و بھلائی کا وعدہ کیا ہے (الحدید: 10)، کبھی کہا کہ اللہ نے ان صحابہ سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے (الفتح: 29)۔ مگر اس کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی خاص صحابی یا صحابہ کے کسی خاص گروہ کا خصوصی طور پر نام لے کر جنت کی بشارت سنانا، کیا اب بھی یہ فضیلت جنرل (عام) فضیلت ہے؟ اس سب کے بعد بھی اگر کوئی اسے عام سمجھے اور اشکالات پیدا کرنے کی کوشش کرے تو پھر ہم تو افسوس ہی کر سکتے ہیں بس۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے اس لشکر کے متعلق جس حدیث میں جنت کی بشارت وارد ہوئی ہے، اسی حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کا وہ لشکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا تھا، اور آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور بہت خوش ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری: 6263)

اور احادیث میں اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں، مگر مرزا صاحب کیا یہ اعزاز پوری امت کے ہر فرد کو حاصل ہے؟ کیا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی امت کا ہر ہر فرد دکھایا گیا ہے کہ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے خوش ہوئے ہوں پھر انکے بارے میں جنت کی بشارت بھی سنائی ہو؟ اگر جواب نہیں ہے، تو پھر کس طرح اس حدیث میں وارد شدہ خصوصی فضیلت اور مسلمانوں کو عمومی طور پر حاصل ہونے والی فضیلت برابر ہو سکتی ہیں؟ کیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اس خواب کو ان صحابہ کے بارے میں جنرل فضیلت قرار دیا جا سکتا ہے؟

اب اس گفتگو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے والی عام فضیلت کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں رہتی جو کہ ہمارے صاحب نے دلیل کے طور پر پیش کی۔ اگر ہر کوئی نماز پڑھ کر جنت حاصل کر سکتا ہے، تو کیا وہ لشکر کے لوگ جس کے متعلق حدیث میں بشارت آئی ہے نماز نہیں پڑھتے تھے؟ تو عمومی فضیلت میں تو وہ پہلے ہی سے شامل تھے مگر اختصاص کے ساتھ بذریعہ وحی انکا ذکر کیا جانا اور پھر جنت کی بشارت دینا، یہی تو ان کے لیے سپیسیفیکلی فضیلت ہے، مگر کیا کریں کہ جب کوئی ہڈ دھرمی پر اتر آئے اور جان بوجھ کر حق جھٹلائے۔

مرزا صاحب کی گفتگو کا آخری حصہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مروی فضیلت کو اچھی طرح سے مشکوک تو بنا لیا، اب کوئی گنجائش باقی نا رہ جائے اور کہیں تنقید کا دروازہ نا بند ہو جائے اس لیے مسئلے میں مزید رنگ بھرے گئے۔ سوال تو فضیلت کے متعلق تھا کہ آپ اسکا انکار کرتے ہیں، جو کہ آپ نے اس ویڈیو میں بھی کیا، پھر اسکے بعد ان باتوں کا کیا مقصد تھا جو کی گئیں؟ کیا سائل نے یہ سوال کیا تھا کہ کسی کے متعلق فضیلت کا ہونا اس کے برے اعمال کا کفارہ بنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو مسئلہ ہی الگ ہے مرزا صاحب، اور عنوان سے بالکل ہٹ کر ایک بے مقصد سی بات ہے، بھلا کس نے کہا ہے کہ کسی کے متعلق فضیلت اس کی غلطیوں کا کفارہ بن جاتی ہے؟ ہم تو بس آپکی اس بات کا جواب دے رہے ہیں جو آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ بھی ثابت نہیں، اور جب ہم ثابت کریں تو آپ اس پر بھی بس نہیں کرتے اور بجائے تسلیم کرنے کے اس میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور رہی بات صحیح بخاری -2812- کا نام لے کر اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں وعید قرار دینا تو اس کی حقیقت کو بھی ان شاء اللہ اپنے مقام پر واضح کیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا اشارہ کرتے چلیں کہ اول تو اس حدیث میں کسی فرد واحد کے لیے کوئی وعید ہے

ہی نہیں، اگر ہو بھی تو ذرا سوچیں کے جب بات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بشارت کی ہو رہی ہے تو انہیں فوراً وعید یاد آ گئی لیکن کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ یہ وعید والی حدیث بیان کر رہے ہوں اور اس بشارت والی حدیث کی طرف بھی توجہ دلائی ہو! بلکہ اسے تو کبھی بیان کرتے ہی نہیں۔ جبکہ یہ بھی تو صحیح بخاری ہی کی حدیث ہے؟ اب اس کے پیچھے مشن حق گوئی ہے یا کچھ اور، اس کا فیصلہ آپ کے سپرد ہے۔

کیا امام بخاری کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں تمام مروی احادیث ضعیف ہیں؟

یہ سچ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو روایات مروی ہیں، ان میں سے کثیر حصہ ضعیف اور موضوع ہے، مگر کچھ روایات صحیح اور حسن اسانید سے بھی مروی ہیں، اور ہم نے صرف انہی احادیث کو ذکر کیا ہے، اور یہی بات امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان میں فرمائی ہے۔ (البدایہ والنھایہ:8/122)

اور جو احادیث ہم نے بطور استدلال پیش کی ہیں تنہا ہم نہیں بلکہ انہیں متقدمین محدثین نے بھی صحیح یا حسن قرار دیا ہے، اور پھر ان روایات کی تصحیح دور حاضر کے ان بڑے بڑے حدیث کے محققین نے بھی کر رکھی ہے جن کی علمی خدمات اور صلاحیتوں کو خود مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں اور انہیں دور حاضر کے محدث قرار دیتے ہیں، اور اپنی ہر پیش کردہ روایت کے بعد ان کی تحکیم نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اسے صحیح کہا یا حسن یا ضعیف۔ جن میں محدث ناصر الدین البانی، مولانا شیخ ارشاد الحق اثری، شیخ زبیر علی زئی، علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب سر فہرست ہیں! ان تمام نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو فضائل ہم نے نقل کیے ہیں کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے، انصاف تو یہ تھا کہ مرزا صاحب جب ہر حدیث کے تحت ان کے حکم نقل کرتے ہیں، تو ان احادیث میں بھی ان کی تحکیم پر عمل کیا جاتا کہ جس پر یہ تمام متفق ہیں، مگر مرزا صاحب کا طرز عمل یہ بالکل

نہیں ہے۔ اور ان تمام محققین نے جو ان احادیث پر صحت کا حکم لگایا ہے سے عوام الناس کو کبھی آگاہ نہیں کرتے، اور اگر ان سے اختلاف ہے تو وہ اختلاف کس نوعیت کا ہے، کن اصول وضوابط کی روشنی میں ہے؟ یہ بھی کبھی ذکر نہیں کیا اور اس کے خلاف بس اِدھر اُدھر کی باتیں ہی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ ایک اور اشکال ہے جو ہمارے جناب صاحب ان احادیث کو مشکوک بنانے کے لیے پھیلاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''جو اہل حدیث فرقہ ہے اس کے جو بڑے امام ہیں ابن حجر عسقلانی، انہوں نے ذکر معاویہ چیپٹر صحیح بخاری کی جو شرح لکھی ہے فتح الباری وہ ذرا پڑھ کے دیکھ لیں، انہوں نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہاں جو لفظ ''ذکر معاویہ'' لکھا ہے تو انہوں نے اپنے استاد اسحاق بن راہویہ کی پیروی کی ہے، اس اعتبار سے کہ حضرت معاویہ کے لیے وہ سپیسیفیک کوئی فضیلت نہیں مانتے تھے اور امام بخاری بھی کوئی فضیلت نہیں مانتے تھے۔''

Video:Hazrat Mouviya R.A Ke Leye Jannat Ki Basharat ?

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صحابہ والے چیپٹر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت فضیلتِ معاویہ جیسے الفاظ بیان نہیں کیے بلکہ ''ذکر معاویہ'' لکھا ہے، اور پھر اس کے ضمن میں کوئی مرفوع حدیث بھی نہیں لائے جس سے جناب معاویہ کی فضیلت ثابت ہو، اور اس بنیاد پر کہا گیا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی فضیلت ثابت نہیں۔

امام بخاری نے باب کس نام سے باندھا ہے، اور ذکر معاویہ کیوں لکھا ہے اسکو چھوڑیں! اگر امام صاحب سرے سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نا کرتے اور نا ہی فضائل کے باب میں انکے نام پر باب قائم کرتے یہ تو پھر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انکے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی فضیلت مروی نہیں، اور نا ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ احادیث انکے نزدیک ضعیف ہیں۔ کیوں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نا تو یہ دعویٰ کیا ہے

کہ میں اس کتاب میں تمام کی تمام صحیح احادیث ذکر کردوں گا، اور نا ہی یہ بیان کیا ہے کہ جو حدیث میں صحیح بخاری میں درج نہیں کروں گا وہ میرے نزدیک ضعیف ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انکا یہ قول نقل فرمایا ہے:

لم أخرج فِي هَذَا الْكتاب الا صَحِيحا وَمَا تركت من الصحيح أكثر۔

''میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث نقل کی ہیں اور جن صحیح احادیث کو میں نے ترک کیا (یعنی صحیح بخاری میں نہیں لایا) ان احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔''

(مقدمہ فتح الباری: ج1، ص7)

کیا اب اس بیان کے بعد کوئی بلا دلیل یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ فلاں حدیث اگر امام بخاری نے صحیح بخاری میں ذکر نہیں کی تو وہ انکے نزدیک ضعیف ہے؟ ایسا ہرگز نہیں کہا جاسکتا!

لہٰذا اس بیان میں حافظ ابن حجر ہوں یا مرزا صاحب، دونوں ہی مدعی ہیں اور دلیل کیا ہے؟ کوئی بھی نہیں! اور مرزا صاحب کا یہ دھوکا کہ ''اہل حدیث کے بڑے امام حافظ ابن حجر.........'' یہ سراسر جھوٹ ہے، مرزا صاحب کی یہ عادت ہے کہ جب کسی کا قول پیش کرنا ہو (اور ہو بھی وہ بے دلیل) تو اسکے قائل کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، کہ بات میں وزن پیدا ہو۔ دیکھیں! اھل حدیث کا مقدمہ بالکل سادہ اور واضح ہے، جس میں کوئی دو آراء نہیں کہ اھل حدیث کے سب سے بڑے امام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جنہیں اللہ نے امام بنا کر بھیجا، اسکے علاوہ کوئی صحابی ہو تابعی ہو بڑے سے بڑا امام، محدث اور فقیہ ہو کسی کی ہر بات قابل قبول نہیں، بلکہ سب سے غلطی ہوتی ہے، اور دلائل کی روشنی میں کسی سے بھی اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا احترام اور انکا مقام اپنی جگہ مگر ہمیں ان سے اس مسئلہ میں اصول وضوابط کی روشنی میں اختلاف

ہے کیوں کہ انکا یہ دعویٰ بغیر کسی واضح دلیل کے ہے، جبکہ خود ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جو احادیث امام بخاری اپنی الصحیح میں درج نہیں کرتے تو اس بنیاد پر یہ کہنا درست نہیں کہ وہ انکے نزدیک ضعیف ہیں، جیسا کہ ہم انکے چند اقوال فتح الباری ہی سے پیش کریں گے۔

اس سے قبل اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں اخراجِ حدیث کے لیے بڑی اعلی اور کڑی شروط لگا رکھی ہیں، جو احادیث انکی صحیح بخاری کی شروط پر پورا اتریں آپ نے بس انہی کو نقل فرمایا ہے، اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ باقی احادیث امام صاحب کے نزدیک ضعیف ہیں، بلکہ وہ بھی آپ کے نزدیک صحیح ہوسکتی ہیں مگر صحیح بخاری کی اعلی شروط کے مطابق نا ہونے کے باعث انہیں ذکر نہیں کیا۔اس بات کی وضاحت خود مرزا صاحب نے بھی فرمائی ہے۔

(علمی و تحقیقی مجلس نمبر 10، دورانیہ 1:02:55)

اب اس سلسلے میں خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث جسے امام بخاری نے الصحیح میں ذکر نہیں فرمایا کے متعلق فرماتے ہیں:

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ أَيْضًا وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى شَرْطِ الْمُصَنِّفِ اسْتَنْبَطَ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي عَلَى شَرْطِهِ مَا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ الْمَعْنَى كعادته۔

”اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی (سنن ابی داؤد میں) ذکر کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، پس یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی (اس لیے اسے نقل کرنے کی بجائے) اس حدیث سے استنباط کیا جو ان کی شرط پر صحیح تھی جو اس (سنن ابی داؤد والی حدیث) جیسے معنی بیان کرتی ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے۔“

(فتح الباری:1/334)

اور ایک جگہ فرمایا:

وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْرَجَهُ مَالِكٌ وَمُسْلِمٌ وَأَصْحَابُ السُّنَنِ وَلَيْسَ هُوَ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِي صَحِيحِهِ فَاكْتَفَى فِيهِ بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهِ وَفِي كِتَابِهِ مِنْ ذَلِكَ نَظَائِرُ۔

''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام مالک، مسلم اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اور وہ صحیح بخاری کی شرط پر نہیں، تو امام بخاری نے صرف اسکی طرف اشارہ کرنے ہی پر اکتفا کیا، اور ان کی کتاب میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔''

(فتح الباری:13/490)

یہاں بھی صحیح مسلم کی حدیث کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ وہ صحیح بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے اسے امام بخاری نے نقل نہیں فرمایا، یہ تو نہیں فرمایا کہ ممکن ہے وہ انکے نزدیک ضعیف ہو۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل کے متعلق حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی شرح میں یہی بات بارہا دفعہ دہرائی ہے ،ایک جگہ ہمارے مقدمے کی عین ترجمانی اور تائید کرتے ہوئے فرمایا:

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَصْحَابُ السُّنَنِ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْهُ قِيلَ وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ بِصِيغَةِ التَّمْرِيضِ لِأَنَّ أَبَا نَضْرَةَ لَيْسَ عَلَى شَرْطِهِ لِضَعْفٍ فِيهِ وَهَذَا عِنْدِي لَيْسَ بِصَوَابٍ لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهِ عَلَى غَيْرِ شَرْطِهِ أَنَّهُ لَا يَصْلُحُ عِنْدَهُ لِلِاحْتِجَاجِ بِهِ بَلْ قَدْ يَكُونُ صَالِحًا لِلِاحْتِجَاجِ بِهِ عِنْدَهُ وَلَيْسَ هُوَ عَلَى شَرْطِ صَحِيحِهِ الَّذِي هُوَ أَعْلَى شُرُوطِ الصِّحَّةِ۔

''اس حدیث کو امام مسلم نے اور اصحاب سنن نے ابونضرہ کے واسطے سے

نقل کیا ہے، کہا گیا ہے کہ اسے امام بخاری نے صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے کیوں کہ (راوی حدیث) ابونضرہ میں پائے جانے والے ضعف کے سبب وہ امام بخاری کی شرط کا نہیں، لیکن یہ بات میرے نزدیک درست نہیں! کیونکہ اسکے امام بخاری کی شرط پر نا ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ انکے نزدیک قابل احتجاج راوی نہیں بلکہ وہ ان کے نزدیک قابل حجت بھی ہوسکتا ہے، مگر وہ صحیح بخاری کی شرط کا راوی نہیں جو کہ اعلی شرائطِ صحت ہیں۔''

(فتح الباری:2/205)

تو ہمارا مقدمہ بھی بالکل یہی ہے کہ اگر امام بخاری نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ پر مشتمل صحیح احادیث میں سے صحیح بخاری میں کچھ بیان نہیں فرمایا تو اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ سب ان کے نزدیک نا قابل احتجاج اور ضعیف ہے، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ احادیث انکے ہاں قابل حجت تو ہوں مگر صحیح بخاری کی اعلی شرائط پر نا ہونے کے سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ذکر نہیں فرمایا۔

صحیح بخاری کی سب سے عظیم اور مشہور شروحات میں سے ایک ''ارشاد الساری'' بھی ہے، جو امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 923ھ) نے لکھی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے اس باب کی شرح کے ضمن میں فرمایا:

قد ورد فی فضل السید معاویة رضی الله عنه أحادیث لکنها لیست علی شرط المؤلف۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث مروی ہیں مگر وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں'' (اس لیے انہیں صحیح بخاری میں درج نہیں کیا گیا۔)

(ارشاد الساری:6/141،140)

بالکل وہی بات کہی جا رہی ہے جو خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

اس طرز عمل پر فرمایا کرتے ہیں، اور اگر واقعی اس بات کی کوئی واضح دلیل ہوتی کہ امام بخاری نے ان روایات کو اس لیے نقل نہیں فرمایا کہ یہ انکے نزدیک ضعیف ہیں تو علامہ قسطلانی ایسا ہرگز نا کہتے، انکا یہ بیان اصول اور انصاف کے اور بلکہ خود امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر عبارات کے بالکل موافق ہے، لہٰذا یہی درست ہے! اور علامہ ابن حجر کا زیر بحث قول درست نہیں۔ مگر مرزا صاحب نے اپنی روایتی عادت کے مطابق اسی قول کو پکڑا ہے جو انکی خواہش کے مطابق ہے دوسری طرف جن محدثین نے صراحت کے ساتھ ان احادیث کو صحیح کہا ہے، انصاف اور اصول کیا تقاضا کرتے ہیں، ان سب باتوں سے انہیں کوئی غرض نہیں، اور ایسی بے ایمانی اور نا انصافی کے بعد بھی مرزا صاحب خود کو ایک نہایت منصف اور حق گوا سپیکر قرار دیتے ہیں۔

یہ تو تھا صحیح بخاری کا معاملہ، دوسری طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کی دوسری کتاب ''التاریخ الکبیر'' بھی ہے اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب کے تحت انکے فضائل میں وہی احادیث نقل فرمائی جو ہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کی ہیں: (التاریخ الکبیر-7/326)۔ تو اگر کوئی کہے کہ امام بخاری کا تاریخ الکبیر میں کوئی حدیث نقل کرنا ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں، تو پھر ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری کا صحیح بخاری میں کوئی حدیث ذکر نا کرنا بھی ان کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل بالکل نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے استاد اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے درست نہیں، بلکہ پہلے امام اسحاق سے وہ قول تو ثابت ہونا، پھر یہ ثابت کریں کہ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں تھا، اور پھر دلیل سے ثابت کریں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے متفق ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے صحیح بخاری میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ الحمد للہ مرزا صاحب نے ان میں سے کسی ایک چیز کی بھی دلیل نا تو کبھی دی ہے اور نا ہی دے سکتے ہیں، مگر اسکے

باوجود آپ ان جیسے اقوال سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی فضائل کو جھٹلاتے ہیں، اور جن أئمہ محدثین نے ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے انہیں چھپاتے ہیں، جبکہ آپ الزام علماء پر عائد کرتے ہیں کہ جی ان مولویوں نے لوگوں سے حق چھپایا ہے۔

ان دلائل کے بعد اب اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ کوئی کہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ فضیلت یا منقبت جیسے الفاظ ذکر نا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انکے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل اصحاب النبی'' چیپٹر میں دیگر کئی صحابہ کے نام کی ہیڈنگ کے ساتھ بھی ''ذکر'' کا لفظ ہی استعمال کیا ہے، تو ان کے متعلق مرزا صاحب کا کیا بیان ہوگا؟ حالانکہ تھوڑی سی توجہ کی جائے تو ان الفاظ کی بحث اور تفریق میں جانے کی ضرورت ہی نہیں بچتی کہ جب چیپٹر کا نام ہی ''فضائل اصحاب النبی'' ہے، تو اسکا کیا مطلب ہے؟ کہ یہ باب متقاضی ہے کہ اس میں صحابہ کے فضائل و مناقب یا ان کی صفات و محاسن بیان ہوں گے، پھر اس مطالبے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے کہ ہر ہر صحابی کے نام کی ہیڈنگ کے ساتھ لفظ فضیلت یا منقبت ہی استعمال کیا جائے جبکہ پہلے عمومی طور پر اس باب کے تحت تمام مذکورین صحابہ کے لیے لفظ ''فضائل'' بول دیا گیا ہے؟

اور مرزا صاحب جن کا نام لے کر یہ اشکالات پیدا کر رہے ہیں خود انہوں نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب کے متعلق ''مناقب معاویہ'' جیسے الفاظ کہہ رکھے ہیں، چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وَسَيَأْتِي فِي الْمَنَاقِبِ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ أَوْتَرَ بِرَكْعَة وَأَن ابن عَبَّاسٍ اسْتَصْوَبَهُ۔

''اور عنقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں آئے گا کہ انہوں نے ایک وتر پڑھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں درست قرار دیا۔''

(فتح الباری:2/482)

تو جب خود ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں اس کے باوجود بھی مرزا صاحب ان کے ایک ایسے قول کو لے کر بیٹھے ہیں جس میں ان سے خطا ہوئی ہے مگر اسی ابن حجر کا ایسا قول بھی موجود ہے جس میں وہ درستگی پر ہیں مگر مرزا صاحب کو انکے اس قول سے کوئی واسطہ نہیں۔

یہ تھے مرزا صاحب کے بہانے جو کہ آپ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے کے لیے بناتے ہیں، کبھی تو ان صحیح احادیث کو جھٹلانے کے لیے غیر ثابت اقوال کا سہارا لیتے ہیں، یا کبھی کسی کے قول سے غلط مطلب کریدتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں حدیث سے یہ استدلال کیوں نہیں کیا، یا انہوں صحیح بخاری میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب کے تحت فضائل پر مبنی احادیث کیوں ذکر نہیں کیں، اور کبھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاذ اور خطا پر مبنی قول کو بنیاد بناتے ہیں، مگر کبھی بھی کسی دلیل سے یہ بات نہیں کریں گے کہ آپ کی فلاں پیش کردہ روایت میں یہ علت ہے اور فلاں میں یہ ضعف، اور پھر آپ دعوے دار بھی ہیں کہ ہم ہیں مسلم علمی کتابی اور ہم بابی نہیں، آپ کی تو بنیادی دعوت ہے کہ بابوں کو چھوڑو خود علم کی بنیاد پر مقدمہ قائم کرو، مگر یہ محض لفظوں کا جال اور دھوکے بازی ہے، آپ خود جب چاہے بابی بن جاتے ہیں اور کسی کے غلط قول کو بنیاد بنا کر بضد اس پر جم جاتے ہیں اور اسکی آڑ میں حق کو جھٹلاتے چلے جاتے ہیں اور بیچاری عوام کو اس دھوکے میں رکھا گیا ہے کہ آپ ہر بات دلیل اور حوالے سے کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کسی برتن کا ڈھکن نہیں ہیں یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے رہے ہیں کہ انہوں نے فلاں حدیث سے فضیلت پر استدلال کیوں نا کیا فلاں احادیث صحیح بخاری میں درج کیوں نا کیں؟ مگر جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اخذ کی اور جس سے آپ نے استدلال کیا ہے تو اس استدلال کے ساتھ مرزا صاحب کا کیا طرز عمل ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، کہ جن کے نام پر یہ ساری عمارت مرزا

صاحب نے کھڑی کی ہے کی تشریح کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے وہ بھی ذرا دیکھ لیں:

امام بخاری کا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال اور مرزا صاحب کا طرزِ عمل:

پیچھے آپ پڑھ آئے کہ کس طرح مرزا صاحب نے بغیر دلیل کے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو جھٹلانے کی ناکام کوششیں کی ہیں، کبھی کسی کا نام لے کر پیچھا چھڑاتے ہیں تو کبھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ٹال مٹول، کبھی یہ مطالبہ اور اشکال کہ امام بخاری نے ''اول جیش'' والی حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیوں نا کیا، تو کبھی یہ عذر کہ بخاری نے جناب معاویہ کے نام کی ہیڈنگ پر ذکر معاویہ لکھا، فضیلت یا منقبت جیسے الفاظ نہیں لکھے اور اس سے یہ باور کرایا گیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی فضیلت ثابت نہیں، ان اعتراضات کی حقیقت تو آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس باب میں یہ بتانا مقصود ہے کہ جناب مرزا صاحب خالص اور پکے مطلب پرست اور دوغلے انسان ہیں، بس اپنے مفاد کی حد تک کسی کے نام کو استعمال کرتے ہیں اور اس سے اپنے نظریات کو تقویت دینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس سے مطلب پورا ہو گیا تو آپ کون اور ہم کون۔

تو عرض ہے کہ مرزا صاحب بار بار جس بخاری کا نام لے کر چوڑے ہو رہے تھے آپ ان کے بھی سگے بالکل نہیں ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں فضائل صحابہ کے تحت جہاں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر باب باندھا تو اس کے ضمن میں یہ اثر ذکر فرمایا:

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا اور انکے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں بتایا) تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔“

(صحیح بخاری:3764)

(وعنه) قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ۔

”ابن ابی ملیکہ ہی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ کا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے کہ انہوں نے تو صرف ایک رکعت وتر پڑھا ہے؟ تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک وہ فقیہ ہیں۔“

(صحیح بخاری:3765)

اسے بہت سے محدثین نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں ذکر کیا ہے اور ظاہری بات ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود بھی یہی ہے جب وہ اس اثر کو فضائل کے باب میں نقل فرما رہے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کو یہ بات بھی بالکل ہضم نا ہوسکی، انکا مشن عوام الناس کے درمیان جنابِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق منفی تاثرات ہی پھیلانا ہے، اب بخاری بخاری کرنے والے کو تو چاہیے تھا کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا ہے اور فضائل صحابہ میں اسے درج فرمایا ہے تو اسے سر آنکھوں پر رکھا جاتا لیکن افسوس کہ اسے بھی نہیں بخشا۔ اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ -جن کا نام لے کر مرزا صاحب نے اپنا الو سیدھا کیا ہے- نے صحیح بخاری کی شرح میں اس اثر پر کیا تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی دیکھ لیں:

وَقَوْلُهُ دَعْهُ أَيِ اتْرُكِ الْقَوْلَ فِيهِ وَالْإِنْكَارَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ أَيْ فَلَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا إِلَّا بِمُسْتَنَدٍ وَفِي قَوْلِهِ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى أَصَابَ إِنَّهُ فَقِيهٌ مَا يُؤَيِّدُ ذَلِكَ۔

''جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو! سے مراد یہ ہے کہ اس پر بات اور انکار کرنا چھوڑ دو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں، یعنی وہ کوئی ایسا کام ہی کریں گے جو مستند (یعنی سنت یا حدیث سے ثابت) ہو، اور دوسری روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ''معاویہ رضی اللہ عنہ نے درست کیا اور وہ فقیہ ہیں'' (ہماری) اس بات کا مؤید ہے۔''

(فتح الباری:7/104)

یاد رہے مرزا صاحب نے صحیح بخاری کے باب ''ذکر معاویہ'' کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ لفظ بلفظ پیش کیا ہے بلکہ جگہ جگہ اسے بیان کرتے رہتے ہیں، کیوں کہ اس میں مرزا صاحب کے مفاد کی باتیں ہیں، مگر یقین جانیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی اسی صفحے پر موجود ہے جس سے آپ اپنے مطلب کا قول نقل فرمایا کرتے ہیں، اور مرزا صاحب بالکل مطمئن ہو کر کہتے ہیں کہ میں ایک ایماندار، منصف اور حق گو انسان ہوں، حق بات چھپانا نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

لَكِنْ بِدَقِيقِ نَظَرِهِ اسْتَنْبَطَ مَا يَدْفَعُ بِهِ رُؤُوسَ الرَّوَافِضِ۔

''لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گہری نظر سے ایسا استنباط کیا جو روافض کا قلع قمع کرتا ہے۔'' (ایضاً)

یعنی روافض اہل بیت کی محبت اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے دعوے دار ہیں، جبکہ یہاں اہل بیت میں سے ایک عظیم ہستی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کے متعلق ایسی ورڈنگ دے رہے ہیں، مگر روافض کا معاملہ تو اسکے بالکل برعکس ہے۔

اور یہ تھا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اس واقعہ کے متعلق مؤقف! مگر یقین کیجیے کہ اس حوالے سے مرزا صاحب کے بیانات امام بخاری اور امام ابن حجر رحمہا اللہ سے بالکل ہٹ کر ہیں، بلکہ سو فیصد ان کے برعکس ہیں۔ وہ دونوں تو اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر میں لے رہے ہیں مگر جناب انجینئر صاحب اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں پیش کرتے ہیں اور اپنی رسم پریت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس سے بھی منفی تاثر ہی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

انجینئر صاحب کے اشکالات سے پہلے عرض ہے کہ یوٹیوب پر انکے ایک وتر پڑھنے کے جواز کے متعلق اقوال سن لیں، کہ آپ خود اس عمل کو بالکل درست قرار دیتے ہیں، ایک جگہ آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے اسے بالکل جائز کہا! بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا عمل بحوالہ مؤطا امام مالک پیش بھی کیا کہ وہ ہمیشہ اکیلا وتر پڑھا کرتے تھے۔

Ask Questions With Engineer Muhammad Ali Mirza on Live Video Call | Shahid & Bilal.Episode: 023- Last Question

اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی جواز پر مبنی ویڈیوز موجود ہیں۔ ایک وتر پڑھنا صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور انہی میں خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جیسا کہ آگے بحوالہ ذکر کیا جائے گا، بتانے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت میں بھی اور خود انجینئر صاحب کے نزدیک بھی ایک وتر جائز عمل ہے، مگر جناب معاویہ سے بغض اور تعصب کا نتیجہ ہے کہ جب بات ان کے ایک وتر پڑھنے پر آتی ہے تو چونکہ اس میں انکی فضیلت موجود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں فقیہ صحابی قرار دیا لہٰذا یہاں آپ کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ایک وتر پڑھنا اتنا خطرناک عمل ہے کہ میں آپ کو یہ بخاری سے حدیث

بتاتا ہوں، خطرناک اس حوالے سے کہ جائز ضرور ہے لیکن پسندیدہ نہیں ہے! یہ سن لیں آپ حدیث - بخاری میں 3764 اور 3765 - کہ [لوگوں] نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو شکایت کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صرف ایک رکعت وتر ہی پڑھتے ہیں، یہ شکایت کی گئی ابن عباس کو تو انہوں نے فرمایا کہ ''معاویہ کو چھوڑ دو وہ خود فقیہ اور سمجھدار ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے، یعنی ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ صحابی ہیں اگر وہ یہ کر رہے ہیں عمل اس کو جائز سمجھتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ایک رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے''لیکن دیکھیں [اس کو معیوب کتنا سمجھا] [صحابہ نے] شکایت کی کہ یہ دیکھیں حضرت معاویہ، [یعنی اس کا مطلب کوئی اور پڑھتا ہی نہیں تھا ایک وتر]۔ اور ویسے میں نے جب سے یہ حدیث پڑھی ہے نا اس کے بعد میں نے پھر! کبھی کبھار پہلے میں ایک وتر پڑھتا تھا ہون میں کدی وی نہیں، کدی وی ایک وتر نہیں پڑھیا، میں کیا ہون تے میں پڑھنا ہی نہیں، کیونکہ معیوب سمجھا جاتا تھا نا، دوسری بات میں کرنا نہیں چاہتا۔'' (پھر مرزا صاحب اور انکے سامنے بیٹھے سٹوڈنٹس ہنسنے لگے۔)

130-Mas'alah : Namaz-e-WITER kay 8-SUNNAT TAREEQAY aur Saheh FIQAHAI Ahkam-o-Masa'il (3-ILMI Poins)-1:14:03

عبارت میں بعض لفظوں کو بریکٹ میں لکھنے سے انکی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو انجینئر صاحب نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے اس میں جھوٹ ملائے ہیں، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ خیر اس میں انہوں نے یہ تو تسلیم کیا کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی تنقید نہیں کی اور انہیں فقیہ قرار دیے جانے کو بھی حقیقت پر محمول کیا یہاں تک کہ آپ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خود بیان

کر رہے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ وتر ایک بھی جائز ہے، مگر اس کے بعد مرزا صاحب کا سافٹ وئر مزید اپ ڈیٹ ہوا، اور اب آپ اس بات سے بھی صاف انکار کرتے ہیں اور اس میں طرح طرح کے رنگ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ اصل میں وہی بات انہوں نے کی جو ہم پنجابی میں کہتے ہیں جب کسی سے کوئی awkward کام ہوتا ہوا دیکھتے ہیں نا ہم، اسی کہنے وا: ''یار چھڈ دیو اینو آپ سیانا بیانا اے، اینو نی پتہ!'' یہ سیانا بیانا ہے یہ فقیہ ہے اور صحابی ہے، یعنی اس کو نہیں پتہ یہ کیا کام کر رہا ہے؟ یہ اصل میں ابن عباس نے کہا ہے......''

Mas'alah 157,part b - 19:28

اور ایک جگہ انجینئر صاحب عبداللہ بن عباس کے اس جواب کے بارے میں کہتے ہیں:

''اور یہ بھی حضرت ابن عباس نے تقیۃً بات کی تھی کیونکہ- طحاوی شریف- حنفیوں کی ''شرح معانی الآثار'' اس میں باقاعدہ امام طحاوی نے اس کونٹیکسٹ میں ایک اور روایت لی ہے جس میں ابن عباس کو جب بتایا جاتا ہے نا کہ وہ ایک وتر پڑھتے ہیں حضرت معاویہ، تو (ابن عباس) کہتے ہیں اس گدھے نے یہ کہاں سے طریقہ نکال لیا۔''

Hazrat Mouviya R.A Ki Koi Bhi Fazeelat Nhi Lakin ??? TRUTH Exposed By Engineer Muhammad Ali Mirza - 0:45

یہ جس روایت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے بالکل ضعیف ہے، جیسا کہ ہم دلائل سے یہ ثابت کرنے والے ہیں، کسی عام شخص کو بھی پتہ ہے کہ یہ بات صحیح بخاری کی واضح روایت کے خلاف ہے۔ خیر انجینئر صاحب اپنے ان بیانات کے دلائل دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

سوال: حضرت سعد بن ابی وقاس کا ایک وتر پڑھنا اگر ثابت ہے تو حضرت معاویہ پر طعن

کیوں؟

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''میرا کسی کے اوپر کوئی طعن نہیں نعوذ باللہ من ذالک! آپ بات کے مقدمے کو سمجھیں............ یہ بالکل ٹھیک ہے وہ ایک وتر پڑھتے تھے الموطا امام مالک میں موجود ہے کہ سعد ابن ابی وقاص عشاء کی پانچ رکعات پڑھا کرتے تھے چار فرض اور ایک وتر، تو صرف وتر کا مسئلہ نہیں وہ تو سنتیں بھی نہیں پڑھتے تھے تو کیا اب ہم لوگوں کو یہ ترغیب دلانا شروع کر دیں گے کہ سعد ابن ابی وقاص چونکہ پانچ رکعتیں پڑھتے تھے لہٰذا سنتین پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں، خالی عشاء پڑھو اور ایک وتر پڑھ کر سائیڈ پر ہو جاؤ، نہیں! ہم تو نبی علیہ السلام کی سنت کے اوپر ترویج دلائیں گے نا وہ lowest level تھا،............ حضرت معاویہ پر ہم نے طعن نہیں کیا ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ایک وتر پڑھنے پر [آپ جو ان کی فضیلت بتا رہے ہیں نا]، ایک وتر پڑھنا کوئی فضیلت نہیں سمجھا گیا صحابہ کے ہاں [بلکہ اسے معیوب سمجھا گیا ہے] صحیح بخاری میں محمد بن قاسم بن ابی بکر جو حضرت ابوبکر کے پوتے ہیں ان کا قول امام بخاری نے نقل کیا صحیح بخاری میں، وتر پر میرا مسئلہ 130 پر آپ دیکھ لیں انہوں نے کہا ''میں نے صحابہ کو تین وتر پر پایا [اور ایک میں بھی حرج نہیں ہے]'' لیکن صحابہ کا عمل تین ہے............ ہم یہ کہتے ہیں جو آپ فضیلت بتا رہے ہیں نا یہ ان کی فضیلت نہیں ہے بلکہ صحابہ کے ہاں اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا، اسی لیے تو بخاری میں آتا ہے نا کہ [لوگوں] نے آ کر ابن عباس کو شکایت کی کہ امیر المومنین معاویہ ابن ابی سفیان ایک وتر پڑھتے ہیں تو انہوں نے آگے سے کہا ان کو: اس کو چھوڑ دو وہ فقیہ ہے صحابی ہے، وہ کہتے ہیں یہ انہوں نے فضیلت بتائی ہے، فضیلت نہیں بتائی فضیلت پتہ ہے کیا بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم

کیوں طعن کر رہے ہو وہ تو سنت ہے، کیونکہ ابن عباس کی language یہی ہوا کرتی تھی.......... یہاں پر بھی بخاری میں ہونا چاہیے تھا کہ جب ایک وتر کی شکایت حضرت معاویہ کی کی گئی تو ابن عباس کہتے کہ تیرا ستیاناس ہو وہ تو ابوالقاسم کی سنت ہے، سمجھ آئی بات کی؟ حضرت ابن عباس کی تو یہ عادت تھی، باقی آپ [حنفیوں کی ساری کتابیں] اٹھا کے دیکھ لیں، حنفی تو ہم سے بات ہی نا کریں ان کی تو فقہ کی کتابوں میں اس کی explanation موجود ہے کہ جو شرح معانی الآثار ہے امام طحاوی کی حدیث کی کتاب اس میں تو آگے الفاظ موجود ہیں امام طحاوی کہتے ہیں یہ جو بخاری میں یہ حدیث ہے نا یہ ابن عباس نے تقیہ کیا ہے انہوں نے کہا اصل روایت یہ ہے کہ جب ان کو آکر بتایا گیا انہوں نے کہا کہ اس گدھے سے پوچھو اس نے ایک وتر کہاں سے نکال لیا؟ تو وہ تقیہ انہوں نے کیا یعنی [ابن عباس نے اسکو اچھا نہیں سمجھا] ہم ان کے اوپر طعن نہیں کرتے ہم کہتے ہیں کہ انکے اس عمل کو [صحابہ کرام اچھا نہیں سمجھتے تھے] ٹھیک ہو گیا نا، طعن کوئی نہیں آپ پڑھیں، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ میں حدیث ہے "وتر مسلمان پر اللہ کا حق ہے جس کی مرضی پانچ پڑھے جس کی مرضی تین پڑھے جس کی مرضی ایک پڑھے" ٹھیک ہو گیا، اگرچہ اس کے اوپر حنفی تاویل بھی کرتے ہیں کہ ایک سے مراد یہ کہ باقی بھی ساتھ ملائیں البتہ کوئی اکیلا بھی پڑھ لیتا ہے تو جواز کی حد تک جائز ہے۔ [صحابہ کا اور نبی علیہ السلام کا عمل اس کو supportive نہیں ہے]"

Ilmi o tahqiqi majlis no.30 -2:00:06
(Open Q & A Session) with Engineer Muhammad Ali Mirza Bhai (30-Sep-2018)

جھوٹے اور دوغلے انسان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کی بات

اپنی ہی دوسری باتوں سے نہیں ملتی، یہاں آپ کے سامنے ہے کہ پہلے مرزا صاحب کچھ کہا کرتے تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے بیانات میں کافی تبدیلی آ رہی ہے، اور انکے ہر اعتراض کا جواب خود انہی کے دوسرے بیان میں موجود ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فضیلت کو انکے خلاف ثابت کرنے کے لیے جو دلائل اور اعتراضات مرزا صاحب نے پیش کیے ہیں ان کا نچوڑ یہ ہے:

(۱) ایک وتر پڑھنا خطرناک عمل ہے، صحابہ کرام نے انکے اس عمل پر شکایت کی اور اسے معیوب سمجھا (تو یہ فضیلت کیسے؟)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی مذمت کی، اور جو بخاری میں فقیہ کے الفاظ ہیں وہ غیر حقیقت پر محمول ہیں اور یہ انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ اور اس کی دلیل میں آپ نے دو باتیں کیں۔

اول: کہ طحاوی میں روایت ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس متعلق بتایا گیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ اس گدھے نے طریقہ کہاں سے نکال لیا۔

دوم: اس کی مزید تائید میں فرمایا کہ وہ واقعی انہوں نے تقیہ کیا تھا ورنہ اگر وہ عمل درست تھا تو کہتے کہ یہ تو سنت ہے اور اسے آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مزاج قرار دیا، تو جب انہوں نے ایسا نہیں کہا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فقیہ کا لفظ انہوں نے تقیہ کر کے کہا۔

(۳) ایک وتر جواز کی حد تک جائز ہے تو اسے روٹین بنا لینا ٹھیک نہیں یہ ایک کم سے کم عمل ہے، پھر مرزا صاحب نے نوافل کی مثالیں دینا شروع کر دیں کہ دن رات میں اتنے نوافل .... اور انکی فضیلت وغیرہ وغیرہ تو اب اگر چہ وہ فرض نہیں مگر کوئی اس کو روٹین ہی بنا لے اور صرف فرض پڑھنے ہی پر اکتفا کرے تو یہ ٹھیک نہیں۔ (یہ باتیں ہم نے عبارت لکھتے وقت طوالت کی وجہ سے حذف کر دی ہیں کیوں کہ ان باتوں کا زیر بحث مسئلہ سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں)۔

(۴) ایک وتر جائز ضرور ہے مگر صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل اسکو سپورٹ نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ مرزا صاحب خود اس عمل کو بالکل جائز بتاتے آئے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی اقرار کر چکے ہیں کہ انہوں نے اسے جائز قرار دیا اور پھر توجہ طلب بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اگر یہ عمل منقول ہے تو اس میں یہ نہیں کہ وہ ہمیشگی کے ساتھ ایسا کرتے تھے بلکہ یہاں تو بس ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب معاویہ نے ایک وتر پڑھا، تو اتنی سی بات مرزا صاحب کے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب ہے کہ جب ایک عمل جواز کی حد تک جائز ہے اور یقیناً جائز ہے تو اگر کوئی اس پر کبھی عمل کر لیتا ہے تو کیا وہ غلط اور معیوب ہے؟ اگر جواب ہاں ہے تو پھر اس عمل کے جائز ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور ممکن ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی عذر رہا ہو جو انہوں نے اس رات صرف ایک وتر پڑھا، تو ان باتوں کو سامنے رکھنے سے یہی واضح ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو انہیں اس عمل کی وجہ سے فقیہ کہا تو اس سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے جب ایک جواز پر ہی عمل کیا ہے نا، تو وہ شریعت کے احکام اچھی طرح جانتے ہیں کونسا عمل صحیح اور کونسا غلط اور اگر جو عمل صحیح ہے تو کس صورت میں اور کس قدر صحیح ہے وہ یہ سب تفصیلات جانتے ہیں، لہٰذا ان کے اس عمل کی وجہ سے ان پر کلام نا کیا جائے جیسا کہ ہم نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس کے بیان میں نقل کیا تھا۔ تو جب صحیح بخاری کی روایت بالکل واضح اور محفوظ ہے تو بغیر کسی دلیل کے اس کا ظاہر سے ہٹ کر معنی بیان کرنا درست نہیں۔ اور پھر کہاں گیا اب امام بخاری کا استدلال اور حافظ ابن حجر کی شرح؟ اس سے قبل آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل جھٹلانے کے لیے انہی دو ناموں کا جھوٹا سہارا لیتے آئے ہیں، مگر یہاں تو یہ دونوں ایک بات پر واضح طور پر متفق ہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کو ظاہر ہی پر قرار دے رہے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ کیا اسے بھی آپ کی منصف مزاجی شمار کریں؟ بہر حال اب چلتے ہیں انجینئر صاحب کی ویڈیوز اور انکے دلائل کی طرف، تو:

پہلی ویڈیو میں مرزا صاحب کا بنیادی پوائنٹ یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو صحابہ نے معیوب سمجھا اور اسی وجہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکی شکایت کی۔لیکن یہ مرزا صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے، روایت میں صرف اتنا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام نے انکا یہ فعل دیکھا اور اسکے متعلق جا کر عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا، نا تو اس میں [لوگوں] کا ذکر ہے اور نا ہی [صحابہ] کا جیسا کہ پیچھے صحیح بخاری کی روایت میں دیکھا جا سکتا ہے،اور انکا غلام صحابی بالکل نہیں، اور اسے مرزا صاحب کی غلطی کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے کہ جب یہ جھوٹ انہوں نے اپنی کئی ویڈیوز میں بار بار صحیح بخاری کا نام لے کر بول رکھا ہے، اور دعویٰ کیا ہے کہ ہم تو ہر حدیث حوالہ دے کر بیان کرتے ہیں، تو یہ آپکے سامنے ہے کہ حوالہ دے کر اس کے ساتھ ظلم کس طرح کیا جاتا ہے، پھر ظلم پر ظلم یہ کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس پر کوئی انکار نا کرنے بلکہ انکی تائید کرنے سے محدثین نے تو ایک وتر کے جواز پر استدلال کیا ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا ،مگر اسکے برعکس مرزا صاحب اسی اثر سے ایک وتر کے خطرناک اور معیوب عمل ہونے پر استدلال کر رہے ہیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صحابی کے ایسے عمل جسکی شریعت میں اجازت موجود ہے کی بنا پر اس غلام کے تعجب یا معیوب جاننے کو غلط کہا جائے ،مگر یہاں اسکے تعجب کی بنیاد پر ایک جائز عمل کو خطرناک قرار دیا جا رہا ہے، سبحان اللہ! آخر کسی شخص کے کسی شرعی اور جائز عمل کے متعلق نا جاننا اور لاعلمی کی بنیاد پر اسکے متعلق سوال یا اعتراض کرنا اس جائز عمل کے خطرناک اور معیوب ہونے کی دلیل ہے؟

دوسری ویڈیو میں جو مرزا صاحب نے صحیح بخاری کی اس روایت کے ساتھ ظلم و ستم کیا ہے وہ انکی جہالت پر ایک واضح دلیل ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کے اس واضح بیان اور وہ بھی کہ جو انہوں نے ایک صحابی رسول کے بارے میں دیا ہے کو تقیۃ قرار دینا اور اسے تشبیہ دینا کہ جیسے کوئی کہے کہ ”چھڈ دیوا اینو، اینو آپ نئی پتہ کہ اے کی پیا

کردے، اے آپ سیانا بیانا اے" اسکے رد میں کچھ نا بھی کہا جائے تو کوئی بھی اس بات کا فیصلہ با آسانی کرسکتا ہے کہ یہ روایت کی نہایت قبیح تاویل ہے، اور عبداللہ بن عباس کی مراد کے سو فیصد خلاف ہے، دیگر روایات میں مزید اضافہ موجود ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے عمل کو درست قرار دیا ہے۔اور حضرت صاحب! پنجابی کا یہ جملہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے کہ جب کوئی غلط یا غیر مناسب اور ناجائز کام کررہا ہو، نا کہ اس وقت کہ جب کوئی ایسا کام کررہا ہو جو شریعت میں منع یا ناجائز نہیں بلکہ جائز ہے اور صحابہ کرام کا اس پر عمل موجود ہو اور حدیث میں اسکی واضح رخصت موجود ہو جیسا کہ آپ نے خود حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے وتر پانچ پڑھے یا تین یا جو چاہے ایک پڑھے، تو تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والا انسان یہ عمل کرنے والے انسان پر پنجابی کا یہ جملہ ہرگز فٹ نہیں کرے گا، ہاں مگر کوئی انجینئر ایسا کرسکتا ہے کیوں کہ یہ سب اسکی فیلڈ سے ہٹ کر ہے۔

رہا یہ دعویٰ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عمل کی مذمت کی اور نا پسند فرمایا تو یہ بھی سراسر غلط ہے اور اسکے ثبوت میں جو یہ دلیل شرح معانی الآثار کے حوالے سے پیش کرتے ہیں آیئے اس کا بھی جائزہ لے لیتے ہیں، طحاوی لکھتے ہیں:

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أنا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ۔

"عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ہم باتیں کرتے رہے تھے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، پس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر پڑھا تو ابن

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس گدھے نے یہ عمل کہاں سے لیا ہے؟"

(شرح معانی الآثار: 1719)

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (فضائل صحابہ: 127) اور مولانا غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا (دفاع صحابہ: 503) یہاں پر نا صرف مرزا صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ایک ضعیف روایت کو فروغ دیا بلکہ علامہ طحاوی کے نام پر جھوٹ بھی بولا ہے، مرزا صاحب نے اول تو ان کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ طحاوی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسرا یہ کہ طحاوی نے فرمایا: یہ جو بخاری میں حدیث ہے نا.......... یہ ابن عباس نے تقیہ کیا ہے [اصل روایت یہ ہے] (جس میں گدھے کے الفاظ ہیں)......... اور تاثر یہ دیا ہے کہ طحاوی نے جو تاویل کی ہے وہ اسی (ضعیف) روایت کی بنیاد پر کی ہے۔ جبکہ یقین جانیں ان ساری باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی سچ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کتاب اور حوالے کے نام پر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ علامہ طحاوی حنفی المسلک ہیں اور فقہ حنفی میں ایک وتر پڑھنا درست نہیں تو اسی بحث کے ضمن میں آپ نے کہا کہ اگر کوئی ہمیں بطور دلیل یہ روایت پیش کرے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَيْمُونٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: هَلْ لَكَ فِي مُعَاوِيَةَ أَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَعِيبَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَصَابَ مُعَاوِيَةُ قِيلَ لَهُ: قَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي فِعْلِ مُعَاوِيَةَ هَذَا مَا يَدُلُّ عَلَى إِنْكَارِهِ إِيَّاهُ عَلَيْهِ۔ وَذَلِكَ:

اس میں ہے کہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کے متعلق خبر دی گئی تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا:

''معاویہ نے درست کیا'' (شرح معانی الآثار:1718)۔

پھر طحاوی کہتے ہیں کہ ہم اسے جواباً کہیں گے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت بھی مروی ہے کہ جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر انکا انکار موجود ہے پھر آپ نے وہ روایت ذکر کی جو مرزا صاحب بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أنا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ۔

اور پھر کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا عِمْرَانُ، فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقُلِ الْحِمَارُ وَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَصَابَ مُعَاوِيَةُ عَلَى التَّقِيَّةِ لَهُ، أَيْ أَصَابَ فِي شَيْءٍ آخَرَ لِأَنَّهُ كَانَ فِي زَمَنِهِ وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا أَنْ يَكُونَ مَا خَالَفَ فِعْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قَدْ عَلِمَهُ عَنْهُ صَوَابًا۔

''عمران بن حدیر نے اپنی سند سے اسی جیسی روایت بیان کی مگر اس میں گدھے والی بات نہیں۔اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن عباس کا قول کہ ''معاویہ نے درست کیا'' بطور تقیہ ہو، یعنی معاویہ نے کوئی دوسرا کام درست کیا (تو اسکے متعلق یہ بات کہہ دی ہو)، اور ہمارے نزدیک ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے ہاں ایسا عمل درست ہو کہ جو انکے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے خلاف ہو۔''

اب ساری عبارت آپ کے سامنے ہے بتایئے طحاوی نے کہاں کہا ہے کہ بخاری کی روایت یا جس میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے درست کیا اس روایت کے مقابلہ میں اصل روایت انکار والی ہے؟ یا انہوں نے کہاں اس روایت کو صحیح لکھا ہے؟ اور کیا ایسے اسلوب سے اس روایت کی تصحیح مانی جاسکتی ہے؟ اگر بالفرض انہوں نے صحیح کہا بھی ہو پھر بھی اسکی کوئی حیثیت نہیں۔ کیوں کہ اس فن کے محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے جن میں امام بخاری بھی شامل ہیں مگر طحاوی کوئی جرح وتعدیل کے امام نہیں اور نا یہ ان کی فیلڈ ہے، اور پھر کیا ضعیف حدیث کسی کے صحیح کہہ دینے سے صحیح ہو جاتی ہے؟ جبکہ وہ صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہو، ہاں! مرزا صاحب کے نزدیک ہوسکتی ہے کہ جب انہیں اس سے کوئی مفاد ہو۔ جبکہ صاف ظاہر ہے کہ علامہ طحاوی حنفی مسلک کی حمیت میں یہ ساری کاوشیں کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب کی فقہ حنفی کے متعلق کیا رائے ہے اور آپ کس طرح فقہ حنفی کا رد کرتے اور اس پر طعن کرتے ہیں یہ آپ یوٹیوب پر Fiqah e hanafi and engineer muhammad ali mirza جیسے ملتے جلتے کوئی بھی الفاظ لکھ کر دیکھ سکتے ہیں، فقہ حنفی کے رد اور مذمت میں کئی ویڈیوز سامنے آجائیں گی۔ تعجب ہے کل تک آپ جس فقہ اور انکی اس جیسی باطل تاویلات کا رد کرتے اور مذاق اڑاتے آئے ہیں، کہ بالکل واضح حدیث یا سنت کے خلاف دیکھیں ایسی اور ایسی تاویلات کر رہے ہیں۔ تو آج اسی فقہ کا قول بطور حجت ہم پر پیش کر رہے ہیں، کیا یہ زیادتی نہیں؟ بہر حال ہمارا مقدمہ بالکل واضح روایت پر کھڑا ہے تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم طحاوی کی اس عبارت کا جواب لکھنے میں وقت ضائع کریں۔ فقہ حنفی میں "ممکن ہے" اور "ہوسکتا ہے" کہہ کر بہت کچھ ہو جایا کرتا ہے۔ حلالہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔
(سنن ترمذی:1120)

مگر فقہ حنفی میں حلالہ جائز ہے اور وہ اس مسئلہ میں بھی کافی تاویلات پیش کیا کرتے ہیں فقہ حنفی کی کتاب ''کنز الدقائق'' کی شرح (مستخلص الحقائق ص:126) میں ہے کہ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت سے مراد رحمت لی ہو (یعنی حدیث میں حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت کی بجائے رحمت مراد ہے)۔

خود احناف کے امام ابن ابی العز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وَقد انحرف فِي شُأن أبي حنيفَة رَحمَه الله طَائِفَتَانِ فطائفة قد غلبت فِي تَقْلِيده فَلم تتْرك لَهُ قولا وأنزلوه منزلَة الرَّسُول صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَإِن أورد عَلَيْهِم نَص مُخَالف قَوْله تأولوه على غير تَأْوِيله ليدفعوه عَنْهُم۔

''ایک گروہ (حنفیہ) نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں اس قدر غلو کیا کہ انہوں نے امام صاحب کے کسی قول کو ترک نہیں کیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا، اگر انہیں کوئی حدیث پیش کی جائے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف ہو تو وہ اس میں بے جا تاویلیں کرتے ہیں۔'' (الاتباع:30)

اسی طرح حنفیوں کے مولانا اشرف علی تھانوی اپنے گھر کی خبر دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قولِ مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے دل میں کشادگی اور فرحت نہیں رہتی اور پھر تاویل کی فکر پڑ جاتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو......'' (تذکرۃ الرشید:1/131)

اس زیر بحث مسئلے (یعنی ایک وتر کے جواز) کے متعلق مروی روایات پر بھی بہت سی تاویلات موجود ہیں جن کے بیان کا یہ مناسب وقت تو نہیں مگر بطور لطف عرض ہے کہ انجینئر صاحب ایک وتر کے جواز کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کے لیے حدیث بھی بطور دلیل ذکر کی ہے کہ: جو چاہے وتر پانچ پڑھے جو چاہے تین یا جو چاہے ایک پڑھ

لے۔مگر آیئے دیکھ لیں کہ اس روایت کا طحاوی حنفی نے کیا جواب لکھا ہے، چنانچہ اسی شرح معانی الآثار میں اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: "وَقَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت اسکے خلاف جمع ہوگئی (یعنی ایک رکعت وتر کے خلاف اجماع ہوگیا) (شرح معانی الآثار:1753)۔آپ شرح معانی الآثار کی بات کر رہے ہیں تو اسی کا ''باب الوتر'' کھول کر مشاہدہ کرلیں کہ ہر حدیث اور ایک رکعت وتر کے جواز پر مبنی روایت کے بعد لکھا گیا ہے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے اور ہر کسی کی تاویل کی گئی ہے، یعنی یہاں کچھ بھی احتمال سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک رکعت وتر کے جواز میں مروی ایک روایت کے متعلق احناف کے امام العصر انور شاہ کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ: میں نے اس روایت میں تقریباً چودہ سال تفکر کیا ہے پھر میں نے ایک کافی وشافی جواب نکالا............

(العرف الشذی:1/442)

لہٰذا یہاں اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ احناف تاویل کے بادشاہ ہیں، آپ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: اگر یہ چاہے تو کسی لکڑی کے تخت کو (تاویلات کر کے) سونے کا ثابت کر دے۔لہٰذا مرزا صاحب! صحیح بخاری کی بالکل واضح حدیث کے خلاف ہمیں فقہ حنفی کے اقوال نا پیش کریں۔اور پھر جب آپ بھی فقہ حنفی اور ان کے اس طرز عمل سے راضی نہیں تو آپکی کی یہ کوششیں فضول ہیں۔

اپنے مطلب کی بات ہے تو طحاوی طحاوی کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب امام ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تاویل کو سراسر باطل قرار دیا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات کو تقیہ پر محمول کرے...........'' (معرفۃ السنن والآثار:5472) کیا کبھی یہ قول ہمارے حق گو صاحب بیان کرتے ہیں؟

اب آتے ہیں اس روایت کی تحقیق کی طرف کہ جو مرزا صاحب نے صحیح بخاری کی روایت کے خلاف پیش کر کے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ کہنا بطور تقیہ تھا انکی اصل میں مراد یہ نہیں تھی اور اصل روایت یہ ہے:

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أنا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ۔

''عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ہم باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، پس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (وتر کی نماز) ایک رکعت پڑھی تو ابن عباس نے فرمایا: اس گدھے نے یہ عمل کہاں سے اخذ کرلیا؟''

(شرح معانی الآثار: 1719)

اس میں ایک راوی ''عبدالوہاب بن عطاء'' ہے اس کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ملاحظہ ہوں:

امام بخاری نے اسے الضعفاء الکبیر یعنی ضعیف راویوں پر مشتمل کتاب میں ذکر فرمایا (الضعفاء الکبیر: 1824)، اور الضعفاء الصغیر میں ذکر کر کے فرمایا ''یہ راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں'' (الضعفاء الصغیر: 233)، امام احمد بن حنبل نے ضعیف الحدیث اور مضطرب قرار دیا (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 1043)، امام ابو حاتم الرازی نے گو توثیق بھی کی مگر ساتھ ہی فرمایا ''یہ راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں'' (الجرح والتعدیل: 6/72)، امام ابن شاہین نے عثمان بن ابی شیبہ کا قول نقل کیا کہ ''یہ کذاب تو نہیں مگر یہ ایسا بھی

نہیں کہ (حدیث کے معاملے میں) اس پر بھروسہ کیا جائے" (تاریخ اسماء الثقات:984)، امام ابوجعفر العقیلی نے ضعفاء میں ذکر کیا۔ (الضعفاء الکبیر :1043)،اور امام ابوبکر البزار نے کہا "عبدالوہاب حدیث کے معاملے میں قوی نہیں" (مسند بزار:7098)، امام نسائی نے "لیس بالقوی" (غیر قوی) قرار دیا۔ (الضعفاء والمتروکون :374)، امام ابن الجوزی نے بھی اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ (الضعفاء والمتروکون:2211)، اور حافظ ابن حجر نے کہا "صدوق ربما أخطأ" یعنی سچا ہے مگر کبھی کبھار روایتِ حدیث میں غلطی کر دیتا ہے۔ (تقریب:4262)

نوٹ: صحیح مسلم میں اس راوی کی اصول میں کوئی روایت نہیں بلکہ تمام روایات متابعات میں ہیں۔ لہٰذا ایسے راوی کو صحیح مسلم کی شرط کا راوی کہنا یا اس کی روایات کو مسلم کی شرط پر صحیح کہنا خطا ہے۔

اگرچہ اس راوی کی توثیق بھی کی گئی ہے مگر بہر حال اس میں ضعف بھی موجود ہے، لہٰذا جرح کے اقوال کو سرے سے رد کر دینا درست نہیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وضاحت فرمائی کہ یہ راوی غلطیاں کرتا ہے، تو جب ایسا راوی جس میں ضعف ہو اگرچہ وہ حسن الحدیث ہی کیوں نا ہو اس کی روایت جب ثقہ ثبت راوی یا ثقات کی جماعت کے خلاف ہو تو روایت مردود اور ضعیف ہوتی ہے اور یہاں اس کی یہ روایت جسے مرزا صاحب اصل روایت بتا رہے ہیں صحیح بخاری کی بالکل واضح روایت اور دیگر ثقہ راویوں کی جماعت کے خلاف ہے کیوں کہ اس کے علاوہ تمام ثقہ راوی جو حدیث اور حافظہ کے معاملے میں اس سے بڑے ہیں اس کے خلاف بات بیان کرتے ہیں، مرزا انجینئر صاحب صحیح مسلم کے مقدمے کی تشریح والی ویڈیو میں منکر و شاذ روایت کے بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اصول حدیث کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے ہیں جو ثقہ

اور کامل الحفظ راویوں کی روایت کے خلاف روایت بیان کرے یا اس کی احادیث کی کسی اور نے موافقت نا کی ہو پس جب ایسی صورتحال ہو تو راوی متروک الحدیث ہوگا اور اس کی احادیث محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوں گی، یعنی امام مسلم کے اگر 50 شاگرد ہیں 49 شاگرد ایک حدیث ان سے سن کر ایک طریقے سے بیان کر رہے ہیں [اور ایک شاگرد بالکل اس کے opposite الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا ہے یا اس میں ایسے الفاظ ہیں جو اس کی تھیم کے خلاف ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ راوی کی روایت منکر ہے اس کا انکار کیا جائے گا]، [49 کو غلطی نہیں لگی ایک کو لگ گئی!] ....اور اس کی مثال دیتے ہیں کہ اسی طرح کہ اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ امام زہری جیسے بزرگ شخص یا ہشام بن عروہ جیسے عظیم شخصیت سے کوئی ایسی روایت بیان کرے جس روایت کو ان کے مشہور شاگردوں میں سے کسی نے بیان نا کیا ہو اور یہ راوی صحیح روایات میں ان کے مشہور شاگردوں کا شریک بھی نا رہا ہو [تو ایسے راوی کی حدیث قبول نہیں ہوگی، چاہے وہ راوی ثقہ بھی ہو کہ اس نے اپنے سے ثقہ لوگوں کی مخالفت کر دی'']۔

Imam MUSLIM r.a ka Muqaddimah & Aqeedah ??? Saheh AHADITH hi Kewn ??? 21:40

مرزا صاحب نے اصول کس ڈھنگ سے بیان کیا ہے یا کیسی مثالیں دی ہیں یا ہم شاذ اور منکر روایت میں فرق کی بحث میں نہیں جاتے، مرزا صاحب کے کلام میں بریکٹ لگے الفاظ غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب کی یہ پیش کردہ اصل روایت ضعیف ہے کہ نہیں؟ مرزا صاحب نے تو یہ بھی اصول بیان کیا ہے کہ اگرچہ وہ راوی ثقہ ہی کیوں نا ہو تو جب وہ اپنے سے زیادہ ثقات کی مخالفت میں روایت بیان کرے گا تو روایت نا قابل قبول ہو گی! تو کیا یہاں ایک متکلم فیہ راوی صحیح بخاری کے راویوں کے خلاف روایت نہیں کر رہا؟ اور کیا اس نے دیگر ثقات کی مخالفت نہیں کی؟ جیسا

کہ آگے آرہا ہے، جو روایت اس نے اپنے استاد سے بیان کی ہے اسکے علاوہ دوسرے ثقہ راوی اسکے خلاف بات بیان کرتے ہیں، وہ سب تو یہ بات بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ انہیں چھوڑ دو کیوں کہ وہ صحابی ہیں، اور وہ فقیہ ہیں اور بعض ثقہ راوی یہ اضافہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے اس پر فرمایا: ''أصاب معاویۃ'' یا ''أصاب السنۃ'' یعنی معاویہ نے درست عمل کیا اور سنت پر عمل کیا ہے۔ تو اگر زیر بحث راوی کو ثقہ بھی کہہ لیں مگر اس کے حافظہ میں کمزوری اور دیگر ثقہ ثبت راویوں کی مخالفت کی وجہ سے اس کی یہ بیان کردہ روایت خود مرزا صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق ضعیف ہوگی۔

اور انجینئر صاحب نے جب صحیح مسلم کے اس مقدمے کو بیان کیا، تو اسکے بعد ان کی ایک ویڈیو آئی: **''امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف؟''** اس کے شروع میں سائل نے سوال کیا (جو کہ سب scripted ہوتا ہے) اور مرزا صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آپ نے صحیح مسلم کا یہ مقدمہ بیان کر کے امت پر احسان کیا ہے..............''۔

تو ہماری مرزا صاحب سے گزارش ہے کہ جو بیان کر کے احسان کیا ہے تو تھوڑا سا احسان ان اصولوں پر عمل کر کے بھی کر دیتے۔ مگر نہیں! یہی تو مرزا صاحب کی خاصیت ہے کہ اصول بیان کر کے بھی آپ سچے اور جب یہ اصول ان کے راستے میں رکاوٹ بنیں تو ان اصولوں کو ٹھکرا کر بھی آپ سچے بن جاتے ہیں۔

اب انتہائی اختصار سے ان راویوں کی روایات پیش کی جاتی ہیں کہ جن کی مخالفت میں اس راوی (عبدالوہاب بن عطاء) نے روایت بیان کی ہے:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: دَعْهُ، فَإِنَّهُ

صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (صحیح بخاری:3764)

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ ، فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ ۔ (صحیح بخاری:3765)

ان روایات میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سائل سے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو وہ صحابی ہیں اور فقیہ ہیں۔

اور یہی بخاری کا راوی ''نافع بن عمر'' ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتا ہے کہ:

حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: ثنا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ ثنا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ، وَاللّٰهِ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِرَكْعَةٍ؟ قَالَ: أَصَابَ إِنَّهُ فَقِيهٌ ۔ (الاوسط فی السنن والاجماع:2642)

اس میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(معاویہ نے) درست کیا بے شک وہ فقیہ ہیں''، نیز دیکھئے: (مصنف عبدالرزاق:4641)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هَاشِمٍ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أنا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ...... فَقُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَتِ أَمَا رَأَيْتَ مَا صَنَعَ؟ قَالَ. وَمَا صَنَعَ؟ قُلْتُ: أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ ۔ (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل:1950)

اس میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کرنے والے کو جواب میں کہا ''معاویہ تم سے زیادہ علم والے ہیں''۔

أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ الْمُزَكِّي، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ

بْنُ يَعْقُوبَ، أنبأ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أنبأ الشَّافِعِيُّ، أنبأ عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ رَأَى مُعَاوِيَةَ صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا، فَأَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَصَابَ، أَيْ بُنَيَّ، لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا أَعْلَمَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، هِيَ وَاحِدَةٌ أَوْ خَمْسٌ أَوْ سَبْعٌ إِلَى أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ الْوِتْرِ مَا شَاءَ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: 4794)

اس میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: معاویہ نے درست کیا، ہم میں سے کوئی بھی معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر علم والا نہیں ہے۔ اور مزید فرمایا کہ: وتر ایک بھی پڑھا جا سکتا ہے، پانچ بھی، سات یا اس سے زیادہ بھی!

عتبہ بن حارث کو امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات: 4700)، اور امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں ان سے روایت لی (صحیح ابن خزیمہ: 1033)، امام بیہقی نے ان کی ایک روایت کے متعلق لکھا: هَذَا الْإِسْنَادُ لَا بَأْسَ بِهِ (السنن: 3821) اور امام ضیاء المقدسی نے بھی ''الاحادیث المختارۃ (9/182)'' میں ان کی روایت لی ہے جس کتاب میں انہوں نے اپنے نزدیک وہ صحیح روایات ذکر کی ہیں جو صحیح بخاری و مسلم میں موجود نہیں۔ نیز شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت کی تحسین کی ہے''

(سنن ابی داؤد تحت الحدیث: 1033)

ان تمام روایات اور خصوصاً اس روایت میں علامہ طحاوی کی باطل تاویل کا بھی رد ہے کہ ممکن ہے ابن عباس نے معاویہ کے کسی دوسرے کام کے متعلق ''اصاب معاویہ'' (معاویہ نے درست کیا) کہا ہوگا، اور اسی طرح مرزا صاحب کی خود ساختہ کہانیوں کا بھی اس میں رد ہے کہ جو انہوں نے گھڑی ہیں کیونکہ اس میں واضح بیان ہے کہ عبداللہ بن عباس نے جہاں کہاں کہ معاویہ نے درست کیا تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ وتر

ایک بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

ہماری نظر میں اس کے علاوہ راویوں کی بھی مثالیں موجود ہیں جن میں انہی جیسے الفاظ مروی ہیں، خود علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے متصل بعد یہ روایت ایک دوسری سند سے بیان کی ہے جس میں عمران بن حدیر سے عبدالوہاب کی بجائے عثمان بن عمر (ثقہ) روایت کرتا ہے اور اس میں بھی گدھے والی بات نہیں ہے۔ اور زیر بحث راوی (عبدالوہاب) نے ان تمام ثقہ ثبت رایوں کی مخالفت میں وہ روایت بیان کر رکھی ہے جسے ہمارے جناب انجینئر صاحب "اصل" کا درجہ دے رہے ہیں اور اس سے صحیح بخاری کی روایت کے خلاف معنی اخذ کرتے ہیں۔

مزید عرض ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت کی سند میں پہلا راوی "ابو غسان مالک بن یحییٰ" ہے، شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی اسکی توثیق نہیں کی۔ (فضائل صحابہ: 127)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ قرار دیا تو اسے جھٹلانے کے لیے جو دوسرا منطق انجینئر صاحب پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس کا تو انداز یہ ہوتا تھا کہ جب ان سے کسی کے عمل کے متعلق پوچھا جاتا تو اگر وہ درست ہوتا تو وہ کہتے تھے کہ یہ تو سنت ہے! حالانکہ اس سے بھی واضح ہے کہ مرزا صاحب بات کو جھٹلانے کے لیے بس بہانے بنا رہے ہیں، کہ جب واضح طور پر انہوں نے کہہ دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو وہ صحابی ہیں اور فقیہ ہیں، پھر دیگر روایات میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی "أصاب معاویه" (معاویہ نے درست کیا) کہہ کر ان کے عمل کی تصدیق بھی کی اور یہی نہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق مکمل وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ وتر ایک بھی پڑھا جا سکتا ہے، تو اس قدر واضح جواب کے باوجود یہ مطالبہ کرنا کہ ابن عباس نے یہ کیوں نہیں فرمایا وہ کیوں نہیں کہا؟ یہ سب بہانے نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن عباس

کا طریقہ جواب یہی ہوا کرتا تھا کہ.......... تو عرض ہے کہ یہاں بھی آپ غلط ہیں کیوں کہ اگر عبداللہ بن عباس کے طریقے اور اندازِ جواب ہی کی بات کرتے ہیں تو پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ جب انہیں کسی کے ایسے فعل کے متعلق خبر ملتی کہ جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوتا تو بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس کی مذمت کرتے اور اسکے مقابلے میں حدیث یا سنت کا حوالہ بھی دیتے کہ شریعت میں اس کے متعلق تو یہ احکامات ہیں نا کہ آپ رضی اللہ عنہ تقیہ کرتے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مرتدین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جلوا دیا، جب یہ خبر جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں نا جلاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کے سبب، (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) ''اللہ کے عذاب سے عذاب مت دو'' (آگ اللہ کا عذاب ہے)، اور انہیں قتل کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق کہ جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔

(صحیح بخاری:6922)

ابو طفیل (عامر بن واثلہ) بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ جس رکن کے بھی قریب سے گزرتے اس کا استلام کرتے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی کا استلام نہیں کیا، اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز چھوڑی جانے کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح بخاری:1608، سنن ترمذی:858)

معلوم ہوا کہ ان کی عادت تقیہ کرنے کی بالکل نہیں تھی، بلکہ وہ واضح طور پر بغیر کنایہ کیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے، اور اگر انکے نزدیک یہ عمل غلط تھا تو چاہیے تو تھا کہ کہتے کہ نبی کی سنت تو ایسے ہے اور حدیث میں تو یہ حکم ہے، مگر

یہاں آپ نے کیا کہا؟ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے درست کیا وہ فقیہ ہیں لہٰذا مرزا صاحب کا انکے اندازِ جواب کا حوالہ دینا بھی ہمارے حق میں ہے اور مرزا صاحب کے خلاف، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے اور یہ انکے لیے فضیلت ہے۔ والحمد للہاب اختصار کے ساتھ ہماری پیش کردہ صحیح بخاری کی روایت کے متعلق محدثین کا نکتہ نظر بھی دیکھ لیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا ایک وتر پڑھنا جائز ہے، کہ جب اس سے قبل کوئی بھی نفلی نماز نا پڑھی ہو؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی ہاں! اور پھر آپ نے جو دلائل بیان کیے ان میں یہ بھی ہے کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے درست کیا'

(کتاب الام:165/1)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الرد علی ابی حنیفہ'' میں جو کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان مسائل کے رد میں لکھا ہے جس میں انہوں نے حدیث و سنت کی مخالفت کی ہے، تو اس میں ایک وتر کو غلط قرار دینے پر ان کے رد میں جہاں دیگر دلائل ذکر کیے ان میں بطور حجت یہ روایت بھی ذکر کی ہے۔

(المصنف:36406)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان فرمائی ہے، مرزا صاحب کا یہ کہنا باطل ہے کہ امام بخاری نے اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں بلکہ صحابیت ثابت کی ہے، اگر یہی بات تھی تو انہیں چیپٹر کا نام ''فضائل أصحاب النبی'' کی بجائے ''معرفہ أصحاب النبی'' رکھنا چاہیے تھا کہ جی اس باب میں صحابہ کی صحابیت ثابت ہوگی، جبکہ باب فضائل اصحاب النبی سے بالکل واضح ہے کہ اس میں جن اصحاب کا ذکر ہوگا ان کی فضیلت اور محاسن بیان ہوں گے اور مرزا صاحب! اس کے متعلق انہوں نے دو روایات ذکر فرمائی ہیں، پہلی میں ذکر ہے کہ جناب

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ صحابی رسول ہیں، مگر اسکے بعد دوسری روایت بھی ذکر فرمائی کہ جس میں عبداللہ بن عباس کے الفاظ ''معاویہ تو فقیہ ہیں'' بھی موجود ہیں، تو سوال یہ ہے کہ جب پہلی روایت سے وہ صحابیت ثابت کر چکے تھے تو یہ دوسری روایت بیان کرنے کا مطلب کیا ہے؟

امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وتر کے جواز میں یہ روایت بھی بطور حجت پیش کی اور فرمایا ''کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس بات کو انکی طرف سے تقیہ پر محمول کرے کیوں کہ............'' اور علامہ طحاوی کے رد میں مزید فرمایا کہ جو اپنے مذہب کے موافق (ضعیف) روایات کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے وہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو تقیہ پر ہی محمول کرے گا۔ (معرفۃ السنن والآثار: 4/60،61)۔ مگر مرزا صاحب امام بیہقی کے قول سے انجان ہیں حالانکہ آپ فقہ حنفی کے رد پر مشتمل ویڈیوز میں فرماتے ہیں کہ فقہ شافعی قرآن وسنت کے قریب ہے، لیکن اس مقام پر انہیں طحاوی حنفی کے قول کی اشد ضرورت تھی اس لیے اسی کی مشہوری کراتے ہیں کیونکہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف انہیں مواد مل رہا تھا۔

امام جورقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں یہ روایت نقل کر کے آپ کی فضیلت ثابت کی۔ (الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر: 1/343)

امام ابوالقاسم البغوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر میں اسے نقل کیا۔

(معجم الصحابۃ: 2200)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت ذکر کیا ہے۔

(منہاج السنۃ النبویۃ: 6/235)

امام صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بیان میں اس روایت کو بیان کیا اور فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل کی تصدیق فرمائی اور انہیں فقیہ قرار دیا۔

(تحقیق منیف الرتبۃ لمن ثبت لہ شریف الصحبۃ: 89/1)

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: 122/8)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی پیچھے ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

ان ائمہ کرام کی تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ ان کے نزدیک اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور یہ کہ اس حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل کی تائید اور تصدیق فرمائی ہے تو جب معاملہ انکے نزدیک ایسا ہے تو جس (ضعیف) روایت میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے انکے اس عمل پر انکار کیا وہ ان محدثین کے ہاں کیا درجہ رکھتی ہوگی؟

اور علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں اس حدیث کو ظاہر ہی پر محمول کیا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے لفظ ''دعہ (معاویہ کو چھوڑ دو)'' کے متعلق فرمایا: ''یعنی ان کے اس عمل پر انکار کرنا چھوڑ دو کیوں کہ وہ صحابی رسول ہیں اور فقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں'' اور ''أصاب معاویۃ'' کے متعلق کہا: ''یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت پر عمل کیا۔'' (عمدۃ القاری: 16/ 248، 249)

اس سے مرزا صاحب کی لاسٹ ویڈیو میں موجود جھوٹ بھی پکڑا جاتا ہے کہ ''باقی آپ حنفیوں کی ساری کتابیں اٹھا کے دیکھ لیں، حنفی تو ہم سے بات ہی نا کریں ان کی تو فقہ کی کتابوں میں اس کی explanation موجود ہے کہ.........'' یہ مرزا صاحب کی ایک عام سی عادت ہے کہ جب اپنے باطل نظریات کو فروغ دینا ہو تو اسے بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، حالانکہ علامہ طحاوی کی تاویل کو خود احناف نے بھی تسلیم نہیں کیا ہے، اس مقام پر علامہ عینی کے قول کو ذکر کرنے کا صرف مقصد مرزا صاحب کے اسی جھوٹ کو واضح کرنا تھا، لہٰذا بہت کچھ ذکر کرنے کی بجائے صرف عینی حنفی کے قول پر ہی اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ انجینئر صاحب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علامہ عینی کو احناف

کے چند بڑے ائمہ و محدثین میں شمار کرتے ہیں۔

آخری ویڈیو میں مرزا صاحب نے ساری باتیں بالکل بے بنیاد اور عنوان سے ہٹ کر کی ہیں، حالانکہ عنوان یہ ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو کہ اہل بیت میں سے بھی ہیں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ کہا اور یہ انکے لیے فضیلت کی بات ہے، اب اسکے علاوہ ایک رکعت وتر پر بحث تو ہمارا موضوع ہی نہیں، اور پھر ایک رکعت وتر کو آپ بھی جائز کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بھی پیش فرماتے ہیں جس میں ایک رکعت وتر پڑھنے کا جواز موجود ہے، پھر آپ لاکھ کوششیں کرتے پھریں سب بے کار ہیں۔ کیوں کہ ایک رکعت وتر سے نا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا نا ہی آپ سے کچھ ایسا منقول ہے جس سے ایک وتر کو خطرناک اور کراہت والا کہا جا سکے۔ اور آپکا کہنا کہ سعد بن ابی وقاص صرف ایک رکعت وتر پڑھتے تھے تو کیا ہم بھی لوگوں کو یہی ترغیب دلائیں کہ بس فرض پڑھو اور ایک وتر پڑھو، یہ ایک فضول سی بات ہے بھلا ہم اس بات کی کب ترغیب دلا رہے ہیں کہ نوافل نا پڑھے جائیں بس ایک وتر ہی پڑھنا چاہیے؟ یا ہم کب کہہ رہے ہیں کہ صرف ایک وتر پڑھ لینا زیادہ افضل ہے بجائے اس کے کہ تمام نوافل پڑھ کر ایک وتر پڑھا جائے؟ ہم تو ایسی کسی بھی بات کا دعویٰ کرتے ہی نہیں۔ اور آپکا یہ کہنا کہ صحیح بخاری میں محمد بن قاسم بن ابی بکر جو حضرت ابوبکر کے پوتے ہیں ان کا قول امام بخاری نے نقل کیا صحیح بخاری میں کہ میں نے صحابہ کو تین وتر پر پایا اور ایک میں بھی حرج نہیں ہے، خود اسی میں آپ کے اعتراضات کا جواب ہے۔ اول تو وہ ایک ایسا عمل بیان کر رہے ہیں جو انہوں نے مشاہدہ کیا مگر اس سے اس چیز کی نفی نہیں ہوتی کہ صحابہ ایک وتر نہیں پڑھتے تھے کیونکہ ایک چیز ان کے علم میں نہیں تو اس سے ایسا کوئی رزلٹ نہیں نکالا جا سکتا، اگر انہوں نے صحابہ کو تین وتر پر پایا ہے تو دیگر تابعین نے صحابہ کو ایک وتر پر بھی پایا ہے جیسا کہ آگے ذکر کیا جائے گا، اگر انکی اس خبر سے ایک رکعت وتر کی نفی نکلتی ہے تو پھر پانچ اور سات رکعت وتر کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا کہا جا سکتا ہے کہ

صحابہ کرام پانچ یا سات وتر نہیں پڑھتے تھے؟ لہٰذا یہ دونوں خطرناک عمل ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایک رکعت وتر کے متعلق بھی یہ کہنا بالکل غلط ہوگا! یہاں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جہاں تین رکعت وتر کی خبر دے رہے ہیں وہاں وہ ساتھ تصریح بھی فرمارہے ہیں کہ ایک وتر بھی جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے خود انکے حوالے سے نقل کیا، تو اگر صحابہ ایک رکعت کو برا سمجھتے تھے تو یہ کیوں درست کہہ رہے ہیں؟

حیرت ہے کہ اچھی طرح کیڑے نکالنے کے بعد بھی بار بار کہے جا رہے ہیں کہ ہم نے طعن نہیں کیا، پتہ نہیں کہ اگر یہ طعن نہیں تو پھر طعن کس شے کا نام ہے؟ اور پھر ساتھ ایک رکعت کو جائز بھی بتلا رہے ہیں اور خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بھی بیان کی جا رہی ہے، مگر تعصب ہے کہ انسان سے بہت کچھ کرواتا ہے، اور مرزا صاحب بھی بغض اور تعصب جیسی بیماریوں کے ہی شکار ہیں اور کچھ نہیں۔

اور ''صحابہ کا ایک رکعت وتر پر عمل نہیں'' یہ بھی انجینئر صاحب کی غلط بیانی ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک رکعت وتر پڑھنا بھی ثابت ہے:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا اور فرمایا ''یہ میرا وتر ہے۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی: 4783)۔ شیخ زبیر علی زئی نے اسے حسن قرار دیا: (مقالات-6 ص 23)

حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وتر حق ہے جو شخص پانچ پڑھنا چاہے تو پڑھ لے، جو تین پڑھنا چاہے تین پڑھ لے اور جو ایک پڑھنا چاہے ایک پڑھ لے۔'' (سنن نسائی: 1713)، شیخ البانی نے سنن نسائی کی تخریج میں اسے صحیح اور زبیر علی زئی نے حسن کہا۔

جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ایک رکعت وتر پڑھا کرتے۔

(صحیح بخاری: 6356، مسند احمد: 23665)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک وتر پڑھنے پر جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی تائید فرمائی اور اسے درست اور سنت عمل قرار دیا۔

لہٰذا یہ دعویٰ کہ صحابہ کا عمل اس کو سپورٹ نہیں محض جھوٹ پر مبنی دعوی ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی فتح الباری میں لکھا ہے:

وَصَحَّ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ أَوْتَرُوا بِوَاحِدَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقَدُّمِ نَفْلٍ قَبْلَهَا...

''صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے بغیر کسی نفل نماز پڑھے ایک رکعت وتر پڑھا ہے۔'' (فتح الباری:2/482)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرزا صاحب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق انتہائی غیر منصفانہ روش کا شکار ہیں، اور اسی کا نام بغض معاویہ ہے۔ جو چیز آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو اسکے متعلق آپ کے اصول کچھ ہوتے ہیں اور جو انکے خلاف مروی ہو اس کے متعلق کچھ، جو بھی ان کی فضیلت میں آتا ہے وہ سب ان کے نزدیک جعلی غیر ثابت اور ضعیف ہے اور جو کچھ ان کے خلاف ملتا ہے وہ سب صحیح ہے اگرچہ وہ صحیح روایات کے خلاف ہی کیوں نا ہو۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مروی کچھ روایات کو تو انجینئر صاحب نے بغیر کسی دلیل کے ضعیف ثابت کرنے کی کوششیں کیں اور اس کے لیے کچھ ایسے اقوال پیش کیے جو غیر واضح بھی ہیں اور غیر ثابت بھی۔ جبکہ اس کے برعکس محدثین سے ان احادیث کی تصحیح وتحسین منقول ہے، اور پھر دور حاضر کے وہ عظیم اہل علم جن کی تحکیم پر مرزا صاحب اعتماد کرتے ہیں نے بھی ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ سب روایات مرزا صاحب کے نزدیک ضعیف ہیں، اور پھر انہیں ضعیف ثابت کرنے کے لیے آپ نے کبھی کوئی اصولی بات بھی نہیں کی کہ جس سے انکا مقدمہ ثابت ہوسکے۔ ویسے تو آپ اس بات کی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ بابے تے شے ہی کوئی نئی، اور اپنے متعلق یہی کہتے ہیں کہ ہم بابی نہیں علمی کتابی ہیں۔ مگر آپ جہاں چاہے بابی بھی بن جاتے ہیں اور اس مسئلے میں بھی آپ بابی اور مقلد ہی ہیں کہ بغیر کسی دلیل کے بابوں کا نام لے کر فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کو کلی طور پر ضعیف بنا رہے ہیں حالانکہ اول تو وہ

اقوال صحیح سند سے آپ ثابت نہیں کر سکے اور پھر دوسری طرف جن محدثین نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے ان کی طرف آپ نظر تک نہیں دوڑاتے۔

اور آپ نے امام بخاری کے نام سے بھی دھوکے دیئے کبھی تو بغیر دلیل کے ان کی طرف یہ بات منسوب کرنے کی کوشش کی کہ ان کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی فضیلت ثابت نہیں جسکا جواب آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں، اور کسی حدیث کے متعلق یہ بہانہ بنایا کہ اگر اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت تھی تو امام بخاری نے اس سے ان کی فضیلت پر استدلال کیوں نہیں کیا؟ پھر جب ہم نے امام بخاری کا استدلال پیش کیا تو اسکے ساتھ مرزا صاحب نے کیا سلوک کیا وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ اور پھر آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر طحاوی حنفی کی طرف ہو گئے، اور طحاوی کی پیش کردہ ''ضعیف'' روایت کو کس طرح مرزا صاحب نے صحیح بنا کر پیش کیا۔ تو جب ایک چیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو، اصولِ حدیث کے مطابق صحیح بھی ہو اور محدثین نے اس کی تصحیح بھی کی ہو وہ سب تو انجینئر صاحب کے ہاں ضعیف اور من گھڑت اور جو چیز ان کے خلاف ہو اور اصولِ حدیث کے مطابق ضعیف بھی ہو بلکہ صحیح روایات کے خلاف ہو اور خود مرزا صاحب کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق بھی ضعیف ہو مگر ایسی تمام روایات ہمارے جناب مرزا صاحب کے نزدیک صحیح بلکہ ''اصل'' کا درجہ رکھتی ہیں! آپ مرزا صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے پورشن میں دیکھیں گے کہ ضعیف سے ضعیف روایات انکے خلاف لے کر آئیں گے اور اس وقت وہ یہ لحاظ نہیں رکھیں گے کہ یہ تو ضعیف اور غیر ثابت ہے، اور اسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے بلکہ اس وقت آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہو جائیں گے کہ میں اچھی طرح جانچ پڑتال ہی کر لوں کہ اسے ایک صحابی کے خلاف بیان کرنا ہے تو کیا یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ تو ایسے طرزِ عمل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا مقصد کوئی حق بیان کرنا نہیں بلکہ حق جھٹلانا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صرف منفی تاثر دینا ہے

اور کچھ نہیں، اگر واقعی آپ منصف اور حق گو ہیں تو دونوں پہلو بیان کریں جبکہ آپ مثبت پہلو کبھی بیان نہیں کرتے بلکہ مثبت پہلو کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور ہمارا مقصد مرزا صاحب کی انہی دھوکے بازیوں اور جھوٹوں کو واضح کرنا اور انکے بدلتے رنگ نمایاں کرنا ہے۔

❁❁❁

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا اور مرزا صاحب کے اعتراضات

باب فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں بیان کیا گیا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور یہ بڑے فضل کی بات ہے، صرف ہم ہی نہیں بلکہ محدثین عظام بھی اسے کسی صحابی کی فضیلت و منقبت قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ چیز انجینئر صاحب کی انجینئرنگ سے بچی رہ سکے۔ لہٰذا آپ نے یہاں بھی اپنے معمول کی طرح مختلف طریقوں سے ان کے کاتب وحی ہونے کو بھی مشکوک بنایا ہے، بلکہ مرزا صاحب کی تو عادت ہے کہ جو چیز جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق یا فضیلت میں ہو وہ اسے انہی کے خلاف بنا دیتے ہیں۔ مرزا صاحب کے اعتراضات سے قبل یہ بات جان لیجیے کہ پہلے پہل آپ خود اس بات کا اعتراف کیا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبین وحی میں سے ہیں، آپ کے الفاظ مبارک ہیں:

> ”قرآن پاک پچیس سال کے اندر کتابی شکل میں پہنچا، اس میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں وحی لکھوائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی لکھواتے تھے اور اس میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، top of the list آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے والے تھے- کاتب وحی- سیدنا معاویہ بھی تھے رضی اللہ عنہ، اور بھی اصحاب تھے۔“

Islam ki dictionary Kia Hai - 32:10

یہ مرزا صاحب کی قدیم ویڈیوز میں سے ایک ہے، آپ کے سامنے ہے کہ مرزا صاحب خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نا صرف کاتب وحی تسلیم کرتے بلکہ ان کے نام کے ساتھ انتہائی احترام کے ساتھ ”سیدنا“ بھی بولتے تھے، مگر آج لفظ سیدنا تو دور کی بات اکثر انکا نام بھی لینا گوارہ نہیں کرتے، بلکہ شیعہ حضرات کی طرح انکا تذکرہ امیر شام کہہ کر

کرتے ہیں، حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو امیر المومنین بھی ہیں، تو اگر آپ واقعی دل کے سچے ہیں تو انہیں امیر المومنین کیوں نہیں کہتے؟ خیر یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ پہلے پہل انجینئر صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا خود اقرار کیا کرتے تھے مگر آج موجودہ دور میں آپ انہی معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعہ سے انکار کیا کرتے ہیں۔

انجینئر صاحب کے بہانے اور شبہات:

اس سلسلے میں اپنے اوپر لگے اسی اعتراض کہ ''محمد علی انجینئر صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہیں'' کے جواب میں کہتے ہیں:

''(آپ لوگ کہتے ہیں) علی نے کاتب وحی سے انکار کیا- میرا کلپ آدھا لگایا- بھئی میں کب انکار کرتا ہوں میں تو یہ کہتا ہوں کہ مسلم کی جس حدیث سے آپ بتاتے ہیں اس میں کاتب وحی نہیں ہے کاتب کے الفاظ ہیں، کاتب وحی کے الفاظ ''دلائل النبوۃ''میں موجود ہیں اور مسلم میں جو وہ بھی حدیث صحیح ہے اور میں نے تو مسئلہ 116c ریکارڈ کرایا ہے اس پر، میں یہ کہتا ہوں مسلم کی پوری حدیث بتائیں کہ کاتب وحی کی بھرتی کس طرح ہوئی ہے؟ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ او بھئی یہ قرآن کے بارے میں ہے نبی کی ہر بات کے بارے میں نہیں ہے کہ اللہ کی وحی سے ہوتی ہے، ورنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اجتہادی غلطیاں ہیں- گناہ نہیں اجتہادی غلطیاں- جس پر اللہ نے گرفت کی ہے، منافقین کا جنازہ پڑھنا وہ اللہ کی وحی سے پڑھا تھا؟ وہاں پر منع کر دیا! وحی کی تائید حاصل ہو جاتی ہے، تائید بعد میں ضرور حاصل ہوگئی اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ بھرتی کس طرح ہوئی، ابوسفیان نے کہا: نا تو لوگ میری طرف دیکھتے ہیں یعنی پوری زندگی اسلام کا جو ہے وہ نقصان کرتا رہا ہوں، مسلم شریف کی پوری

حدیث نہیں اس نے پڑھی مسلم پوری پڑھے تو پتہ چلے، اور اس میں راوی کے الفاظ ہیں کہ ابوسفیان خود اگر نا آ کر حضور سے سفارش کرتا اپنے بیٹے کے لیے تو نبی اس کو اپنا منشی نا رکھتے۔ یہ آپ نے دل جوئی! اس میں آگے الفاظ ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ آپ انکار نہیں کرتے تھے۔ غریب نواز تھے نا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو آپ نے قبول کیا ہے ترس کھا کر، اور اس کو اتنا بڑا ٹائٹل دے کر پھر دوسری طرف لے گئے ہیں۔ اور وہ میں نے تو بھرتی بتائی پوری روایت پڑھیں۔"

157-a-Mas'alah (Part-1) : 100-Questions on SUNNI & SHIAH Issues with Engineer Muhammad Ali Mirza – 1:31:41

اس میں جس ویڈیو (مسئلہ 116) کی طرف جناب محترم نے اشارہ کیا ہے اس سے کسی سننے پڑھنے والے کو محسوس ہوگا کہ مرزا صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا بالکل بھی رد نہیں کیا، بلکہ اس ویڈیو میں باقاعدہ اسکا دفاع کیا ہوگا اور انہیں کاتب وحی تسلیم کر رکھا ہوگا۔ مگر معاملہ اسکے سو فیصد الٹ ہے اور وہ ساری ویڈیو تو اشکالات اور اعتراضات کا ایک جال ہے، چنانچہ آپ اس ویڈیو میں فرماتے ہیں:

"حیران کن بات یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق مولا ابوبکر رضی اللہ عنہ، علیہ السلام کے مبارک دور میں جنگ یمامہ جب ہوئی تو صحیح بخاری میں انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق 4986 نمبر حدیث ہے، مشکوٰۃ میں 2220، سیدنا عمر فاروق رضی رضی اللہ عنہ و علیہ السلام مولا عمر علیہ السلام انہوں نے مشورہ دیا: اے امیر المومنین! کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں تو (قرآن) ایک جگہ پر combined form میں نہیں تھا.......... تو انہوں نے مشورہ دیا کہ ایک جگہ جمع کر لیا جائے.......... تو انہوں نے آپ کا مشورہ قبول کیا، اور پھر اس کے بعد انہوں نے سیدنا زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی ذمہ داری لگائی اور دو

جملے بولے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: زید آپ عقلمند نوجوان ہیں آپ پر کسی قسم کا الزام نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ وحی لکھا کرتے تھے لہٰذا قران حکیم کو ایک جگہ combined form میں آپ جمع کریں۔"

پھر اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"تو حضرت معاویہ کو تو نہیں بلایا کہ وہ کاتب وحی تھے تو ان کو بلایا جاتا ان کی ذمہ داری یا ایک کمیٹی بنا دی جاتی جس طرح یہاں سیاسی کمیٹی بنتی ہے کہ جی ایک بندہ ادھر سے ڈال لیں ادھر سے ڈال لیں ادھر سے ڈالیں، انہوں نے صرف ایک بندے کی ڈیوٹی لگائی - زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ - اور کہا: آپ پر الزام نہیں ہے کسی قسم کا، یعنی آپ True مومن ہیں یعنی شروع سے حضور کے ساتھ ہیں اور آپ وحی لکھتے ہیں۔"

پھر اسی ویڈیو میں آگے جا کر فرمایا: "او پائی کیڑی وحی لکھی؟ فتح مکہ کے موقع پر جو بندہ مسلمان ہوا جب 99.99 پرسنٹ قرآن نازل ہو چکا ہے اس کے بعد کون سی وحی لکھی ہے؟ اور اگر لکھی تھی اور وہ Reliable personality تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی ڈیوٹی لگا دیتے نا - جو تسی مامے بنے او چودہ سو سال بعد اونادی وکالت پے کردے او - یا کمیٹی وچ ہی شامل کر لیندے۔"

116-c-Mas'alah: Kia Hazrat-e-MOAVIAH r.a Katib-e-WAHI thav? 10:00

مرزا صاحب کی ویڈیوز کے علمی نکات اور ان کا تحقیقی جائزہ

ہمارے محقق صاحب نے اس ساری گفتگو سے یہ ثابت کیا ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا انکار نہیں کرتا، مگر کوئی عاقل اور منصف شخص پڑھ کر با آسانی اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ انکار ہی کیا جا رہا ہے مگر لفظوں کی بناوٹ اور پختگی

ایسی ہے کہ جی بڑے دلائل سے بات ہو رہی ہے، خیر دونوں ویڈیوز میں کی گئی گفتگو کو اگر پوائنٹس کی شکل دی جائے تو وہ یہ ہیں:

(۱) اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اس منصب پر صرف سفارش کی بنیاد پر فائز ہوئے تھے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر ترس کھا کر قبول کر لی، اور مرزا صاحب نے اسے ''سفارشی بھرتی'' قرار دیا۔

(۲) جب قرآن کو باقاعدہ کتابی صورت میں جمع کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا تو اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واقعی کاتب وحی تھے تو اس کام کی ذمہ داری انہیں کیوں نا دی گئی؟ اس سے ثابت ہوا کہ وہ غیر معتبر انسان تھے کیونکہ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ پر کوئی الزام نہیں ہے، اور اس بات کو آپ نے بار بار دہرایا اور پھر آخر کار اسے کھل کر بیان بھی کر دیا اور کہا کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (Reliable personality)(قابل اعتماد) تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی ڈیوٹی لگا دیتے نا۔

(۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس وحی کے کاتب ہیں؟ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور تب تک تو قرآن 99.99 پرسنٹ نازل ہو چکا تھا۔

اب مرزا صاحب کے محبین کی خدمت میں سوال ہے کہ اگر اسے کسی چیز کا انکار نہیں کہتے تو اور انکار کس بلا کا نام ہے؟ کسی چیز کا واضح الفاظ میں انکار کہ ''میں نہیں مانتا'' کہہ کر انکار تو کوئی بھی نہیں کرتا، بلکہ جس نے نا ماننا ہو وہ طرح طرح کے بہانے بناتا ہے اور اشکالات اور اعتراضات کا ایک جال بچھاتا ہے جس سے انکار بھی ہو جائے اور اپنی جگہ سچے بھی رہیں۔

بہر حال مرزا صاحب کی یہ بات بالکل بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا بس اس سفارش کے سبب تھا جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کی، اور یہ کہ یہ سب اللہ کے فیصلے یا وحی سے نہیں ہوا، بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر

ترس کھا کر اسے قبول کرلیا، اور قرآن کی وہ آیت کہ جس میں ہے کہ نبی ﷺ صرف وحی کی بنیاد پر فیصلہ فرماتے یا کوئی بات کرتے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ تو بس قرآن مجید کے متعلق تھا کہ جو نبی قرآن سناتا ہے یہ ان کی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ سب وحی ہے۔تو اس اعتراض کا بالکل سادہ اور واضح ترین جواب خود حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ۔

''آپ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ علیہ السلام (صحابہ سے) فرماتے: ''سفارش کرو کہ تم اس کا اجر پاؤ گے اور (لیکن) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی حکم صادر فرمائے گا جو وہ چاہے گا۔''

(صحیح بخاری:1432)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور اگر کوئی سفارش ہی کیوں نا رکھے مگر آپ اگر اسے قبول کریں گے تو وہ من عند اللہ ہوگا، اللہ کے حکم سے ہوگا اور اللہ کی وحی ہی سے ہوگا! لہٰذا مرزا صاحب پر اس بات کی دلیل دینا واجب ہے کہ اس سفارش کا قبول کرنا اللہ کی وحی اور حکم کے بغیر ہی صرف اس بنیاد پر ہوگیا کہ جی نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ کبھی کسی کو نا نہیں کرتے تھے۔اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ سفارش کے بعد کتابت وحی پر مامور ہوئے لیکن اس سفارش کو قبول کرنے والی اللہ کی ذات ہے اور یہ فیصلہ اور انتخاب اللہ کی اجازت سے ہی صادر ہوا تھا، کیونکہ اس کی عدالت میں کوئی اسکی اجازت کے بغیر نا سفارش کر سکتا ہے نا اپنی منوا سکتا ہے، اور بلکہ اس میں بھی ان کی فضیلت ہے کہ ان کے متعلق یہ سفارش کی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اس مبارک

کام کے لیے چن لیا، حالانکہ مرزا صاحب اسے سفارشی بھرتی کہہ کر ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔

دوسرا اشکال جو انجینئر صاحب نے پیدا کیا ہے وہ بھی ان کی بیوقوفیوں کا ایک نمونہ ہے کہ جی اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی کاتب وحی تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کرنے پر انکی ذمہ داری کیوں نا لگائی اور صرف حضرت زید بن ثابت ہی کی ذمہ داری کیوں لگائی۔ تو یہ اعتراض مرزا صاحب کی جس ویڈیو سے نقل کیا گیا ہے اسی میں اسکا جواب بھی موجود ہے، آپ نے جو فرمایا: انہوں نے صرف ایک بندے کی ڈیوٹی لگائی- زید ابن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ- اور کہا آپ پر الزام نہیں ہے کسی قسم کا یعنی آپ True مومن ہیں یعنی ''شروع سے حضور کے ساتھ ہیں'' اور آپ وحی لکھتے ہیں......تو مرزا صاحب! جب حضرت زید بن ثابت شروع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور کتابت وحی پر مامور تھے اور اکثر کتابت وحی کا کام بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی سر انجام دیتے، اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل بھی ہیں تو ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی بجائے انہیں چنا گیا تو کیا یہ اس بات کی دلیل بن گئی کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہی نہیں یا معتبر شخصیت نہیں؟ کوئی جاہل اور عقل سے بالکل پیدل انسان ہی ایسی باتیں کرسکتا ہے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کاتبین وحی کے ذکر میں کئی ایک صحابہ کا نام ذکر فرمایا کہ جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اسکے متصل بعد فرمایا: "**وكان زيد بن ثابت من ألزم الناس لذلك**" اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کتابت وحی میں ان سب سے اہم شخصیت تھے۔ (جوامع السیرۃ:27)

مرزا صاحب خود اپنی قدیم ویڈیوز میں اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی کاتب وحی ہیں مگر top of the list کاتب وحی حضرت زید بن ثابت ہیں جس کا حوالہ شروع میں ذکر کیا گیا ہے، تو جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا

کتابت وحی میں سب سے زیادہ کردار ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن کو جمع کرنے کے لیے انہیں مامور کرنے پر آخر کیا رزلٹ نکالا جا سکتا ہے؟ کیا اس سے دوسرے کاتبین وحی کی نفی نکلتی ہے یا وہ مشکوک بن جاتے ہیں؟

یہ تعصب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض کا نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب کو صرف حضرت زید بن ثابت اور معاویہ رضی اللہ عنہما ہی یاد ہیں اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی جب آپ نے نکال دیا تو صرف سیدنا زید رضی اللہ عنہ بچتے ہیں، مگر کیا واقعی یہ سچ ہے کہ صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کاتب وحی تھے؟ جبکہ انجینئر صاحب اپنی ویڈیو Islam ki dictionary Kia Hai میں اس بات کا واضح طور پر اقرار کر چکے ہیں کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دور میں وحی لکھواتے تھے اور اس میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، top of the list آپ کے لکھنے والے تھے "کاتب وحی" سیدنا معاویہ بھی تھے "اور بھی اصحاب تھے" بہر حال زید بن ثابت top of the list تھے"

اب مرزا صاحب ہی کی عدالت میں عرض ہے کہ وہ دوسرے اصحاب کون تھے؟ محدثین کرام تو سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ کا بھی کاتبین وحی میں شمار کرتے ہیں۔ (جوامع السیرۃ: 26، تہذیب الأسماء واللغات: 1/29، تلقیح فھوم اہل الاثر: 58، منہاج السنہ: 4/428، فتح الباری: 9/22) نیز سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْبَعَةٌ، كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ: مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار صحابہ نے قرآن جمع کیا اور وہ سب انصار میں سے تھے: حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم۔" (صحیح مسلم: 2465)

مگر آپ کے منطق کے مطابق دیکھا جائے تو یہ سب یا تو کاتبین وحی ہی نہیں یا تو قابل اعتماد شخصیات نہیں! کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو نا ہی ان میں سے کسی کو جمع قرآن کی ذمہ داری پر مامور کیا اور نا ہی کوئی کمیٹی بنا کر انکو شامل کیا۔ لیکن اگر اسکے باوجود یہ حضرات بھی کاتبین وحی ہیں اور معتبر شخصیات ہیں تو مرزا صاحب کس منہ سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اشکالات پیدا کر رہے ہیں؟

تیسرا اشکال اور دھوکا یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وحی لکھی کونسی ہے؟ فتح مکہ پر وہ مسلمان ہوئے جب تک کہ 99.99 فیصد قرآن نازل ہو چکا تھا، یعنی تقریباً سارا قرآن نازل ہو چکا تھا۔ مرزا صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ یا ائمہ میں سے کسی نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو؟ ہاں یہ ممکن ہے انجینئر صاحب کے شیاطین نے انکی طرف ایسی کوئی وحی کی ہو جسکا وہ حوالہ دینے سے قاصر ہیں۔ بہرحال ہم مرزا صاحب کی ان فضول باتوں کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے مگر مرزا صاحب کے چاہنے والوں کے لیے تحقیق کے ایک دروازے کی طرف راہنمائی کرتے چلتے ہیں کہ فتح مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے درمیان تقریباً اڑھائی سال کا دورانیہ ہے۔ تو کیا اتنے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہی نہیں ہوئی؟ اور یاد رہے! مرزا صاحب کے یہ تمام اعتراضات اور اشکالات ہم پر نہیں بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر ہیں جنہوں نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ: "کان یکتب الوحی" وہ (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھا کرتے تھے۔ مگر مرزا صاحب خود انکی یہ بات بار بار اپنی انہی ویڈیوز میں ذکر کر کے اسکی طرف توجہ ہی نہیں کر رہے کہ میں بغض معاویہ رضی اللہ عنہ میں آخر کر کیا رہا ہوں، جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ "کان یکتب" اس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہمیشگی اور تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے (یعنی کتابت وحی)۔

خیر مرزا صاحب نے آخر پر ایک طعنہ یہ بھی دیا ہے کہ "تسی مامے بنے او چودہ سو سال بعد اونا دی وکالت پے کردے او"، یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی قرار

دینا جھوٹی وکالت ہے، اور یہ چودھویں صدی کی اختراع ہے۔لیکن اگر یہ جھوٹی وکالت ہے تو جناب اس جھوٹی وکالت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سرفہرست شامل ہیں اور یہ جرم محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی کرتے آئے ہیں۔

حضراتِ ائمہ نے خصوصی طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبین وحی میں شمار کیا:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو کہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں مانتا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''یہ برا اور ردی قول ہے، ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے اور نا ہی انکے پاس بیٹھنا چاہیے اور ہم عوام الناس کو ایسے لوگوں سے خبردار کریں گے۔'' (السنۃ للخلال:659)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام کاتبین وحی میں شمار کیا اور فرمایا:

''حضرت زید بن ثابت اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وحی اور دیگر (رسائل وتحریرات وغیرہ) لکھنے پر مامور تھے اسکے علاوہ انکی اور کوئی ذمہ داری نا ہوتی۔'' (جوامع السیرۃ:26،27)

امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کاتب وحی لکھا۔

(الشریعۃ للآجری:5/2431)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق فرمایا: ''کاتب وحی رب العالمین۔''

(تاریخ دمشق:59/55)

اور فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح ترین روایت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے۔ (تاریخ دمشق:59/106)

امام ابو زکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں فرمایا:

مُعَاوِیَةُ بْنُ أَبِي سُفْیَانَ الْخَلِیفَةُ أَحَدُ کُتَّابِ الْوَحْيِ ''خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کاتبین وحی میں سے ایک ہیں۔''

(المجموع:1/70)

اور ایک جگہ فرمایا: وكان أكثرهم كتابة زيد بن ثابت، ومعاوية، رضي الله عنهم ''اور کتابت وحی کا اکثر کام زید بن ثابت اور معاویہ رضی اللہ عنہما ہی سرانجام دیتے۔'' (تہذیب الأسماء واللغات: 1/29)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی لکھا۔ (المفہم: 4/473)

امام ابن الجوزي رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو کاتبین وحی میں ذکر کیا، اور مزید فرمایا کہ اکثر وحی لکھنے کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سرانجام دیتے۔ (تلقیح فہوم اہل الاثر: 58)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں فرمایا:

وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ وَقَالَ: ادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ۔

''اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں کھیل رہا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرمایا اور کہا کہ معاویہ کو بلا کر لاؤ، اور وہ وحی لکھا کرتے تھے۔''

(تاریخ الاسلام: 4/309)

مرزا صاحب ہم پر اس بات کی وجہ سے طعن کرتے ہیں کہ ہم یہ روایت آدھی بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد والا حصہ چھپا لیتے ہیں، جبکہ یہ اعتراض غلط ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح صرف روایت کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے، اور یہ ایک انداز ہے کہ کسی طویل روایت کا موضوع سے متعلقہ حصہ اختصار سے بیان کر دیا جاتا ہے، اس سے اگر کتمان حق لازم آتا ہے تو پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ بھی آپ پڑھ آئے کہ انہوں نے

فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت فرمایا: سب سے صحیح حدیث جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے وہ یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے..........اب ساری حدیث تو انہوں نے بھی نقل نہیں فرمائی، امام ابو بکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا لیکن صرف ''وَكَانَ كَاتِبَهُ'' والی بات لکھی (الشریعہ: 1937)، اب جو بھی الزامات مرزا صاحب ہم پر لگاتے ہیں وہ محدثین کرام پر بھی لگا کر دکھائیں!

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ علماء کرام اس حصے کو چھپاتے نہیں بلکہ دوسرے مقام پر اسکو بیان بھی کرتے ہیں اور اسکی صحیح طور پر وضاحت بھی فرماتے ہیں، لہٰذا مرزا صاحب کی دھوکے بازیوں میں نا آیا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی قرار دیا۔

(التقریب:6758)

اما ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو کاتبین وحی میں شمار کیا۔

(البدایہ :21/8،الفصول فی السیرۃ:ص255)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو کاتب وحی لکھا ہے۔

(ہدی الساری:1/170)

امام ابو منصور معمر بن احمد (م 428ھ) متقدمین و متاخرین أئمہ کرام کا [اجماعی] عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اور معاویہ رضی اللہ عنہ، اللہ کی وحی کے کاتب اور امین ہیں۔'' (الحجۃ فی بیان الحجۃ:1/248)

وہ تو اسے اجماعی مسئلہ بتا رہے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے، اور بعض تو یہ وضاحت بھی فرما رہے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد اکثر کتابت وحی کا کام معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سر انجام دیتے تھے، مگر ایک ہمارے انجینئر صاحب ہیں کہ جن کا قرآن فتح مکہ تک ہی مکمل ہو چکا ہے، اور کہتے ہیں انہوں نے آخر وحی لکھی کونسی ہے؟ اب مرزا صاحب کے

اعتراضات شمار کریں اور ذرا سوچیں کہ یہ سب طعن انہوں نے ہم پر کیا ہے یا محدثین پر؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ثابت کرنے کو تو چودہ سو سال بعد کی جھوٹی وکالت کہا گیا جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک محدثین انہیں کاتب وحی ہی کہتے آئے ہیں، مگر جن باطل تاویلات کے ذریعے آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے پر انکار کیا ہے، کیا یہ خباثت بھی آپ سے قبل چودہ سو سال میں کسی نے اگلی ہے؟

مرزا صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اکثر کہا کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی روایت میں تو بس کاتب کے ہی الفاظ ہیں کاتب وحی کے نہیں، اور پھر خود ہی دلائل النبوۃ کے حوالے سے وہ روایت جس میں کاتب وحی کی صراحت موجود ہے کو بھی ذکر کیا کرتے ہیں، آخر اس کاتب اور کاتب وحی میں تفریق کس دلیل کی بنیاد پر ہے؟ جبکہ مسلم کی روایت میں بس اختصار ہے اور اس سے کاتب وحی ہونے کی نفی تو ہوتی ہی نہیں بلکہ لفظ کاتب میں جامعیت ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب کہا جائے گا تو اس سے یہ مراد لینا کہ ''صرف خطوط و رسائل لکھنے والا'' اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟ لکھنے والے سے وحی لکھنے والا مراد کیوں نہیں ہو سکتا؟

''لا اشبع اللہ بطنہ'' کی وضاحت/ امام مسلم اور دیگر ائمہ کا فہم:

ان اعتراضات کے بعد انہی اور ان سے متعلقہ ویڈیوز میں مرزا صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض اور اہل سنت پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے آپ لوگ وہ روایت آدھی بیان کرتے ہو، آدھا سچ بیان کرتے ہو اور آدھا چھپا لیتے ہو اور کتمان حق کے متعلق قرآن مجید کی آیات ہم پر فٹ کرتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نا صرف یہ چیزیں بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا صحیح مفہوم جو کہ محدثین نے بیان کیا سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ مگر آپکا طرز عمل اس کے بالکل برعکس ہے، صحیح مسلم کی مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ: فَجَاءَ، فَحَطَأَنِي حَطْأَةً، وَقَالَ: اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ - قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِيَ: اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ. قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ. فَقَالَ: "لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ"۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ آئے اور مجھے تھپکی لگائی اور فرمایا: جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: جاؤ، معاویہ کو بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور پھر آ کر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے''۔ (صحیح مسلم:2604)

اب مرزا صاحب نے مکمل حدیث بیان کر کے یہ تو مشہوری کروا دی کہ میں نے پورا حق بیان کیا ہے جو آپ کے مولوی اور استاد چھپاتے ہیں آپ کو بتاتے نہیں، آپ کو تو میرا مشکور ہونا چاہیے کہ میرے ذریعے سے آپکو حق بات پتہ چل رہی ہے، اور کہا: کہ مجھے کوئی گالی نا نکالے جس نے گالی نکالنی ہے امام مسلم کو نکالے اور اپنا ایمان برباد کرے جنہوں نے یہ کتاب لکھ کر امت کو حق بات بتائی! مگر یقین جانیے یہ انجینئر صاحب کی انجینئرنگ اور محض دھوکے بازی ہے آپ ان ائمہ اور کتابوں کے نام پر فراڈ کر رہے ہیں۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ہم تک حق بات پہنچائی ہے لیکن مرزا صاحب نے انہی امام مسلم کا نام لے کر ڈنڈی ماری ہے اور جو حق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور اس روایت کا صحیح مفہوم بیان فرمایا ہے کو آپ بیان تک نہیں کرتے۔

مرزا صاحب اپنی ویڈیو "مسئلہ 157 پارٹ a" میں حق چھپانے کے حوالے سے ہی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: امام مسلم نے جو اپنی کتاب میں لکھا وہ مسلم کا فہم ہی ہمیں دکھانا ہوگا، اپنے مولویوں کا نہیں! (دورانیہ 21:58)۔ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

> "میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج یہ ہمارا پلیٹ فارم اللہ کے فضل سے علم حدیث کے حوالے سے جو خدمت کر رہا ہے، آج اگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو یقیناً گریڈنگ میں پہلا نمبر ہمارے اس پلیٹ فارم کو دیتے کہ ہم نے امام مسلم کے اس منہج کو- جو محدثین کا منہج انہوں نے ایک جگہ جمع کیا تھا- وہ عام مسلمانوں تک پہنچا دیا ہے۔"

Imam Muslim became Shiah? 8:35

لیکن صحیح مسلم کی اس روایت کے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا کیا فہم ہے کبھی انجینئر صاحب نے بیان کیا ہے؟ بالکل نہیں! بلکہ آپ تو مسلم کی روایت بیان کر کے امام مسلم ہی کے خلاف کھڑے ہیں!

تو مرزا صاحب کے اندھے مقلدین سے گزارش ہے کہ کبھی خود بھی صحیح مسلم کھول کر دیکھ لیں کہ آخر یہ حدیث امام مسلم نے بیان کیوں کی ہے؟ اگر کوئی صحیح مسلم کے اس مکمل باب کو شروع سے آخر تک پڑھ لے تو اس پر مرزا صاحب کی مرزائیت (کذب بیانی) کھل کر سامنے آجاتی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں یہ روایت اس باب کے تحت ہے:

مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ سَبَّهُ، أَوْ دَعَا عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ أَهْلًا لِذَلِكَ، كَانَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا وَرَحْمَةً

> "اس بات کا بیان کہ اگر کسی پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی یا اسے برا بھلا کہا یا اس پر بددعا کی اور وہ اسکا اہل نہیں تھا تو یہ اس کے لیے تزکیہ، اجر اور رحمت کا باعث بن جائے گا۔"

اس باب کے تحت پہلی حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جو ذکر کی:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ، فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُ هَذَانِ. قَالَ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا. قَالَ: أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ: اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا۔

''اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو شخص آئے، تو انہوں نے کوئی بات کی جو مجھے معلوم نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان دونوں کو برا کہا، جب وہ نکل کر چلے گئے تو میں نے کہا کہ ان دونوں کو تو کوئی خیر نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا: وہ کیوں؟ میں نے کہا: آپ نے ان پر لعنت کی اور انہیں برا کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہے: اے اللہ! میں تو صرف ایک بشر ہوں، لہٰذا میں جس مسلمان کو لعنت کروں یا برا کہوں تو اسے اس کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور حصول اجر کا ذریعہ بنا دے۔''

پھر یہ حدیث نقل کی:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میں صرف ایک بشر ہوں، اس لیے میں جس مسلمان کو برا بھلا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو کوڑے ماروں تو اسے اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت (کا ذریعہ) بنا دے۔'' (صحیح مسلم: 2601)

اور پھر یہی حدیث مختلف اسانید سے بیان فرمائی جن میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ اسے اسکے لیے مغفرت اور قیامت کے دن تیرے قرب کا ذریعہ بنا دے۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ذکر کی:

كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ - وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ - فَرَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ، فَقَالَ : آنْتِ هِيَهْ؟ لَقَدْ كَبِرْتِ، لَا كَبِرَ سِنُّكِ. فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتِ الْجَارِيَةُ : دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي، فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا، أَوْ قَالَتْ: قَرْنِي. فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟ فَقَالَتْ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ : "وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟" قَالَتْ : زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا، وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا. قَالَ : فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : "يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي، أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي، فَقُلْتُ : إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ، لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً، يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔

''حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ام انس بھی کہلاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس (یتیم بچی) کو دیکھا تو فرمایا: تم وہی ہو؟ کتنی بڑی ہوگئی ہو، تمہاری عمر بڑی نہ ہو! وہ لڑکی روتی ہوئی واپس

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے بددعا فرما دی ہے کہ میری عمر بڑی نہ ہو، اب میری عمر کبھی بھی بڑی نہ ہو گی، یا کہا: اب میرا زمانہ ہرگز زیادہ نہیں ہوگا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ لپیٹتے ہوئے نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری یتیم بچی کے لیے بددعا کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ام سلیم کیا ہوا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کہتی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، اور اس کا زمانہ لمبا نہ ہو، (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے، پھر فرمایا: ''ام سلیم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط رکھی ہے، میں نے کہا ہے (اے اللہ!) میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح ایک بشر خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں میں بھی غصہ ہوتا ہوں۔ تو میری امت میں سے کوئی بھی آدمی جس کے لیے میں نے بددعا کی اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اس بددعا کو قیامت کے دن اس کے لیے طہارت، تزکیہ اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرمالے۔'' (صحیح مسلم:2603)

پھر اس کے متصل بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ہے جسے گھٹیا سوچ کے مالک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے لیے اچھالتے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ علماء نے حق چھپایا ہے امام مسلم نے تو حق بیان کیا ہے مگر آپکے سامنے ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ تو اس روایت کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بتا رہے ہیں کہ انکے نزدیک جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا عذر ہے (جسکی وضاحت آگے آرہی ہے) تو اس سے وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے مستحق ہوئے جو آپ نے اللہ سے کی ہے کہ اگر میں کسی کو بد دعا کروں اور وہ اس کا اہل نا ہو............ ائمہ کرام نے امام مسلم کے اس اسلوب سے یہی اخذ کیا ہے۔

امام ابوزکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی شرح میں فرمایا:

وَقَدْ فَهِمَ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ مُسْتَحِقًّا لِلدُّعَاءِ عَلَيْهِ فَلِهَذَا أَدْخَلَهُ فِي هَذَا الباب وجعله غيره من مناقب معاوية لانه فِي الْحَقِيقَةِ يَصِيرُ دُعَاءً لَهُ۔

"امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے بارے میں فہم یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بد دعا کے اہل نا تھے، اسی لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اس باب میں ذکر کیا ہے اور دیگر ائمہ کرام نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں شمار کیا ہے کیونکہ درحقیقت یہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا بنتی ہے (یعنی وہ دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے شرط رکھی ہے)۔"

(شرح النووی علی مسلم: 16/ 156)

امام حمیدی (م 488ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی اس حدیث کے تحت فرمایا:

جعل مسلم بن الْحَجَّاج رَحْمَة الله عَلَيْهِ هَذَا الحَدِيث فِي مُعَاوِيَة رَحْمَة الله عَلَيْهِ من فضائله. لِأَنَّهُ أخرج مُتَّصِلا بِهِ الْأَحَادِيث فِي دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَام عَن سبه۔

"امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں شمار کیا ہے، کیونکہ اسے انہوں نے ان احادیث کے متصل بعد ذکر فرمایا ہے کہ جن میں نبی علیہ السلام نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے کہ جنہیں آپ نے برا بھلا کہا (اور وہ اس کے اہل نا تھے)۔"

(الجمع بین الصحیحین:2/135)

تقریباً اسی سے ملتی جلتی بات ابن ہبیرۃ (م560ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے کہی۔

(الافصاح عن معانی الصحاح:3/259)

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں لائے ہیں۔

(المسالک:5/106)

نیز امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو جناب معاویہ کے حق میں بیان کیا ہے۔(البدایۃ:8/120)

تو بتایئے حق مرزا صاحب چھپاتے ہیں یا علماء کرام؟ امام مسلم اور حق گوئی کے نام پر جو فراڈ مرزا صاحب نے کیا ہے وہ آپکے سامنے ہے کہ وہ تو اس حدیث کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں پیش کر رہے ہیں مگر انجینئر صاحب تو اسے انکے خلاف پیش کر رہے ہیں تا کہ انکی کردار کشی کر سکیں، مرزا صاحب! امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تو واقعی حق امت تک پہنچایا ہے مگر انکے نام پر آپ امت کو کیا دے رہے ہیں؟

اب یہ جملہ کہ ''اللہ اسکا پیٹ نا بھرے'' ان کے حق میں ہے یا مذمت میں اس کے لیے دیکھنا چاہیے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اسکے اہل ہیں یا نہیں؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جملہ معاملے کے ظاہر کو مد نظر رکھ کر بولا ہے اور صحیح مسلم کی سابقہ احادیث سے یہ واضح ہے کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بتقاضائے بشریت ایسا کلام صادر ہو جاتا کہ صحابہ اسے حقیقی بد دعا سمجھنے لگتے۔ اپنی اسی ویڈیو میں خود مرزا صاحب نے بھی کہا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات وحی سے نہیں ہوتی، مثلاً آپ علیہ السلام کی وہ اجتہادی غلطیاں جن پر اللہ نے آپ کی گرفت کی''۔ بہر حال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے غلطی اور خطا جیسے الفاظ کا استعمال نہیں کرتے بلکہ ہماری عرض صرف اتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری معاملے کے مطابق یہ کلمہ ارشاد فرمایا ہے، کہ میں

اسے بلا رہا ہوں اور وہ کھانا کھا رہے ہیں، لیکن کیا معاملہ ہے کہ امامِ مسلم کے نزدیک یہ بد دعا نہیں بلکہ فضیلت ہے؟

یہی صحیح مسلم کی حدیث پر غور کریں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پیغام لے کر گئے ہیں مگر اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ جس سے کہا جا سکے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملے تھے اور انہیں ڈائریکٹلی پیغام دیا تھا، بلکہ روایت کے الفاظ ہیں: ''فَجِئْتُ، فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ ''یعنی میں گیا تو (آ کر نبی علیہ السلام سے کہا) وہ کھانا کھا رہے ہیں، انہوں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میں کھانا کھا رہا ہوں یا کھانا کھا کر آؤں گا! دلائل النبوۃ کی روایت میں ہے: ''فَقِيلَ: إِنَّهُ يَأْكُلُ''، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''مجھ سے کہا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے ہیں'' اب یہ کہنے والا کون تھا؟ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام جو ابن عباس رضی اللہ عنہ لے کر آئے ہیں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا ہے یا نہیں؟ اس کی صراحت کہیں موجود نہیں۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ نا چل سکا ہو، یا آپ کا کوئی اور عذر ہو، یہی وجہ ہے کہ محدثین اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کرتے ہیں اور ان کا دفاع کرتے ہیں۔

انجینئر صاحب جان بوجھ کر ہر مرتبہ اس حدیث کے ترجمے میں گھپلا مارتے ہیں، یعنی اصل الفاظ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ ہیں کہ مجھے کہا گیا کہ وہ (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ) کھانا کھا رہے ہیں، مگر مرزا صاحب ترجمہ کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں یا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کھانا کھا کر آتا ہوں وغیرہ وغیرہ، اور یہ سب اپنے باطل مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہے تا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں منفی سوچ عام کی جا سکے، اور یاد رہے یہ سب آپ حق گوئی کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے کر رہے ہیں۔

اس حوالے سے ایک بہت بڑا اشکال مرزا صاحب یہ بھی پیدا کیا کرتے ہیں کہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی) حدیث میں تو بشارت اور دعا اس شخص کے لیے ہے کہ جس

پر آپ علیہ السلام نے بد دعا کی ہو اور وہ اس بد دعا کا اہل نا ہو، اگر اہل ہوگا تو وہ بد دعا ہی رہے گی، تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسکا اہل قرار دینے کے لیے ایک عجیب و غریب منطق پیش کیا ہے، کہتے ہیں کہ اللہ اسکا پیٹ نا بھرے، تو یہ دعا تو تب ثابت ہو کہ جب حضرت معاویہ تھوڑا سا کھاتے تو انکا پیٹ بھر جاتا۔ یعنی: الفاظ بد دعا والے ہیں تو اگر دعا بنتی تو رزلٹ اس کے ریورس ہونا چاہیے تھا نا، اور آپ اسی ضمن میں جو دلائل پیش کرتے ہیں اس سے قبل مرزا صاحب کے اس ریورس فارمولے پر انجینئرنگ کرنا ضروری ہے۔ دیکھیں! حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ پیچھے بیان ہو چکے ہیں کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی شخص پر لعنت کروں، یا برا بھلا کہوں یا بد دعا کر دوں تو اگر وہ اس کا اہل نا ہو تو (اے اللہ) اسے اسکے حق میں طہارت، رحمت، گناہوں سے معافی اور اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے! اب ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے مرزا صاحب کے ریورس فارمولے پر غور کریں کیا حدیث میں کوئی ایسی بات ہے؟ کہ: اگر وہ اس بد دعا کا اہل نا ہو تو وہ دعا بن جائے اور دعا ایسے بنے کہ نتیجہ اس بد دعا کے بالکل الٹ ہو؟ حدیث میں دور دور تک ایسی بات نہیں اور نا محدثین میں سے کسی نے یہ تشریح کی ہے، بلکہ حدیث میں صرف اتنا ہے کہ وہ بد دعا اس کے لیے کفارہ بن جائے اور اللہ کی رحمت اور قرب کا ذریعہ بن جائے، اس میں یہ شرط نہیں کہ اگر وہ اس بد دعا کا اہل نہیں تو وہ بد دعا اسے نا لگے، بلکہ ایسا ممکن ہے کہ اس بد دعا کا نقصان اسے اٹھانا پڑ جائے لیکن اس پر چونکہ یہ ایک تکلف ہے لہٰذا وہ تکلف اسکے لیے رحمت کا باعث اور قیامت کے دن اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جائے گا، اور حدیث میں یہ بالکل بھی نہیں کہ اگر وہ بد دعا بعینہ پوری ہوگئی تو اسکا مطلب ہوگا کہ وہ اس بد دعا کا اہل ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ ریورس فارمولا اور حدیث کی تشریح غلط ہے۔ زیر بحث حدیث

مسند احمد: 7311، 8199، 9070، 9074، 9802، 15294 ....، مصنف ابن أبي شیبہ: 6/ 71، مسند حمیدی: 1071، صحیح بخاری: 6361، صحیح

مسلم: 2600، 2601، 2602، 2603 اور سنن دارمی: 2/ 406، ابی عوانہ: 11338 تا 11360، سنن الکبری للبیہقی: 7/ 61، تاریخ دمشق: 4/ 89 میں موجود ہے مگر کسی میں ایسے الفاظ نہیں جو مرزا صاحب کے اس منطق کی تائید کرتے ہوں، بلکہ حدیث کے الفاظ تو اسکی نفی کرتے ہیں۔ لہٰذا: ''اللہ اسکا پیٹ نا بھرے'' کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کہنے سے مراد ہے کہ یہ دعا کا ذریعہ ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی کہ ایسے شخص کو رحمت، مغفرت اور اللہ کا قرب نصیب ہو، جیسا کہ امام ابو العباس القرطبی (م 656ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں کہا: **فحصل له من دعاء النبی ﷺ الکفارة والرحمة والقربة إلى الله تعالى التي دعا بها النبي ﷺ۔**

''پس (اس بد دعا کی وجہ سے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفارے، رحمت اور اللہ کے قرب والی دعا حاصل ہوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے کر رکھی ہے۔''

(المفہم: 6/589)

تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے فہم کی مخالفت کرتے ہوئے نا انجینئر صاحب نے یہ ثابت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے اہل تھے، اور اس کے لیے جو ریورس کا قانون دریافت کیا اسکا ثبوت بھی حدیث میں موجود نہیں، تو جب یہ شرط ہی حدیث سے ثابت نہیں کہ اگر وہ اس بد دعا کا اہل نا ہوگا تو اس سے الٹ نتیجہ نکلے گا ورنہ بد دعا ویسے ہی قبول ہوگی، لہٰذا آپ کا اس بات پر زور دینا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ بد دعا لگی تھی یا نہیں؟ بے کار ہے، اور نا ہی محدثین نے وہ رزلٹ نکالا ہے کہ جو آپ بیان کرتے ہیں، مرزا صاحب نے پہلی دلیل یہ بیان کی ہے:

جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ خَطَبَ جَالِسًا مُعَاوِيَةُ، حِينَ كَبِرَ وَكَثُرَ شَحْمُهُ وَعَظُمَ بَطْنُهُ۔

''امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ دیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی چربی اور پیٹ بڑھ گیا تھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: 35735)

مرزا صاحب اَن گنت مرتبہ یہ اصول بیان کر چکے ہیں کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے! مگر یہ مرزا صاحب کی مرزائیت کا بنیادی اصول ہے کہ اپنے گندے مقاصد کو فروغ دینے کے لیے اپنے ہی بیان کردہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں، ورنہ آپ کبھی بھی صحابہ کرام پر طعن نہیں کر سکتے، ایک جگہ ایک بات کہتے ہیں دوسرے مقام پر خود اس کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں اور ایسا کبھی کبھار نہیں ہوتا بلکہ آپ مرزا صاحب کے ہر اعتراض کے تحت اس منافقانہ روش کی جھلک ضرور دیکھیں گے۔ تو عرض ہے کہ اس کی سند میں جو راوی مغیرہ (بن مقسم) ہیں وہ مدلس ہیں اور یہاں روایت عن کے صیغہ سے بیان کر رہے ہیں، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مدلسین کے تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔

(طبقات المدلسین: 107)

جن کی تدلیس سفیان ثوری اور اعمش وغیرہ سے بھی مضر ہوتی ہے، تو جب مرزا صاحب سفیان ثوری اور اعمش کی عن والی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں تو پھر اس مغیرہ بن مقسم کا حال کیا ہوگا؟ مگر افسوس ہے کہ انجینئر صاحب روافض کی ہمنوائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ضعیف روایات بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ جو خود انکے بیان کردہ قوانین کے مطابق بھی ضعیف ہوں، اور جو روایات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں ان کے متعلق بلا دلیل ضعیف، ضعیف، ضعیف کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔

دوسری دلیل اس حوالے سے جو مرزا صاحب دیا کرتے ہیں وہ دلائل النبوۃ کی

وہی روایت ہے جسے آپ یہ کہہ کر بیان کرتے ہیں کہ تم لوگ آدھی حدیثیں بیان کرتے ہو، اور علماء یہود کی طرح حق چھپا کر لعنت کے مستحق بنتے ہو، اور کہتے ہیں میں آپ کو ساری حدیث بتاتا ہوں، تو اس روایت میں یہ ہے کہ (سند میں سے کوئی) راوی یہ قصہ بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ: ''فما شبع بطنه''، پھر اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہیں بھرا۔ (دلائل النبوۃ: 6/ 243)

لیکن عرض ہے کہ انجینئر صاحب اس سے جو مراد لے رہے ہیں وہ درست نہیں۔ اس حدیث کے متعلق محدثین کا فہم اور ان کی گزارشات ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

امام صاحب کے اسلوب اور دیگر ائمہ وشارحین کی وضاحت سے آپ جان چکے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو صحیح مسلم کے اس مقام پر درج کرنے کا مقصد کیا ہے، وہ تو اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں لے کر آئے ہیں، وہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بد دعا کا اہل نہیں سمجھتے ہیں، جس سے ثابت ہوا کہ راوی کے اس اضافے سے جو مراد مرزا صاحب لے رہے ہیں وہ بالکل باطل ہے، اور جو ریورس والا فارمولا آپ نے گھڑا اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس بد دعا سے دوچار ہونا پڑا لیکن اس سے یہ کہنا کہ وہ اس کے اہل تھے غلط ہے!

تو کم از کم مرزا صاحب امام مسلم کی تو مخالفت مت کریں جبکہ آپ انہیں اپنا most favourite امام قرار دیتے ہیں۔ ہمارا مقصد انجینئر صاحب کے فالوورز کو اسی دھوکے سے باہر نکالنا ہے کہ امام مسلم اور صحیح مسلم کے نام پر انجینئر صاحب روافض کا چورن بیچتے ہیں، آپ اکثر صحیح مسلم کی حدیث بیان کر کے جو فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحیح مسلم کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب میں عوام الناس کے لیے لکھ رہا ہوں مگر تم لوگ کہتے ہو یہ احادیث بیان نا کرو۔ حالانکہ صحیح مسلم کی جن روایات کو مرزا صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف پیش کرتے ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور باقی ائمہ تو

ان سے وہ معنی بالکل نہیں نکالتے جو کہ آپ اخذ کرتے ہیں بلکہ ان احادیث کے متعلق انکے نظریات تو آپ کے باطل نظریات سے بالکل خلاف ہوتے ہیں، یہ مذکورہ مسئلہ اسکی ایک واضح مثال ہے، لہٰذا ہم یہ نہیں کہتے کہ ان احادیث کو چھپاؤ، بلکہ ہمارا مطالبہ تو بس اتنا ہے کہ ان احادیث کو انہی محدثین کے فہم کے مطابق سمجھا اور بیان کیا جائے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ:

اس حدیث کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب اور فہم بھی وہی ہے جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، چنانچہ آپ نے جہاں دلائل النبوۃ میں یہ حدیث ذکر کی تو اسکے فوراً بعد وہ حدیث نقل فرمائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی سے شرط رکھی ہے کہ اگر میں کسی کو برا بھلا کہوں یا بد دعا کر دوں اور وہ اسکا اہل نا ہو........... حالانکہ وہاں اس حدیث کی باب کے ساتھ کوئی اور مناسبت نہیں، تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کیا بتانا چاہتے ہیں؟ یہی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے مستحق نا تھے بلکہ صاحب عذر تھے، اور اسکے ذریعے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حاصل ہوئی۔

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لیے جب مرزا صاحب اس روایت کو بیان کرتے ہیں تو ساتھ ہی دھوکا دینے کے لیے کہتے ہیں کہ اب امام مسلم اور امام بیہقی کو بھی رافضی کہو، انہوں نے یہ روایات بیان کی ہیں! مرزا صاحب اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اگر محدثین نے یہ سب بیان کیا ہے تو میں کونسا جرم کر رہا ہوں؟ حالانکہ محدثین کے طرز عمل اور آپ کے رویہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، امام مسلم و بیہقی تو اس حدیث کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کرتے ہیں اور انکا بھرپور دفاع کر رہے ہیں اور جبکہ آپ تو انہی روایات کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ان پر تنقید کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے متعلق منفی تاثر ہی دیتے ہیں تو امام مسلم اور امام بیہقی کو کیسے رافضی قرار دیا جا سکتا ہے حالانکہ وہ آپکا اور روافض ہی کا رد فرما رہے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ:

أَنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهِ وَدُعَائِهِ وَنَحْوِهِ لَيْسَ بِمَقْصُودٍ بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهِ عَادَةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِهَا بِلَا نِيَّةٍ كَقَوْلِهِ تَرِبَتْ يَمِينُكَ وعَقْرَى حَلْقَى وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ لَا أَشْبَعَ الله بَطْنَه ونحو ذلك لا يقصدون بشئ مِنْ ذَلِكَ حَقِيقَةَ الدُّعَاءِ۔

''یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (بعض صحابہ کے لیے) بددعا (کے الفاظ) یا اس جیسا کچھ منقول ہے تو حقیقت میں ان سے بددعا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہیں جو عرب لوگ بغیر (بددعا کی) نیت کے بطور تکیہ کلام بول دیتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی صحابی کے متعلق کہنا ''تَرِبَتْ يَمِينُكَ'' (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)، اور اپنی بیویوں میں سے کسی کو کہنا ''عَقْرَى حَلْقَى'' (اے بانجھ، اے سر منڈی)، اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ''لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ'' (تیری عمر بڑی نا ہو)، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپکا کہنا ''لَا أَشْبَعَ الله بَطْنَه'' (اللہ اسکا پیٹ نا بھرے) اور ایسی اور بھی مثالیں ہیں، ان میں سے کسی سے بھی بددعا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔''

(شرح النووی علی مسلم: 16/152)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی اسی کے ہم معنی بات کہی ہے۔ (اکمال المعلم: 8/75)

علامہ ابوعبداللہ المازری رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کلمے سے بددعا کرنا مقصود نہیں۔
(المعلم بفوائد مسلم: 3/297)

امام ابن اثیر (ابو السعادات) رحمۃ اللہ علیہ:

نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا: ''اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اسکے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما'' نقل کی اور پھر صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت لائے۔

(جامع الاصول:9/108)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے فرمایا: کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، اور یہ بات آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا ''اگر میں کسی کو برا بھلا کہوں یا بددعا کر دوں اور وہ اسکا اہل نا ہو تو یہ اس کے لیے مغفرت، رحمت، پاکیزگی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بن جائے'' کی بنیاد پر کہی۔

(البدایہ:8/120)

انہی خیالات کا اظہار امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مختلف مقامات پر کیا (سیر اعلام النبلاء:14/130 و3/123، تذکرۃ الذھبی:2/195)۔

امام ابن اثیر (ابوالحسن) رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی اس حدیث کو فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں ذکر فرمایا ہے۔ (اسد الغابہ:4/434)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس حدیث کو بعض فرقے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، مگر اس میں ایسا کچھ بھی نہیں کہ جو ان کے ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مدد کر سکے، اور ہو بھی کیسے کہ اس حدیث میں تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کا ثبوت ہے، اسی لیے امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سب سے صحیح حدیث ہے۔ پس واضح بات یہ ہے کہ اس (روایت میں

موجود) بددعا سے بددعا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے کہ جو عرب لوگ تکیۂ بات کے ساتھ ملا کر بغیر (بددعا کی) نیت کیے بول دیا کرتے ہیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی بیویوں میں سے کسی کو کہنا ''عَقْرَی حَلْقَی'' (اے بانجھ، اے سر منڈی)، اور کسی کے متعلق کہنا ''تَرِبَتْ يَمِينُكَ'' (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)۔'' (السلسلة الصحيحة: 82)

محدثین کا مؤقف اس حدیث کے متعلق بالکل واضح ہے کہ یہ کلمہ ''اللہ اسکا پیٹ نا بھرے'' جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں نہیں ہے بلکہ وہ اسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بتاتے ہیں کہ اس کے ذریعے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے مستحق بن گئے جو آپ نے اللہ سے بطور شرط کر رکھی ہے، اور بعض اہل علم اس کلمے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عرب کی ان باتوں میں شمار کرتے ہیں کہ جو ظاہری طور پر بددعا کا معنیٰ دیتے ہیں مگر ان سے بددعا کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ عرب انہیں کلام کے اندر تکیۂ استعمال کیا کرتے ہیں، اور صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کے متعلق انجینئر صاحب کا فہم محدثین کے فہم کے بالکل برعکس ہے، اب فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے کہ کسی حدیث کے متعلق ایک انجینئر کی تشریح معتبر اور قابل قبول ہے یا محدثین کی؟

ان باتوں کو لے کر روافض اور مرزا صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے راضی نہیں ہیں جبکہ اللہ اور اسکا رسول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے راضی اور خوش ہیں، اللہ تبارک و تعالی نے عمومی طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے رضی اللہ عنہم فرما رکھا ہے، اور ان سے خیر و بھلائی کا وعدہ کیا ہوا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے جہادی لشکر میں موجود باقی اصحاب کو خواب میں دیکھنا اور بیدار ہو کر مسکرانا اور خوب خوشی کا اظہار کرنا اور انکے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ انہوں نے خود پر جنت کو واجب کر لیا ہے۔
(صحیح البخاری: 2924، 6263)

یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے

راضی تھے، اب کوئی بدعقیدہ، بدعتی، رافضی یا پھر کوئی انجینئر ان ہستیوں سے راضی نہیں تو اس سے ان کی شان و مرتبہ میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑنے والا۔

❁❁❁

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلافت کا حقدار قرار دیا اور ان کی توہین کی؟

یہ بھی انجینئر صاحب کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بڑے بڑے اعتراضات میں سے ایک اعتراض ہے کہ انہوں نے خود کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلافت کا حقدار قرار دیا، اور پھر انجینئر صاحب اسے بہت بڑی گستاخی اور توہین بنا کر پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:

''صحیح بخاری انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق غزوہ خندق کے چیپٹر میں 4108 نمبر، جس کو میں کڑوی گولی کہتا ہوں! صفین میں تحکیم کے مسئلے کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو وہاں پر انہوں نے ایک تقریر کی ''صحیح بخاری 4108'' بخاری میں نا نکلے جو چور کی سزا وہ میری بلکہ جو مرتد کی سزا وہ میری سزا لیکن اگر نکل آئے تو ان مولویوں کے گریبان پکڑیں کہ یہ حق بات آپ کو کیوں نہیں بتاتے؟ بخاری میں نہیں لکھی پائی جی! - بخاری 4108- تو تحکیم کے مسئلے کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو وہاں انہوں نے ایک تقریر کی خطبہ دیا، تو خطبہ دیا تو حضرت حفصہ ام المومنین جو حضرت عمر کی بیٹی اور عبداللہ بن عمر کی بہن تھیں، انہوں نے عبداللہ بن عمر کو کہا کہ: عبداللہ ایسا کرو کہ امیر معاویہ آئے ہیں اور وہ تقریر کر رہے ہیں تم جا کے ان کی تقریر سنو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غیر موجودگی فتنہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کوئی اپنی مہم چلا رہا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا ٹھیک ہے بہن۔ تو وہاں پر گئے وہ، وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اس کے بعد انہوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ: جسے خلافت کی خواہش ہے

اس امر میں وہ اپنا سر اٹھائے میں اس کے باپ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار ہوں!''والعیاذ باللہ تعالیٰ'' عبداللہ بن عمر کا باپ کون ہے؟ حضرت عمر، مولا عمر! مولا عمر سے خلافت کا زیادہ میں حقدار ہوں! لوگ کہتے ہیں جی وہ جی قصاصِ عثمان تھا یہ تھا وہ تھا، یہ پتہ چل گیا کیا تھا! فتح مکہ پر معافی مانگنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم عمر سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں، وہ عمر جس نے رومن ایمپائر گرائی یرموک میں اور قادسیہ میں پرشین امپائر، جس کی وجہ سے شام میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ، اور آج آپ آکر کہہ رہے ہیں کہ میں عمر سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں۔ اصل میں بدلہ اتارا نہ کیوں کہ بخاری میں حدیث ہے حضرت عمر نے کہا تھا کہ میں صرف چھ بندوں کو خلافت کا حقدار سمجھتا ہوں اپنے بعد، پہلے نمبر پر کہا علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد ابن ابی وقاص، اپنے بیٹے کا بھی نام نہیں لیا۔ انہوں نے کہا: تسی چھ بندیاں دے نام لے کے گئے او؟ علی دا پہلا نمبر، تے میں ہن جواب دینا تہاڈی وفات تو بعد، جس کو خواہش ہے وہ اپنا سر اٹھائے میں اس کے باپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں! اور پھر جب تقریر ختم ہوئی تو حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں میں نے کہا عبداللہ بن عمر! اتنی توہین کی حضرت عمر کی حضرت امیر معاویہ نے اور آپ نے ان کا وہاں پر جواب نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر نے کہا میں نے ارادہ تو کیا تھا اپنی گوٹھ کھولوں۔ یہ میں کوئی تاریخ نہیں پڑھ رہا بخاری 4108 حدیث ہے۔ میں نے کہا میں اسی وقت معاویہ کو جواب دوں: معاویہ تیرے سے زیادہ خلافت کا حقدار وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے باپ کو مار مار کے مسلمان کیا ہے، (یعنی) مولا علی! وہ مسلمان تھا اور تو اور تیرا باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہم وہ کافر تھے اس وقت، اور وہ تم سے قتال کرتا تھا آج فتح مکہ میں معافیاں مانگ

کے تم لوگ کہہ رہے ہو کہ میرے باپ سے زیادہ خلافت کے حقدار ہو؟ پھر عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں فتنے اور خون ریزی کے ڈر سے خاموش ہو گیا، پھر مجھے جنت کی نعمتیں یاد آ گئیں، میں نے پھر جنت پر ہی کفایت کر لیا۔ حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے خاموشی اختیار کر کے اپنی عزت بھی بچا لی اور اپنی جان بھی بچا لی۔ اب پتہ چلا کہ کیا ہوتا تھا زبان کھولنے میں؟''

Mas'alah 101 - 59:29

ایک دوسری ویڈیو میں ہے:

''صحیح بخاری کتاب المغازی غزوہ خندق کا چیپٹر انٹرنیشنل نمبر کے مطابق 4108 نمبر حدیث ''کڑوی گولی'' ام المومنین سیدہ حفصہ کہتی ہیں رضی اللہ عنہا (یعنی) جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان معاملات چل رہے تھے جنگ صفین کے، وہ قصاص عثمان کا تو ایک بہانہ ہی تھا نہ بعد میں تو مسئلہ کچھ اور ہی بن گیا ہوا تھا۔ تو جب یہ معاملات چل رہے تھے تو حضرت حفصہ ام المومنین نے کہا کہ عبداللہ بن عمر میرے بھائی تو جا تیری غیر موجودگی میں کوئی اور مسئلہ نا کھڑا ہو جائے، تیری موجودگی وہاں ضروری ہے، مسلمانوں کے درمیان Issues resolve ہونے والے ہیں .... (جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہنچے تو) حضرت معاویہ خطبہ دے رہے ہیں حضرت معاویہ کو کسی نے یہ بات بتا دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر خلیفہ بننا چاہتے ہیں، تو انہوں نے عبداللہ بن عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کنایہ سے بات کی کہ جس کو خلافت کا شوق ہے نہ اپنا سر ذرا اٹھائے میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں ''والعیاذ باللہ تعالیٰ'' حضرت عمر کے بارے میں اتنا گستاخانہ جملہ! میں کانپ اٹھتا ہوں

یہ بات پڑھ کے.........."۔

Mas'alah 61- 1:13:22

مرزا صاحب کا طریقہ واردات یہ ہے کہ آپ نام تو بخاری ومسلم کا لیتے ہیں، اور مکمل ریفرنس دے کر عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ بھئی ہر بات باحوالہ ہو رہی ہے، جو بھی بات کی جا رہی ہے وہ اس ریفرنس میں موجود ہے۔لیکن حقیقت میں اس روایت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے جو کہ یہ اس کا نام لے کر بیان کرتے ہیں۔ یہاں بھی انجینئر صاحب صحیح بخاری کا نام لے کر شور کرتے ہیں: "معاویہ نے عمر کی گستاخی کر دی معاویہ نے عمر کی توہین کر دی"! اور پھر مزید تقویت کے لیے "استغفر اللہ" اور "نعوذ باللہ" جیسے کلمات بار بار دہرا کر عامی حضرات کو دھوکا دیتے اور ان کا مائنڈ سیٹ کرتے ہیں۔صحیح بخاری کی اس روایت میں دور دور تک نہیں کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر یا علی رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بات کہی، جیسا کہ ہم دلائل سے واضح کرنے والے ہیں۔لیکن بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ اشارہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا، تو اس میں توہین اور گستاخی کہاں ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حقدار کہا اس میں؟ یا ان کے لہجے اور الفاظ میں؟

توہین کہاں ہے؟

اگر بات لہجے اور الفاظ کی کریں تو عرض ہے کہ یہ لہجہ اور الفاظ انجینئر صاحب کے اپنے ہیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نہیں! یہی تو ان کی جادوگری ہے کہ بات کچھ ہوتی ہے لیکن یہ اپنے خاص سٹائل اور چنیدہ الفاظ کے ساتھ بات کو کچھ بنا دیتے ہیں۔ اور یہاں بھی اگر کسی کو یہ گستاخی لگتی ہے تو وہ اس لیے کہ آپ اس روایت کو انجینئر صاحب کی بریکٹوں، ان کے اپنی طرف سے کچھ اضافہ شدہ الفاظ، بناوٹی لہجے اور جو وہ اپنی طرف سے مزید مصالحہ جات لگاتے ہیں کے تناظر میں سن یا پڑھ رہے ہوتے ہیں۔آپ بذات خود صرف اور صرف روایت کے اصل الفاظ پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا بات اسی طرح

ہے جیسا یہ تاثر دیتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ فَقَالَتِ: الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ۔ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ، وَمِنْ أَبِيهِ. قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجِنَانِ۔ قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ۔

انجینئر صاحب نے اس روایت کا ترجمہ اپنے تحقیقی مقالے ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر'' میں صفحہ نمبر: 3 پر ذکر کر رکھا ہے، چنانچہ ہم وہی عبارت آپ کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں:

''صحیح بخاری کی حدیث میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں (اپنی ہمشیرہ) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس حال میں کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے ان سے عرض کی: لوگوں کا معاملہ جو صورت اختیار کر گیا ہے، آپ بخوبی اس سے واقف ہیں، میرا تو کوئی دخل اس امر (خلافت اور اقتدار) میں نہیں رہ گیا۔ ام المومنین نے فرمایا تم ابھی جاؤ کیونکہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے انتشار و افتراق پیدا ہوگا۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے باصرار

انہیں بھیج کر ہی چھوڑا۔ چنانچہ سب لوگ متفرق ٹکریوں میں بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے (مسئلہ تحکیم کے بعد پہلی دفعہ) وہاں (مدینہ شریف میں) خطبہ دیا اور کہا: جو کوئی اس امر (خلافت واقتدار) میں بولنا چاہتا ہے، تو وہ ذرا سر اٹھا کے تو دکھائے، یقیناً ہم اسکے اور اسکے باپ سے بھی زیادہ اس (خلافت و اقتدار) کے مستحق ہیں (نعوذ باللہ من ذالک..........")۔

اس روایت کے عربی متن میں لفظ "ابیہ" ہے، جس کا ترجمہ باپ کیا گیا ہے، جبکہ یہاں والد اور ابو جیسے الفاظ بھی استعمال ہو سکتے تھے لیکن انجینئر صاحب ہمیشہ اپنی روایتی زبان میں باپ باپ کی ہی رٹ لگاتے ہیں تا کہ منفی تاثر قائم کیا جا سکے۔اب اسی روایت میں لفظ باپ کی جگہ والد استعمال کریں اور چونکہ بریکٹ اصل عبارت کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ اپنی طرف سے اضافہ شدہ الفاظ ہوتے ہیں، چنانچہ بریکٹوں کو ہٹا کر یہی عبارت دیکھیں کچھ اس طرح بنے گی:

"صحیح بخاری کی حدیث میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس حال میں کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے ان سے عرض کی: لوگوں کا معاملہ جو صورت اختیار کر گیا ہے، آپ بخوبی اس سے واقف ہیں، میرا تو کوئی دخل اس امر میں نہیں رہ گیا ام المومنین نے فرمایا تم ابھی جاؤ کیونکہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے انتشار وافتراق پیدا ہوگا ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے باصرار انہیں بھیج کر ہی چھوڑا۔ چنانچہ سب لوگ متفرق ٹکریوں میں بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے وہاں خطبہ دیا اور کہا: جو کوئی اس امر میں بولنا چاہتا ہے، تو وہ ذرا سر اٹھا کے تو دکھائے، یقیناً ہم اس کے اور اس کے والد سے بھی زیادہ

اس کے مستحق ہیں۔"

"تو وہ ذرا سر اٹھا کر تو دکھائے" یہ محض انجینئر صاحب کی بے تکلفی ہے، بات اس طرح بھی ہو سکتی ہے "وہ اپنا سر اٹھائے" یہ: "ذرا" اور "دکھائے" عربی متن میں تو نہیں۔ خیر غور کریں یہ انجینئر صاحب کا اپنے ہاتھ سے لکھا گیا ترجمہ ہے اس میں کہیں دور دور تک لفظ "خلافت" موجود نہیں۔ نا ہی اس واقعہ کا صحیح پس منظر موجود ہے۔ درحقیقت عربی عبارت میں لفظ "هَذَا الأمر" استعمال ہوا ہے کہ "جو کوئی ہم سے اس معاملے میں بات کرنا چاہتا ہے..........." اور "امر" کسی بھی کام اور معاملے کو کہا جاتا ہے۔ اب اس روایت میں یہ تو مل رہا ہے کہ کسی کام کے متعلق بات ہو رہی ہے لیکن وہ معاملہ کیا ہے؟ نا ہی اس روایت میں صراحت موجود ہے اور نا ہی اور کسی روایت میں۔ ہاں! ایک ظن ہے کہ بات خلافت کی ہو رہی ہے۔ لیکن ہمارے انجینئر صاحب تو علمی کتابی ہیں بابی نہیں، ہر بات دلیل سے کرتے ہیں، اور منصف مزاج ہیں دوغلے بھی نہیں، ان کے بقول یہ اپنے اصول وضوابط بالکل نہیں بدلتے، تو ان کی جناب میں عرض ہے کہ کوئی ایک صحیح متصل سند کے ساتھ روایت پیش کی جائے جس میں اس معاملے کا تعین موجود ہو کہ اس سے مراد خلافت ہے۔ نیز انجینئر صاحب کے ویڈیو والے الفاظ جو انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث نمبر 4108 کے نام سے ادا کیے ہیں اور اس روایت کا ترجمہ ریسرچ پیپر کے حوالے سے دیکھیں کتنی باتیں ہیں جو انہوں نے اس روایت کے نام پر کہیں ہیں لیکن ان کا کوئی سراغ تک موجود نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بخاری پڑھ رہا ہوں کوئی سٹوری ٹک نہیں۔

پھر کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خود کو جناب عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے حقدار سمجھنے کو گستاخی کہہ رہے ہیں؟ تو یہ سراسر دھوکا اور فریب ہے۔ اسے فہم کا اختلاف، اجتہادی خطا یا غلطی تو کہہ سکتے ہیں لیکن گستاخی اور توہین ہرگز نہیں۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب

مہاجرین و انصار کے مابین خلافت کے معاملے میں اختلاف واقع ہوا تو ایک انصاری صحابی کھڑے ہو کر خطاب کرنے لگے:

أَمَّا بَعْدُ، فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ، وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ. فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا، وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ الْأَمْرِ..................

''اما بعد، ہم اللہ کے مددگار اور اسلام کے لشکر کے سپاہی ہیں، اور آپ مہاجرین کی جماعت ایک چھوٹا سا گروہ ہو، آپ کی قوم میں سے ایک جماعت یہاں آ پہنچی ہے، اور اب وہ یہ چاہتی ہے کہ ہمیں ہمارے اصل حق سے محروم کر دے اور ہمیں خلافت و قیادت کے معاملے سے الگ کر دے۔''

(صحیح بخاری:6830)

جبکہ سامنے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں جن سے خطاب کیا جا رہا ہے، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ انصار صحابہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے گستاخ تھے؟ خود کو نا صرف ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے بلکہ انہیں طعنے دیتے کہ تم لوگ ہجرت کر کے ہمارے پاس آئے تو ہم لوگوں نے تمہاری امداد کی تھی، پناہ دی، اور آج تم ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہو؟ ....۔ اگر بات مرزا صاحب کے مخصوص انداز اور لہجے میں کریں تو بات کہاں سے کہاں چلی جائے۔ بخاری ہی کے الفاظ ہیں کہ اسی مجلس میں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا:

نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ، فَقَالَ: حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ......

''ہم امراء ہیں اور آپ لوگ وزراء ہو۔ اس پر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ

نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، (ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ) ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر آپ میں سے ہو۔"

(صحیح بخاری: 3668)

اب یہاں بھی بات کو بڑھا چڑھا کر جناب حباب رضی اللہ عنہ کو گستاخ کہیں گے کیا؟ ہرگز نہیں!

مزید سنیے! انجینئر صاحب اپنی ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

"صحیح بخاری میں انٹرنیشنل نمبر کے مطابق- چیپٹر کا نام ہی ہے اپنا خلیفہ کرنے کا بیان، امام بخاری کا فہم دیکھ لیں- انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق 7217 اور صحیح مسلم میں انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق 6181 کتاب الاحکام چیپٹر میں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:) میں نے ارادہ کیا کہ میں تیرے بھائی کو بلاؤں یعنی ابوبکر صدیق کے بیٹے کو اور ابوبکر کو بھی بلاؤں اور میں ان کو لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد کوئی مانگنے والا اس چیز کو مانگے گا، پھر میں نے سوچا کہ کوئی مانگنے والا مانگے گا بھی تو ان شاء اللہ میری امت اور اللہ تبارک وتعالیٰ ابوبکر کے علاوہ کسی اور پر راضی نہیں ہوں گے، وہ میری امت کو ابوبکر پر جمع کر دے گا۔ اب اس وقت یہ بات نہیں کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے وہ context وہی چل رہا ہے، وفات کے دن قریب ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ (استخلاف کی) بات چل رہی ہے یہ بخاری مسلم دونوں میں موجود ہے! اور وہ مانگنے والا کون ہے؟ وہ سیدنا سعد بن عبادہ ہیں، وہ آگے حدیث میں آ بھی جائے گا بخاری شریف کی، جنہوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت نہیں کی تھی، لیکن رضی اللہ عنہ!"

55- b Mas'alah: Wassi -e- RASOOL kon hai - 1:30:39

لیجیے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خود کو خلافت کا حقدار سمجھا بلکہ آپ

کے بقول انہوں نے ساری زندگی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی نہیں کی، اور اگر جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خلافت کا مطالبہ کر رہے ہیں تو ظاہری بات ہے کہ وہ خود کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اس کا حقدار سمجھتے تھے، مگر اس سب کے باوجود نہ ہی ان پر گستاخی کا فتویٰ لگایا جارہا ہے نہ ہی کسی قسم کا کوئی طعن! بلکہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی زبان کھینچ لیں جو حضرت سعد بن عبادہ کے خلاف ایک جملہ بھی کہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی (فضیلت میں) چھوٹے صحابی کا خود کو اپنے سے افضل بلکہ سب سے افضل صحابی سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھنا اس کی توہین اور گستاخی بالکل نہیں ہے۔ آپ اسے سیاسی اختلاف، اجتہادی خطا یا ایسا کچھ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن گستاخی نہیں! ہاں اگر تعصب آڑے آجائے پھر ہر بات گستاخی ہی لگے گی۔

کیا کنایہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا؟

مرزا صاحب نے جو بھی گفتگو کی ہے اس کے لیے حوالہ صحیح بخاری کی روایت نمبر 4108 کا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر بخاری میں نا ہو تو جو چور کی سزا وہ میری بلکہ جو مرتد کی سزا وہ میری سزا! اور کہتے ہیں بخاری مَیں نے نہیں لکھی۔ عرض ہے کہ جو باتیں آپ بخاری کے نام سے بیان کر رہے ہیں وہ بخاری آپ ہی نے لکھی ہے کیونکہ جو بخاری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اس میں یہ کہیں نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور نا ہی بخاری نے یہ کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گستاخی کی ہے۔ انجینئر صاحب کے ریسرچ پیپر کی مکمل عبارت بغیر بریکٹوں کے درج ذیل ہے، ذرا دیکھیے کہاں عمر رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے؟

''صحیح بخاری کی حدیث میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اس حال میں کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے ان سے عرض کی: لوگوں کا معاملہ جو صورت اختیار کر گیا ہے، آپ بخوبی اس سے واقف ہیں، میرا تو کوئی دخل اس امر میں نہیں رہ گیا ام المومنین نے فرمایا تم

ابھی جاؤ کیونکہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے انتشار و افتراق پیدا ہوگا ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے باصرار انہیں بھیج کر ہی چھوڑا۔ چنانچہ سب لوگ متفرق ٹکریوں میں بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے وہاں خطبہ دیا اور کہا: جو کوئی اس امر میں بولنا چاہتا ہے، تو وہ ذرا سر اٹھا کے تو دکھائے، یقیناً ہم اس کے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ اس کے مستحق ہیں۔ راوی حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی نے بعد میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پھر آپ نے ان کو کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا تھا کہ اسی وقت اپنی گوٹھ کھولوں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دوں کہ اس امر کا تم سے بڑھ کر حقدار تو وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی مگر پھر میں ڈر گیا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ کہہ بیٹھوں کہ جس سے انتشار پھیلے اور خون ریزی ہو اور میری بات کا غلط مطلب ہی سمجھ لیا جائے، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ جنتی نعمتوں کو اپنے تصور میں یاد کیا راوی حدیث حبیب بن مسلمہ تابعی نے اس پر کہا: ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان بھی بچالی اور اپنی عزت کو بھی بچا لیا۔''

لہٰذا صحیح بخاری کی روایت میں نہیں آیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی بلکہ یہ آپ کی بریکٹوں میں ہی ملتا ہے۔ پھر جناب انجینئر صاحب کی ویڈیوز دیکھیں کہ خود بھی اس سلسلے میں تضاد کا شکار ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا تو کبھی کہتے ہیں اشارہ حضرت عمر یا علی رضی اللہ عنہما کی طرف تھا! تو اگر کسی صحیح روایت میں یہ صراحت موجود ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد کیا ہے، تو کیا اس شک کی گنجائش ہوتی؟

صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں میں سے کسی کی طرف اشارہ کیا ہی نہیں ہے، صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قِيلَ أَرَادَ عَلِيًّا وَعَرَّضَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَقِيلَ أَرَادَ عُمَرَ وَعَرَّضَ بِابْنِهِ عبد الله وَفِيه بعد لِأَنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ يُبَالِغُ فِي تَعْظِيمِ عُمَرَ۔

''کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد جناب علی رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف کنایہ کیا ہے، اور (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ ان کی مراد جناب عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کنایہ کیا ہے، مگر یہ بہت ہی بعید ہے کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرنے میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔''

(فتح الباری:7/404)

اگر دلائل کو دیکھا جائے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس سلسلے میں حق پر ہے اور بالکل درست ہے۔

جہاں تک معاملہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہے تو امام ''عبدالملک بن عبداللہ المعروف بإمام الحرمین'' (م 478ھ) عقائد پر مشتمل کتاب میں فرماتے ہیں:

وَمُعَاوِيَة وَإِن قَاتل عليا فَإِنَّهُ كَانَ لَا يُنكر إِمَامَته وَلَا يدعيها لنَفسِهِ وَإِنَّمَا كَانَ يطْلب قتلة عُثْمَان رَضِي الله عَنهُ۔

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ جناب علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، لیکن وہ کبھی بھی ان کی امامت کا انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اسے (خلافت کو) اپنے لیے طلب کرتے تھے، وہ تو محض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔''

(لمع الادلۃ فی قواعد عقائد اہل السنۃ والجماعۃ: 129)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ولم ينكر معاوية قط فضل علي واستحقاقه الخلافة۔

"اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے خلافت پر حق کا انکار نہیں کیا۔" (الفصل فی الملل والنحل: 4/124)

صحیح سند سے مروی ہے کہ جلیل القدر تابعی جناب ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أنت تنازع عليا! أم أنت مثله؟ فقال: لا والله إني لأعلم أن عليا أفضل مني وأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، وإنما أطلب بدمه، فأتوا عليا فقولوا له، فليدفع إلى قتلة عثمان وأسلم له- فأتوا عليا فكلموه بذلك، فلم يدفعهم إليه-

"آپ کا جو جناب علی رضی اللہ عنہ سے تنازع ہے، کیا آپ خود کو ان جیسا سمجھتے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم ایسا نہیں! بے شک میں جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کا بھی مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں، لیکن معاملہ یہ ہے کہ کیا تم جانتے نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ناحق شہید کر دیے گئے ہیں اور میں ان کا چچا زاد ہوں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہوں، تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ قاتلین عثمان میرے حوالے کر دیں، تو میں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں گا۔ پس لوگ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اس سلسلے میں بات کی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے قاتلین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے نہیں کیے۔"

(تاریخ ابن عساکر: 59/132، سیر اعلام النبلاء: 2/523)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: 13/86)

لیجیے جناب صاحب! آپ تو ایک غیر واضح روایت سے منفی تاثر دے کر اسے کڑوی گولی قرار دیتے ہیں تو ہم سے بھی ایک میٹھی گولی قبول کیجیے، اس میں تو سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ نے بالکل صراحت کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خود سے افضل بھی قرار دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ انہیں خود سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ کس قدر عاجزانہ اور واضح بیان ہے کہ جس سے رافضیوں کے (علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے) تمام تر وسوسوں کا رد ہوتا ہے۔ یہ کہتے ہیں معاویہ علی سے بغض رکھتے تھے، اہل بیت کے دشمن تھے، خلافت کے لالچی تھے، خلفاء کے گستاخ تھے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ خود آپ رضی اللہ عنہ کے وضاحتی بیان سے کیا خبر مل رہی ہے؟ یہ لوگ ان واضح روایات کو چھوڑ کر ایسی مجمل اور غیر واضح روایات پکڑتے ہیں کہ جنہیں یہ اپنا مفہوم و معنی پہنا کر صحابہ کے مابین پھوٹ، لڑائی جھگڑے اور نفرت و تعصب کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بہانہ کیا ہے جی؟ حق گوئی! بہر حال جب واضح دلیل آ گئی تو یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حقدار قرار دے کر آپ رضی اللہ عنہ کی توہین کی۔

اور رہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو انہیں مراد لینا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس پر بھی کوئی صریح دلیل موجود نہیں۔ دیکھیں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ باہمی اختلاف کے باوجود جناب علی رضی اللہ عنہ کو خود سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے جو کہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تو بالاولیٰ یہ گمان نہیں کر سکتے کہ میں ان سے زیادہ بہتر اور خلافت کا زیادہ حقدار ہوں جو کہ دوسرے خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہیں۔ یہ تو تھی ایک دلیل، اب اس سلسلے میں مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی بے حد تعظیم کرنے والے، ان کی پیروی کرنے والے اور ہر معاملے میں انہیں خود سے مقدم سمجھنے والے تھے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ الْيَحْصَبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، يَقُولُ: إِيَّاكُمْ، وَأَحَادِيثَ إِلَّا حَدِيثًا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ، فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يُخِيفُ النَّاسَ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

”عبداللہ بن عامر سے روایت ہے، آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں سنی گئی احادیث کے علاوہ احادیث سے پرہیز کرو (بہت زیادہ احتیاط کرو)، کیونکہ جناب عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو بہت زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرانے والے انسان تھے۔''

(صحیح مسلم:2389)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا نہایت سنگین جرم ہے، اور روایتِ حدیث نہایت احتیاط طلب معاملہ ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اسی احتیاط کی ترغیب دلا رہے ہیں کہ یوں ہی ہر سنی سنائی حدیث پر یقین کر کے آگے مت بیان کرو بلکہ سب سے زیادہ محتاط طریقہ تو یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیان ہونے والی احادیث کو لازم پکڑو، کیونکہ جناب عمر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بہت ہی سختی فرمایا کرتے اور اللہ کا خوف دلانے والے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گستاخ نہیں بلکہ ان کی عزت و تکریم کرنے والے شخص تھے اور وہ ان کی خلافت اور آپ کی مینجمنٹ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذات کو خود پر فوقیت دینے والے تھے۔

عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ۔

''سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی، اور اس وقت میری عمر بھی تریسٹھ برس ہو چکی ہے۔''

(صحیح مسلم:6099)

حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی اور اپنے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ کا دور بھی

پایا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بطور خاص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ذکر سے کیا مراد ہے؟ اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بڑی ہستیاں اور آئیڈیل ابوبکر وعمر تھے۔ اس روایت کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَيْ: وَأَنَا مُتَوَقِّعٌ أَنْ أَمُوتَ فِي هَذَا السِّنِّ مُوَافَقَةً لَهُمْ.........

''یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ: ''اور میں بھی ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین) کی موافقت میں اسی سال فوت ہونے کی توقع رکھتا ہوں۔'' (مرقاۃ المفاتیح: 5840)

تو جو مرنے میں بھی ان کی اتباع و پیروی کی نیت رکھتے ہیں وہ بھلا خود کو ان سے زیادہ خلافت کا حقدار کیسے سمجھ سکتے ہیں؟

عَنْ عَبَّادٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ حَاجًّا قَدِمْنَا مَعَهُ مَكَّةَ، قَالَ: فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ......... فَلَمَّا صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ نَهَضَ إِلَيْهِ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ فَقَالَا لَهُ: مَا عَابَ أَحَدٌ ابْنَ عَمِّكَ بِأَقْبَحِ مَا عِبْتَهُ بِهِ. فَقَالَ لَهُمَا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: فَقَالَا لَهُ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهُمَا: وَيْحَكُمَا، وَهَلْ كَانَ غَيْرُ مَا صَنَعْتُ؟ قَدْ صَلَّيْتُهُمَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.........

''عباد بن عبد اللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے آئے تو ہم ان کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ ظہر کی دو رکعات پڑھیں (کیونکہ اس موقع پر نماز قصر کر کے پڑھنا سنت ہے)۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت

پڑھائی تو مروان بن حکم اور عمرو بن عثمان جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: جو عیب آپ نے اپنے چچا زاد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے اتنا بُرا عیب اور کسی نے ان پر نہیں لگایا۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: کیا آپ جانتے نہیں کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں مکمل نماز ادا کی تھی؟ تو اس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم دونوں پر افسوس ہے! میں نے بھلا ایسا کیا کیا ہے؟ میں نے تو (اس موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں دو رکعات ہی پڑھیں ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی۔''

(مسند احمد: 16857)

اس کی سند حسن ہے، مسند احمد کی تخریج میں شیخ شعیب الأرنوط نے بھی اسے حسن قرار دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، ان کی پیروی کرنے والے اور ان کی سنتوں پر عمل کرنے والے تھے۔ لیکن آپ تو انہیں گستاخ ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لے لیتے تو کافی تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص طور پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ہی نام کیوں؟ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سنت پر صرف ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہی کو عمل کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ بالکل نہیں! اگرچہ اس سنت پر دیگر اصحاب کا عمل بھی رہا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا حوالہ دینا اصل میں ان کے عظیم اور کمال مرتبے اور اس فضیلت کا پرچار کرنا مقصود ہے جو اللہ نے آپ دونوں کو اس پوری امت پر بخشی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی انداز ہوا کرتا تھا کہ کوئی بھی معاملہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا حوالہ بھی دیا کرتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور

عمر رضی اللہ عنہما نماز کا آغاز ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ سے کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: 743)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما عید کی نماز خطبہ سے قبل ادا کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: 963)

حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما گوشت کھا کر نماز کے لیے دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔

(مسند احمد: 14299، ابن ماجہ: 489)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد نافذ کرتے وقت فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے، اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے لگائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگائے اور یہ سب عمل سنت ہیں۔ (صحیح مسلم: 4457)

ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل اور بہترین ہستیاں جناب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے اور اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح بخاری: 3655، سنن ابوداؤد 4628)

تو تمام صحابہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ بھی ان دیگر تمام صحابہ کی طرح خود سے اور تمام صحابہ سے ابو بکر و عمر کو مقدم سمجھتے تھے، اور یہ واضح ہے۔

عبداللہ بن ذکوان (ابوالزناد) سے روایت ہے:

أَنَّهُ أَخَذَ هَذِهِ الرِّسَالَةَ مِنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لِعَبْدِ اللهِ مُعَاوِيَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ اللهِ فَإِنِّي أَحْمَدُ

إِلَيْكَ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنْ مِيرَاثِ الْجَدِّ وَالْإِخْوَةِ وَإِنَّ الْكَلَالَةَ وَكَثِيرًا مِمَّا يُقْضَى بِهِ فِي هَذِهِ الْمَوَارِيثِ لَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا إِلَّا اللهُ وَقَدْ كُنَّا نَحْضُرُ مِنْ ذَلِكَ أُمُورًا عِنْدَ الْخُلَفَاءِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَعِينَا مِنْهَا مَا شِئْنَا أَنْ نَعِيَ فَنَحْنُ نُفْتِي بِهِ بَعْدُ مَنِ اسْتَفْتَانَا فِي الْمَوَارِيثِ۔

''کہ انہوں نے یہ خط خارجہ بن زید بن ثابت سے حاصل کیا (جس میں یہ لکھا تھا کہ): بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، یہ (خط) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے اللہ کے بندے اور امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔ اے امیر المؤمنین! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو، میں آپ کے سامنے اُس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد! آپ نے مجھے خط لکھے، جس میں آپ نے دادا، بھائیوں اور کلالہ کی وراثت کے بارے میں دریافت کیا ہے اور بھی دیگر بہت سے امور کے بارے میں سوال کیے ہیں، جن کے متعلق فیصلہ دیا جاتا ہے اور جن مسائل کا صحیح علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان جیسے امور کے فیصلوں کے وقت خلفائے راشدین کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے ہیں، لہٰذا ان میں سے جن مسائل کو ہم نے یاد رکھنا چاہا رکھ لیا، اب اگر ہم سے ان معاملات کے متعلق سوال کیا جائے تو ہم انہی کے مطابق فتویٰ دے دیتے ہیں۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی: 5/134)

اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد متکلم فیہ ہیں لیکن ان کی مدنی روایات حسن درجے کی ہوتی ہیں اور یہ روایت بھی مدنی ہے۔ (مقالات زبیر علی زئی: 4/374، 375 السلسلۃ الصحیحۃ: 1/900، 7/1015)۔ رکوع میں جاتے اور رکوع

سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے متعلق ایک روایت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور اس کی سند میں بھی یہی راوی ہے۔ (سنن ابوداؤد: 744، سنن ترمذی: 3423)، مرزا انجینئر صاحب اس روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں اور اسے صحیح کہتے ہیں۔

[ریسرچ پیپر: 8 ''مکمل نماز محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں'' ص۔ 1]

RAFA-ul-YADAIN say Motalliq FIRQAWARANA NAZRIYAAT ka TAHQEEQI Jaizah (8-ILMI Points) 1:32:32

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شیخین کی اقتدا اور پیروی کیا کرتے ان کی ہدایات اور تعلیمات کو لے کر چلتے، اور حکومتی معاملات میں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو اپنا راہبر مانتے تھے۔

مشہور تابعی امام محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَمِلَ مُعَاوِيَةُ بِسِيرَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سِنِينَ لَا يَخْرِمُ مِنْهَا شَيْئًا۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر سالہا سال عمل کیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نا کی۔''

(السنۃ للخلال: 683)

آخر انجینئر صاحب یہ تمام صحیح الاسناد روایات کیوں بیان نہیں کرتے؟ عوام کو صرف کڑوی گولیوں پر ہی کیوں رکھا گیا ہے؟ ہمیں بتائیں! اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو ان خلفاء سے افضل اور خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تو کیا حکومتی معاملات میں ان کے نقش قدم پر چلتے اور ان کی سیرت کو سامنے رکھتے؟ خود کو ان کی سنتوں اور مینجمنٹ کا محتاج سمجھتے؟ وہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا آئیڈیل سمجھتے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے اور انہیں اپنی ذات پر مقدم سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ان کی گستاخی کرنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا! لہٰذا اس سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بات دلائل کی روشنی

میں بالکل صحیح ہے کہ اس (بخاری کی زیرِ بحث) روایت میں جناب عمر مراد ہو ہی نہیں سکتے، یہ بہت بعید ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا صحیح بخاری کا نام لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب عمر رضی اللہ عنہ کا گستاخ کہنا سراسر باطل ہے، صحیح بخاری کی روایت میں ان کے مدعے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور ہمارا دعویٰ کسی کے قول کی بنیاد پر نہیں بلکہ دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ والحمد للہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے کی بھی قدر کرتے اور آپ کی فضیلت کا لحاظ رکھنے والے تھے جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے جیسے تھے:

عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: اعْتَمَرَ مُعَاوِيَةُ، فَدَخَلَ الْبَيْتَ، فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ وَجَلَسَ يَنْتَظِرُهُ حَتَّى جَاءَهُ، فَقَالَ: أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ دَخَلَ الْبَيْتَ؟ قَالَ: مَا كُنْتُ مَعَهُ، وَلَكِنِّي دَخَلْتُ بَعْدَ أَنْ أَرَادَ الْخُرُوجَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ: أَيْنَ صَلَّى؟ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ صَلَّى بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ۔ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَصَلَّى بَيْنَهُمَا۔

''سعید بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخل ہو گئے، پھر آپ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور بیٹھ کر ان کا انتظار کرتے رہے، جب وہ آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس جگہ پر نماز پڑھی تھی؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی اس وقت) میں آپ علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھا، جب میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نماز ادا کر کے) نکلنے والے تھے، پھر میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے

سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ؟ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ علیہ السلام نے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔"

(مسند احمد: 23909)

لیکن ان روایات کا بیان کرنا تو حق گوئی اور ان سب کا چھپانا کتمان حق نہیں اسی لیے تو ہمارے منصف مزاج جناب انجینئر صاحب یہ روایات بیان نہیں کرتے۔ ان روایات سے مرزا صاحب کے تمام تر اشکالات کا بطلان واضح ہوتا ہے جو آپ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو گستاخ صحابہ قرار دینے کے لیے پیدا کرتے ہیں۔

انجینئر صاحب صحیح بخاری کی اس (4108 نمبر) روایت کے حوالے سے یہ مغالطہ بھی دینے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ امام بخاری اس روایت کو غزوہ خندق کے باب میں لے کر آئے ہیں، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غزوہ خندق میں حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسلمان تھے، اور ان کے مخالف حضرت معاویہ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہما کافر تھے، اور اس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ہی تھا۔ حالانکہ یہ مرزا صاحب کی کھینچا تانی ہے، بھلا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غزوہ خندق میں مسلمان ہونے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کافر ہونے سے کیوں کر ثابت ہوتا ہے کہ یہاں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا؟ حالانکہ اس روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کو اس معاملے کا خود کو حاضرین مجلس میں سے سب سے زیادہ حقدار سمجھا (اور ان میں علی رضی اللہ عنہ کا ہونا ثابت نہیں) تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہنا چاہا کہ اس معاملے کے سب سے زیادہ حقدار وہ ہیں جنہوں نے آپ سے اسلام کی خاطر قتال کیا ہے، انجینئر صاحب کہتے ہیں: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ! تو صرف یہی چیز باب سے مناسبت

رکھتی ہے کہ خندق میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے اور سیدنا معاویہ و ابو سفیان رضی اللہ عنہما کفار کی طرف سے لڑے تھے، اب اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب یا ان کی طرف کنایہ کیا تھا؟

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی خاص فرد کی طرف کنایہ نہیں کیا بلکہ بلا تخصیص بات کی ہے کہ کون اس امر کی خواہش رکھتا ہے، اور ایسے شخص کے لیے آپ نے بطورِ مبالغہ یہ بات کہی۔ اور اس بات کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود کو حقدار سمجھتے ہیں، انجینئر صاحب نے صحیح بخاری کا نام لے کر یہ جھوٹ بولا ہے۔

''حُفِظتَ'' اور ''عُصِمتَ'' کی غلط تشریح:

مرزا صاحب ان الفاظ کا ترجمہ یوں کیا کرتے ہیں کہ حبیب بن مسلمہ نے کہا ''عبداللہ بن عمر نے خاموشی اختیار کر کے اپنی عزت بھی بچا لی اور اپنی جان بھی بچا لی''۔ اور پھر کہتے ہیں ''اب پتہ چلا کہ کیا ہوتا تھا زبان کھولنے میں؟''

یہ خواہ مخواہ بال کی کھال اتارنے والی بات ہے، ورنہ بات صرف اتنی سی ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں کہ اس بات کا امکان موجود تھا کہ میری بات کا کوئی اور مطلب سمجھ لیا جاتا، اور کسی قسم کی غلط فہمی کی بنیاد پر دونوں جماعتوں میں تفریق اور لڑائی بھی ہو سکتی تھی، تو اگر ایسا ہوتا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر بھی حرف آ سکتا تھا، صرف اسی بنا پر ہی جناب حبیب بن مسلمہ نے فرمایا کہ آپ اس مسئلے اور فتنے سے بچ گئے / بچا لیے گئے۔ انہوں نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں کہ جی آپ نے خاموشی اختیار کر کے اپنی جان بچا لی۔

امام یحییٰ بن ہبیرۃ رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''حفظت وعصمت'' يعني أن الله تعالى عصمه من الخطأ، وحفظه من قول يثير فتنة۔ ''رہا حُفِظتَ اور عُصِمتَ کا مطلب تو اس سے مراد

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاء سے پاک رکھا اور آپ ایسی بات کرنے سے بچ گئے کہ جس سے فتنہ ہو سکتا تھا۔" (الافصاح عن معانی الصحاح: 4/206)

یہ سب صرف انجینئر صاحب کے منہ کی باتیں ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کاٹ کھانے والی ملوکیت تھی، ان کے آگے بولنے والوں کا بہت برا انجام ہوتا تھا، ظلم ہوتے تھے، تلوار کے زور پر خاموش کروا دیا جاتا تھا، جبکہ یہ سو فیصد جھوٹ اور بے دلیل باتیں ہیں، اس کے رد میں کئی ایک مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن چونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں لہٰذا صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي قَبِيلٍ قَالَ: خَطَبَنَا مُعَاوِيَةُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَقَالَ: إِنَّمَا الْمَالُ مَالُنَا وَالْفَيْءُ فَيْئُنَا، مَنْ شِئْنَا أَعْطَيْنَا، وَمَنْ شِئْنَا مَنَعْنَا، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ أَحَدٌ. فَلَمَّا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الثَّانِيَةُ، قَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ أَحَدٌ، فَلَمَّا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الثَّالِثَةُ، قَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِمَّنْ شَهِدَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: كَلَّا، بَلِ الْمَالُ مَالُنَا وَالْفَيْءُ فَيْئُنَا، مَنْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَاكَمْنَاهُ بِأَسْيَافِنَا. فَلَمَّا صَلَّى أَمَرَ بِالرَّجُلِ، فَأُدْخِلَ عَلَيْهِ، فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى السَّرِيرِ، ثُمَّ أَذِنَ لِلنَّاسِ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي تَكَلَّمْتُ فِي أَوَّلِ جُمُعَةٍ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ، وَفِي الثَّانِيَةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ أَحْيَانِي هَذَا أَحْيَاهُ اللهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَيَأْتِي قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ فَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِمْ، يَتَقَاحَمُونَ فِي النَّارِ تَقَاحُمَ الْقِرَدَةِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَجْعَلَنِيَ اللهُ مِنْهُمْ، فَلَمَّا رَدَّ هَذَا عَلَيَّ أَحْيَانِي، أَحْيَاهُ اللهُ، وَرَجَوْتُ أَنْ لَا يَجْعَلَنِيَ اللهُ مِنْهُمْ۔

"ثقہ تابعی ابو قبیل سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا: (ایک مرتبہ) ہمیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کا خطبہ دیا اور (بطورِ امتحان) کہا: بے شک یہ مال ہمارا مال ہے اور یہ مالِ فے ہمارا مالِ فے ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نا دیں، تو کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کا رد نہیں کیا۔ پھر اگلے جمعہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی بات کو دہرایا لیکن اس مرتبہ بھی کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کا رد نا کیا۔ پھر جب تیسرا جمعہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی بات دہرائی، مسجد میں موجود ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ہر گز نہیں! بلکہ یہ مال ہمارا مال ہے اور یہ مالِ فے بھی ہمارا مال ہے، اور جو ہمارے اور اس کے درمیان رکاوٹ بنا تو ہم اپنی تلواروں کے ذریعے اسے حاصل کریں گے۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نماز ادا کر چکے تو ایک آدمی کو حکم دیا (کہ اس شخص کو میرے پاس لایا جائے) تو اس آدمی کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس چار پائی پر بٹھا لیا پھر دوسرے لوگوں کو بھی اندر آنے کی اجازت دی گئی، پھر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے پہلے جمعہ جو گفتگو کی تو کسی نے میری بات کا رد نہیں کیا اور دوسری مرتبہ بھی کسی نے میری تردید نہیں کی لیکن تیسری مرتبہ اس شخص نے مجھے زندہ کیا اللہ اسے زندہ کرے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب ایسے لوگ آئیں گے وہ گفتگو کریں گے لیکن ان کی (غلط باتوں کی) تردید نہیں کی جائے گی، وہ جہنم میں بندروں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چھلانگیں لگائیں گے''۔ تو میں ڈر گیا کہ کہیں اللہ مجھے ان میں سے نا بنا دے، لیکن اس آدمی نے میری بات کو مسترد کر کے مجھے زندگی دی اللہ اسے زندہ رکھے، اور اب مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے ان (بد بخت) لوگوں میں شمار نہیں کرے گا۔''

(مسند ابی یعلیٰ: 7382)

اس روایت کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن (تاریخ الاسلام للذہبی: 4/314، الصحیحۃ: 4/398)، اور شیخ حسین سلیم اسد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند ابی یعلیٰ کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے۔

لیں جی! جو تاثر یہ مجمل روایات کی بنا پر دیتے ہیں حقیقت اس کے سو فیصد برعکس ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو یہ خواہش کیا کرتے تھے کہ اگر میں کوئی غلط بات کروں تو اسے مسترد کیا جائے، اور آزادی رائے کا پورا حق دیا گیا تھا۔

کیا شوریٰ کمیٹی بناتے وقت جناب علی رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے لیا گیا تھا؟

اب ایک نظر مرزا صاحب کی اس ڈاکٹرائن پر بھی ڈال لیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب شوریٰ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے لیا۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ اس بنیاد پر مرزا صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا کہ یہ اصل میں انہوں نے بدلہ اتارا کہ آپ چھ بندوں کا نام لے کر گئے ہیں اور علی کا نام سب سے پہلے! یعنی مرزا صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ عمر نے میرا نام نہیں لیا، اور اگر نہیں لیا تو جو لیے بھی ان میں سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا۔ تو اس سے یہ تاثر دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی کینہ اور بغض تھا۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ کا پلندہ بلکہ انجینئر صاحب کی جہالت ہے۔

یہی حدیث ''طبقات الکبریٰ'' میں صحیح سند کے ساتھ ناموں کی اس ترتیب کے ساتھ ہے: وَإِنَّمَا الْأَمْرُ إِلَى سِتَّةٍ، إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالزُّبَيْرِ وَطَلْحَةَ وَسَعْدٍ۔ کہ ''خلافت کا معاملہ ان چھ اشخاص میں سے طے پائے: عبد الرحمٰن بن عوف، عثمان، علی، زبیر، طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہم'' اس روایت کے آخر میں ہے:

قَالَ سَالِمٌ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ: أَبَدَأَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ قَبْلَ عَلِيٍّ قَالَ: نَعَمْ وَاللهِ۔

''راوی حدیث سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے لیا تھا؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہاں!''

(الطبقات الکبریٰ: 3/344)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس پہ تبصرہ فرماتے ہیں:

وَقع عِنْد بن سَعْد مِن رِوَايَة بن عُمَرَ أَنَّهُ ذَكَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَفِيهِ قُلْتُ لِسَالِمٍ أَبَدَأَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَبْلَهُمَا قَالَ نَعَمْ فَدَلَّ هَذَا عَلَى أَنَّ الرُّوَاةَ تَصَرَّفُوا لِأَنَّ الْوَاوَ لَا تُرَتِّبُ۔

''ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے نام اس ترتیب سے ذکر کیے: عبدالرحمن بن عوف، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔ اور اُس روایت میں ہے کہ (راوی حدیث نے کہا) میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا نام لیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ہاں! تو یہ دلالت کرتا ہے کہ (یہاں صحیح بخاری کی روایت میں) راویوں میں سے کسی نے ترتیب بدل دی ہے، کیوں کہ ''واؤ'' ترتیب کے لیے نہیں ہوتی۔'' (فتح الباری: 7/67)

تو جب ناموں کی یہ صحیح بخاری والی ترتیب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ہے ہی نہیں، تو مرزا صاحب نے اس بنیاد پر جو جھوٹ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟ مرزا صاحب صحیح بخاری کا نام لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جھوٹ پھیلاتے ہیں، اور ایسا تاثر دیتے ہیں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذاتی طور پر دشمن تھے۔ نعوذ باللہ

اس روایت کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب المرگ والے کلام سے جوڑنا:

صحیح بخاری کی اسی 4108 نمبر حدیث کے ساتھ مرزا صاحب صحیح مسلم کی یہ حدیث اپنے گندے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے جوڑا کرتے ہیں:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَذَكَرَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلَاثَ نَقَرَاتٍ، وَإِنِّي لَا أُرَاهُ إِلَّا حُضُورَ أَجَلِي، وَإِنَّ أَقْوَامًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ، وَإِنَّ اللهَ لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ، وَلَا خِلَافَتَهُ، وَلَا الَّذِي بَعَثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ، فَالْخِلَافَةُ شُورَى بَيْنَ هَؤُلَاءِ السِّتَّةِ، الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، وَإِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا يَطْعَنُونَ فِي هَذَا الْأَمْرِ، أَنَا ضَرَبْتُهُمْ بِيَدِي هَذِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَأُولَئِكَ أَعْدَاءُ اللهِ، الْكَفَرَةُ الضُّلَّالُ..............

''معدان بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، اور کہا: میں نے (خواب) دیکھا ہے کہ جیسے ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں۔ اور میں اس کی تعبیر یہی سمجھتا ہوں کہ میرا وقت آ چکا ہے۔ اور کچھ لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع نہیں ہونے دے گا، نہ اسکے خلافتی نظام کو اور نہ اس چیز کو کہ جس کے ساتھ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اگر مجھے موت آ جائے تو خلافت کا معاملہ ان چھ حضرات کے باہمی مشورے سے طے پائے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے

وقت راضی تھے۔ اور میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ اس معاملے میں طعن کریں گے، میں نے انہیں اسلام کی خاطر اپنے ہاتھوں سے مارا ہے۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو وہ اللہ کے دشمن، کافر اور گمراہ ہیں!" (صحیح مسلم: 567)

اور وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کون تھے، اس کے لیے مرزا صاحب صحیح بخاری کی حدیث نمبر: 3700 بیان کیا کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی میں حیاء نہ رہے تو پھر وہ جو چاہے کرے۔ (صحیح بخاری: 6120)

اور مرزا صاحب اسی بے حیائی کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اس سے مرزا صاحب کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خلافت کے معاملے میں طعن کرنے والوں کی پہلے سے خبر دی تھی، اور انہیں اللہ کے دشمن اور گمراہ قرار دیا، اور فرمایا کہ میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے مارا بھی ہے۔ اور یہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملے میں طعن کر رہے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور ابن عمر نے اس کے جواب میں جو فرمایا کہ اس خلافت کا آپ سے زیادہ حقدار وہ ہے کہ جس نے آپ سے اسلام کی خاطر قتال کیا ہے، تو یہ ان دو باتوں کو ملاتے ہیں۔

ہم پیچھے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی طعن اور گستاخی نہیں کی بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما کی حکومتیں کیسی تھیں یہ بھی واضح کر دیا گیا۔ اور رہا جناب عمر کے نام سے دھوکا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیں خود بتا کر گئے ہیں کہ جن کافروں، اللہ کے دشمنوں اور خلافت کے معاملے میں طعن کرنے والوں کے متعلق میں یہ بات کر رہا ہوں ان میں معاویہ رضی اللہ عنہ بالکل بھی نہیں ہیں!

وہ کس طرح؟ بتایئے کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر نہیں بنایا تھا؟ تو کیا آپ نے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کسی کافر اور اللہ کے دشمن کو اپنی خلافت راشدہ میں گورنر لگا رکھا تھا؟ اور جو کل کو خلافت میں طعن کرنے والا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنے بڑے عہدے پر فائز کر دینا ہی آپ رضی اللہ عنہ کی توثیق اور آپکے اس حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تمام تر اعتراضات بلکہ بکواسات کا جواب ہے۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ يَسْتَعْمِلُهُ عَلَى مَكَّةَ فَقَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلَى أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ ابْنَ أَبْزَى قَالَ وَمَنِ ابْنُ أَبْزَى قَالَ مَوْلًى مِنْ مَوَالِينَا قَالَ فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ إِنَّهُ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ قَالَ عُمَرُ أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ۔

''عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ جناب نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ مقام عسفان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ کا گورنر بنا رکھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اہل وادی، یعنی مکہ کے لوگوں پر (بطور نائب) کسے مقرر کیا ہے؟ نافع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابن ابزیٰ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ ابن ابزیٰ کون ہے؟ کہنے لگے: ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ اس پر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایک غلام کو اپنا جانشین بنا آئے؟ تو جناب نافع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا قاری ہے اور احکام و مسائل کو خوب جانتا ہے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور اسی کے ذریعے لوگوں کو پست کرتا ہے۔'' (یعنی جو اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں)۔'' (صحیح مسلم: 1897)

گورنر تو دور گورنر کے جان نشین کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کا رویہ کیا ہے؟ کیا وہ غلام کافر تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو معیوب جانا؟ نہیں! وہ سمجھتے تھے کہ اس قدر اہم اور بڑے عہدے کا ذمہ دار ایک غلام کو لگا آئے ہو جو اس کا اہل نہیں! وہ تو جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ کوئی عام غلام نہیں بلکہ اللہ کے دین کا علم رکھنے والا ہے تو پھر کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن ہوئے۔ تو جسے گورنر خود عمر رضی اللہ عنہ لگائیں اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے بڑے عہدے پر ایک ایسے انسان کو فائز کیا ہوا تھا جو آپ کے نزدیک کل کو خلافت میں طعن کرنے والا ہے، ان کے نزدیک جو کافر اور اللہ کا دشمن ہے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)؟ اس سے یہ تو معلوم ہوا ہی کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے اس قریب المرگ والے قول کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر فٹ کرنا بلکہ ایسا سوچنا بھی سو نہیں ہزار فیصد غلط ہے اور یہ طمانچہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی رافضیت کے منہ پر مار کر گئے ہیں ہمیں تو کوئی رد کرنے یا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دین دار، سمجھدار، معتبر، صاحب علم وفراست، اور اسلامی اقتدار کے بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت رکھنے والے انسان تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

وَقَالَ خَلِيفَةُ: ثُمَّ جَمَعَ عُمَرُ الشَّامَ كُلَّهَا لِمُعَاوِيَةَ، وَأَقَرَّهُ عُثْمَانُ. قُلْتُ: حَسْبُكَ بِمَنْ يُؤَمِّرُهُ عُمَرُ......

"امام خلیفہ بن خیاط رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سارے کا سارا شام جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جمع کر دیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسے برقرار رکھا۔"

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ: "تمہارے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توثیق کے) لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انہیں اقتدار پر فائز کرنا ہی کافی ہے۔" (سیر اعلام النبلاء: 3/132)

لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی بھی حق پر مبنی ہے پھر آپ کی مراد کون لوگ

ہیں؟ تو وہ ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں کھلم کھلے نظر آتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب اپنے روحانی رشتہ داروں کو بچاتے ہوئے ہمیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ روحانی رشتہ دار اس طرح کہ وہ بھی حضرت عثمان کی خلافت پر طعن کرتے تھے اور آج انجینئر صاحب بھی، اور یہ ان باغیوں کی حمایت بھی کرتے ہیں، اس سب کی تفصیل اور دلائل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر مرزا صاحب کے اعتراضات کے باب میں ان شاء اللہ آرہے ہیں۔ یہاں صرف اشارہ کرتے چلیں کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عثمان کی شہادت اور آپ کی خلافت پر طعن کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں:

وجملة الأمر أن قومًا من أهل مصر وغيرهم غلب عليهم الجهل، والهوى، والتعصب، فنقموا عليه أمورًا أكثرها كذب، وسائرها له فيها أوجه من المعاذير، وليس فيها شيء يوجب خلعه، ولا قتله، فتحزَّبوا، واجتمعوا بالمدينة، وحاصروه في داره۔

”اجمالی بات یہ ہے کہ مصر اور دیگر علاقوں کے کچھ لوگ جن پر جہالت، خواہش پرستی اور تعصب غالب آ گیا تھا، انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے/ الزامات لگائے جن میں سے اکثر تو جھوٹے تھے، اور باقی باتوں میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس واضح عذر موجود تھے۔ ان میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو آپ رضی اللہ عنہ کو معزول یا قتل کیے جانے کا جواز فراہم کرتی۔ تو انہوں نے جماعت بنالی، مدینہ میں جمع ہوئے، اور جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔“

(المفہم:6/226)

لہٰذا یہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل اور باغی تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں

طعن کرتے اور سیدنا عمر کی مراد یہی لوگ ہیں۔

اصل گستاخ مرزا صاحب خود ہیں نا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ:

انجینئر صاحب کبھی کسی صحابی پر اعتراض کرتے ہیں، کبھی کسی پر فتویٰ تو کبھی کسی پر تنقید، اور گستاخ گستاخ کی تو انہوں نے رٹ لگا رکھی ہوتی ہے۔ یہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا جھوٹا الزام لگایا، لیکن درحقیقت سب سے بڑے گستاخ یہ خود ہیں، ان کی بدزبانیاں اور گستاخیاں تو ایک الگ مضمون ہے، چونکہ یہاں بات خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور خلافت راشدہ کی توہین کی ہو رہی ہے تو اسی مناسبت سے صرف ایک نمونہ پیش کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک ویڈیو میں ان سے سوال کیا گیا:

''کیا کسی بھی انصاری صحابی کو خلافت راشدہ میں کوئی بڑا عہدہ ملا تھا؟''

جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''ہاں جی! حضرت علی کی خلافت میں، سر!!! یہی تو فرق ہے! بخاری مسلم میں حدیث ہے: اے انصار! میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو اس طرح اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرے ہیں، میرے بعد تم پر دوسرے لوگوں پر ترجیح دی جائے گی، صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آ کے ملنا! (پھر انجینئر صاحب کہتے ہیں:) حوض کوثر پر کیا ملنا ہے؟ وہاں مٹھائی ملے گی؟ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي، ان پر پھٹکار ہو جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا (یہ ہونا ہے وہاں پر)''۔

ilm o tahqeeqi majlis no. 28 - 3:49:12

یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ: قیامت کے دن میرے بعض صحابہ کو میرے سامنے پیش کیا جائے گا.......... تو میں کہوں گا کہ انہیں مجھ سے دور کر دو جنہوں نے میرے بعد دین بدل دیا! (صحیح بخاری: 6526،7051)۔ اب یہ حدیث یہاں بیان کرنے کا کیا مقصد ہے؟ انصار کی مذمت میں بیان کی گئی یا ان کے حق میں؟ جی ان کے

حق میں! اور یہ کن کے خلاف پیش کی گئی؟ جنہوں نے انصار پر دوسروں کو ترجیح دی، ان کو محروم رکھا! کس خلافت راشدہ میں انصار کو حق ملا؟ جی علی رضی اللہ عنہ کے دور میں۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ''یہی تو فرق ہے'' دلالت کرتا ہے کہ پچھلے ادوار کے متعلق نفی کی گئی ہے، یعنی ان پر ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں دوسروں کو ترجیح دی گئی اور انہیں حق نہیں دیا گیا۔ اب یہ حدیث کس پر فٹ کی گئی ہے؟ سوال تو خلافت راشدہ کا ہوا تھا، اور وہ ہے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا دور۔

یاد رہے یہ حدیث رافضی حضرات خصوصی طور پر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فٹ کیا کرتے ہیں کہ یہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں دور کرو، انہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔ خود مرزا صاحب کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اس حدیث کو رافضی خلفائے راشدین پر فِٹ کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے بیان کر رکھا ہے (مسئلہ 157 پارٹ B، دورانیہ- 26:12)۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رافضیوں کی ہمنوائی میں انجینئر صاحب نے بھی یہ حدیث دبے لفظوں میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہی پر فِٹ کی ہے، نعوذ باللہ من ذلک!

مرزا صاحب کی یہ سوال وجواب والی ویڈیو 10 محرم الحرام کی خصوصی نشت پر ''محرم وکربلا'' کے ٹائٹل اور نسبت سے نشر کی گئی تھی، ذہن پر زور ڈالیں! بھلا کچھ یاد آتا ہے؟

اور خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تو بات ہی نا کریں، ان کے متعلق مرزا صاحب کے محبت بھرے جملوں پر ان شاء اللہ پورا ایک باب قائم کیا جائے گا۔

زیر بحث روایت (صحیح بخاری: 4108) کے حوالے سے یہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی۔ تو جاتے جاتے ایک اور تحفہ لیتے چلیں! مرزا صاحب حج تمتع پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''صحیح حدیث ہے جامع ترمذی میں 824 نمبر، اہل شام میں سے حضرت معاویہ کے دور میں آ کے ایک بندہ عبداللہ ابن عمر سے پوچھتا ہے، -- اور بڑا

کوئی میرے نال دا ہوشیار جیا بندا ہی لگدا سی- اس نے کہا: اچھا یہ بتائیں کہ حج تمتع جائز ہے یا ناجائز؟ تو سیدنا ابن عمر نے کہا: جائز کیا یہ تو سنت ہے! نبی علیہ السلام حکم دیتے تھے۔ اس نے کہا اچھا ہون آئے او نا قابو!- یہ بریکٹ میں ہے- اس نے کہا آپ کے ابا جی تو حج تمتع پہ پوری زندگی پابندی لگاتے رہے ہیں! تو ان (سائل) کا یہ خیال تھا کہ اب یہ back foot پہ بھی نہیں جا سکتے، اور آئیں بائیں شائیں کریں گے۔ تو عبداللہ بن عمر نے وہ جواب دیا جو انجینئر صاحب دیتے ہیں.........."

ilmi o tahqeeqi majlis no. 15 - 1:18:33

سنن ترمذی کا حوالہ ہمارے ہوشیار صاحب نے دے رکھا ہے، اب اٹھائیے سنن ترمذی کہاں لکھا ہے کہ اس شخص نے یہ کہا ہو کہ اب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئیں بائیں شائیں کریں گے؟ یا اس کا ایسا کوئی تاثر ہی ہو جس سے ایسی کوئی بات کہی جا سکے؟ یہ مرزا صاحب کا اپنا مخصوص انداز اور گستاخانہ زبان ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ لگتا ہے وہ سوال کرنے والا کوئی میرے جیسا ہی ہوشیار آدمی تھا، اور پھر بعد میں اس کا نام لے کر ایسے الفاظ کہہ دیے کہ واقعی کوئی بے چارا سمجھنے لگے کہ ہاں بھئی آدمی تو کوئی انجینئر جیسا ہی با اخلاق تھا۔ بہر حال یہ "آئیں بائیں شائیں" جیسے الفاظ چاہے بریکٹ میں بولے جائیں یا بریکٹ کے بغیر بولے جائیں، کسی صحابی کے لیے ان کا استعمال سراسر گستاخی ہے، بلکہ کیا ایسے الفاظ انجینئر صاحب اپنے والد گرامی کے متعلق ادا کر سکتے ہیں؟

لہٰذا انجینئر صاحب اور ان کے اندھے مقلدین سے عرض ہے کہ صحابہ پر کیچڑ اچھالنا چھوڑ دو اور اپنے گریبانوں میں جھانکو اور پہلے اپنے اندر کا گند صاف کرو۔ آسمان پر تھوکا اپنے منہ پر ہی آتا ہے!

صحابہ آسمان ہیں اور تم لوگ کیا ہو یہ بتانے کے لائق نہیں ہے۔

کیا امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ ناحق قتل کرنے اور لوگوں کا مال لوٹنے کا حکم دیتے تھے؟

مرزا صاحب کے اشکالات میں سے ایک بڑا اشکال یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ظالمانہ اور کاٹ کھانے والی ملوکیت تھی، اس کے لیے آپ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے کچھ تو صحیح سند سے ثابت ہی نہیں، اور کچھ ایسے ہیں کہ جن میں مرزا صاحب کے مدعے کے مطابق کوئی صراحت موجود ہی نہیں ہوتی بلکہ آپ اپنی طرف سے ضربیں تقسیمیں لگا کر ان میں رنگ بھرتے ہیں، اور بعض دلائل ایسے ہیں جو خود دلیل کے محتاج ہیں۔ اور زیرِ بحث روایت بھی اسی تیسری قسم میں سے ایک ہے کہ عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں:

هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلاَ تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ۔

یہ آپ کے چچا زاد بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ناحق ایک دوسرے کا مال کھائیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں، جبکہ اللہ فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ، الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور نا ہی ایک دوسرے کو قتل کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے ہی رحم کرنے والا ہے''۔ پھر وہ (عبداللہ بن عمرو بن عاص) تھوڑی دیر خاموش رہے، اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت

میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے معاملے) میں ان کی نافرمانی کرو۔'' (صحیح مسلم:4776)

Masalah 101-[1:06:00]
Reseach paper 5b ,page :14

ان کی یہ بات بلا دلیل ہے یعنی انہوں نے ایسا کوئی واقعہ بیان ہی نہیں کیا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسے ناحق قتل کروایا یا کسی کا ناحق مال چھینا، کہ جس سے فیصلہ کیا جا سکے کہ وہ جسے ناحق کہہ رہے ہیں وہ ناحق ہے بھی یا انہیں فہم میں غلطی لگی ہے، اور یہاں دوسری بات ہی درست ہے کہ انہیں غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو۔ اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ ان کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور کبار تابعین کی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں صحیح اسانید کے ساتھ موجود ہیں۔ لہٰذا صرف ایک شخص کے قول ہی پر اعتماد کر کے باقی سب سے آنکھیں چرا لینا کوئی انصاف نہیں، نا ہی یہ کسی علمی کتابی کا طرزِ عمل ہے، تفصیلات اور دلائل پیش کرنے سے پہلے اس حوالے سے مرزا صاحب کا اندازِ تحقیق اور انکا منصفانہ طرزِ عمل بھی ملاحظہ فرما لیں تا کہ ہمارا مدعا سمجھنے میں آسانی ہو سکے، تو انجینئر صاحب اپنی ایک ویڈیو میں بیان کرتے ہیں:

''اور ضروری بھی نہیں ہوتا کسی کی جرح آپ مان بھی لیں مثلاً امام مالک نے کہا کہ محمد بن اسحاق جو ہے دجال ہے، ہم محمد بن اسحاق کو اپنا امام مانتے ہیں امام مالک کی بات کو ردی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں، کیوں کہ 50 محدثین نے اس کی توثیق کی ہے، امام مالک جو ہے ان کو غلطی لگ گئی ہے، ٹھیک ہے۔ اب اتنا بڑا امام ہے وہ دجال ایک راوی کو کہہ رہا ہے اور محدث اس سے حدیثیں لے رہے ہیں۔ تو اگر امام مالک کو غلطی لگ سکتی ہے کہ جسے وہ دجال کہہ رہے ہیں ہمارا وہ امام ہے، تو باقی تو شے ای کوئی نئی۔''

تو دجال قرار دیا جانا بڑی جرح ہے یا ظالم؟ مرزا صاحب! امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو دجال کے ساتھ ساتھ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) بھی کہہ رکھا ہے، اور یہی قول امام ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے، جن کا شمار بھی تابعین میں ہوتا ہے! لیکن کس بنا پر؟ جب ہم اس تفصیل کو پڑھیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ان ائمہ کو اس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ لیکن یہاں اس بحث کا محل نہیں، تفصیلات کے لیے دیکھیے استاد محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب: (توضیح الکلام: ص 223 تا 226)

مرزا صاحب کے اصول صرف اور صرف بیان کرنے کی حد تک ہیں، وہ کہتے ہیں نا "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"۔ اب یہاں اصول پسندی اور انصاف کا ایسا بھوت سوار تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی کی بات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا، حالانکہ یہی بات تمیز کے دائرے میں رہ کر بھی ہو سکتی تھی۔ بہر حال جب ایک راوی کے متعلق آپ اس قدر منصف اور اصول پسند ہیں تو ایک صحابی رسول کے لیے کیوں نہیں؟ کہ صحابہ کرام اور دیگر تابعین کی آراء پر بھی نظر دوڑائی جائے تا کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ عبدالرحمٰن بن عبد رب کعبہ کو غلطی لگی ہے یا کوئی اور معاملہ ہے۔

آپ محمد بن اسحاق کے متعلق محدثین کی توثیق پیش کر رہے ہیں جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی حکومت کی توثیق تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما رکھی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً......

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس امت کا پہلا حصہ نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہوگی اس کے بعد رحمت والی بادشاہت ہوگی............"

(المعجم الکبیر:11/88)

اس کی سند حسن ہے، نیز اسے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح (الصحیحۃ: 3270) اور علامہ غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔(دفاع صحابہ:504)

مرزا صاحب خود ہی خلافت اور ملوکیت کی تقسیم اور ان کی مدت کا درس دیتے رہتے ہیں کہ خلافت راشدہ تیس سال ہے اور وہ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور جناب حسن رضی اللہ عنہم کا مبارک دور ہے، اس کے بعد بادشاہت ہے، اور یہ سیدنا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ مبارک ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بادشاہت کو کونسی بادشاہت قرار دے رہے ہیں؟ اب جس دورِ حکومت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''رحمت'' کا دور کہیں، اس میں لوگوں کے ناحق قتل ہوں گے؟ اور ناحق مال لوٹے جائیں گے؟ اس واضح حدیث کے بعد جناب عبدالرحمٰن بن عبد رب کعبہ کے بیان کی تاویل کی جائے گی یا حدیث مبارکہ کی؟ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اسکے خلاف ہے اور پھر بات بھی کسی عام شخص پر نہیں بلکہ ایک صحابی رسول پر کی جا رہی ہے، اور مدعا بھی بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے ہے تو اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ ہم کہیں گے کہ انہیں فہم کی غلطی لگی ہے۔ نا جانے انہوں نے کس قتل کو قتل ناحق سمجھ لیا ہے جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا کوئی واقعہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کا قتل ناحق کیا گیا یا اس کا ناحق طریقہ سے مال چھینا گیا ہو۔ صحیح مسلم کی اس (زیرِ بحث) روایت کے متعلق امام ابو العباس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وما ذكره عبد الرحمن عن معاوية إغياءٌ في الكلام على حسب ظنه وتأويله، وإلا فمعاوية لم يعرف من حاله ولا من سيرته شيء مما قاله له۔

''اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو جناب عبدالرحمٰن نے بیان کیا وہ تو صرف ان کے گمان اور تاویل کی حد تک ہے، ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور

ان کی سیرت سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا۔"

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: 4/53)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

......وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔

"اور میرے صحابہ میری امت کے لیے باعثِ امن ہیں، پس جب میرے صحابہ رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔" (صحیح مسلم: 2531)

تو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں، اور حدیث پاک کے مطابق تمام صحابہ امت کے لیے امن کا باعث ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ لہٰذا اول الذکر حدیث اور اس حدیث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے بعید ہے کہ وہ ناحق قتل کرنے یا لوگوں کے مال لوٹنے کا حکم دیں، اور یہ کہ عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبنی بر خطا ہے، کیونکہ یہ احادیث کے خلاف ہے۔

اس بات کو مزید تقویت صحابہ کرام اور کبار تابعین کے اقوال سے بھی ملتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ......

"میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو حکومت کا حقدار نہیں پایا۔"

(الامالی فی آثار الصحابۃ لعبد الرزاق: 97، السنۃ للخلال: 677)

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا (فضائل صحابہ: 129)، اور مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی صحیح کہا ہے۔

(دفاع صحابہ: 503)

یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے شرعی احکامات کے عین مطابق ہونے پر ایک واضح دلیل ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو صرف حکومت کا زیادہ حقدار ایسا شخص ہی ہوسکتا ہے جو نیک، شریعت کا پابند اور نہایت عادل ہو۔ تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے بعد کیسے ممکن ہے کہ ایسی حکومت میں لوگوں کے ناحق قتل کیے جائیں اور مال ہتھیائے جائیں؟ سیدنا ابن عباس کی توثیق تو اس بات کی نفی کرتی ہے!

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما رأيت أحدا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب يعني معاوية۔

''میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/161)

شیخ غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے اسکی سند کو حسن کہا (دفاع صحابہ: 504)

اس کے ایک راوی بکر بن سہل ہیں جو کہ امام ابوالقاسم الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں متوسط راوی قرار دیا (المغنی: 978)، اور انہیں ''الامام، المحدث'' جیسے القابات سے یاد کیا۔ (سیر اعلام النبلاء: 13/425)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق (ابن مندہ) بکر بن سہل کے طریق سے مروی ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں: هذا إسناد صحيح عند الجماعة ولم يخرجه مسلم ولا علة له۔

''یہ سند محدثین کی جماعت کے نزدیک صحیح ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔''

(الایمان لابن مندہ: 1/538)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں: "رواته ثقات" (موافقۃ الخبر: 1/315)، اور ایک سند کے متعلق فرماتے ہیں: "إسناده صحيح إلى الزهري" (اتحاف المہرۃ: 4/411)۔ اور ان میں بکر بن سہل راوی موجود ہے۔

علامہ ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ بکر کے متعلق فرماتے ہیں: "امام مشہور"۔ (غایۃ النہایۃ: 1/178)

امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کی ایک روایت جو کہ بکر بن سہل کے طریق سے مروی ہے کے متعلق فرمایا: "رجالہ ثقات" (مجمع الزوائد: 3916، المعجم الکبیر للطبرانی: 12/254) طبرانی کی ایک دوسری روایت کے متعلق بھی یہی فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، اور اس میں بھی امام طبرانی کے استاد بکر بن سہل ہیں (مجمع الزوائد: 8616، المعجم الکبیر للطبرانی: 19/438)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا۔ (مستدرک للحاکم: 1471، 1637، 2237، 7279، 8776، 8785، الأحادیث المختارۃ: 5/304، 8/147)

امام عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ نے بکر بن سہل کی حدیث کے متعلق فرمایا: "لا بأس به" (الترغیب والترکیب: 1465، المعجم الاوسط للطبرانی: 3249)۔

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے حسن الحدیث اور ثقہ عند الجمہور بتاتے ہیں: (فضائل درود وسلام: 22)

بکر بن سہل کے بارے میں مسلمہ بن قاسم کی جرح مردود ہے، وہ خود ایک مجروح شخصیت ہے۔ (میزان الاعتدال: 1/112، لسان المیزان: 6/35)

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح اگر "بسند صحیح" ثابت بھی ہو جائے تو جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے، اور پھر دوسری طرف جمہور اس راوی کی توثیق بھی کر رہے ہیں لہٰذا یہ راوی حسن الحدیث ہے!

اب بتلایئے ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جو سب سے زیادہ حق کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہوں کیا ایسے شخص کے متعلق خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگوں کے ناحق قتل کرنے اور مال لوٹنے کا حکم دیتا ہوگا؟ ہرگز نہیں! پھر ہمارے حق گو صاحب صحابہ کے یہ اقوال کیوں کبھی بیان نہیں کرتے؟

جناب عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدِمَ وَافِدًا عَلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ دَعَاهُ فَأَخْلَاهُ، فَقَالَ: يَا مِسْوَرُ، مَا فَعَلَ طَعْنُكَ عَلَى الأَئِمَّةِ؟ فَقَالَ الْمِسْوَرُ: دَعْنَا مِنْ هَذَا وَأَحْسِنْ فِيمَا قَدِمْنَا لَهُ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا، وَاللَّهِ لَتُكَلِّمَنَّ بِذَاتِ نَفْسِكَ، وَالَّذِي تَعِيبُ عَلَيَّ۔

قَالَ الْمِسْوَرُ: فَلَمْ أَتْرُكْ شَيْئًا أَعِيبُهُ عَلَيْهِ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَهُ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا بَرِيءَ مِنَ الذَّنْبِ. فَهَلْ تَعُدُّ يَا مِسْوَرُ مَا نَلِي مِنَ الإِصْلَاحِ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا؟ أَمْ تَعُدُّ الذُّنُوبَ وَتَتْرُكُ الْحَسَنَاتِ؟ قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا، وَاللَّهِ مَا نَذْكُرُ إِلَّا مَا تَرَى مِنْ هَذِهِ الذُّنُوبِ۔

قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَإِنَّا نَعْتَرِفُ لِلَّهِ بِكُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْنَاهُ فَهَلْ لَكَ يَا مِسْوَرُ ذُنُوبٌ فِي خَاصَّتِكَ تَخْشَى أَنْ تُهْلِكَكَ إِنْ لَمْ يَغْفِرْهَا اللَّهُ؟ قَالَ مِسْوَرٌ: نَعَمْ۔

قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا يَجْعَلُكَ أَحَقَّ أَنْ تَرْجُو الْمَغْفِرَةَ مِنِّي؟ فَوَاللَّهِ لَمَا أَلِي مِنَ الإِصْلَاحِ أَكْثَرُ مِمَّا تَلِي، وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا أُخَيَّرُ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ إِلَّا اخْتَرْتُ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى مَا سِوَاهُ، وَإِنَّا عَلَى دِينٍ يَقْبَلُ اللَّهُ فِيهِ الْعَمَلَ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالْحَسَنَاتِ،

وَيُجْزِى فِيهِ بِالذُّنُوبِ، إِلا أَنْ يَعْفُوَ عَمَّنْ يَشَاءُ، فَأَنَا أَحْتَسِبُ كُلَّ حَسَنَةٍ عَمِلْتُهَا بِأَضْعَافِهَا، وَأُوَازِى أُمُورًا عِظَامًا لا أُحْصِيهَا وَلا تُحْصِيهَا مِنْ عَمَلٍ لِلَّهِ فِي إِقَامَةِ صَلَوَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالأُمُورِ الَّتِي لَسْتَ تُحْصِيهَا وَإِنْ عَدَدْتُهَا لَكَ فَتَفَكَّرْ فِي ذَلِكَ۔

قَالَ الْمِسْوَرُ: فَعَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ خَصَمَنِي حِينَ ذَكَرَ لِي مَا ذَكَرَ. قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمْ يَسْمَعِ الْمِسْوَرُ بَعْدَ ذَلِكَ يَذْكُرُ مُعَاوِيَةَ إِلا صَلَّى عَلَيْهِ۔

’’سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ وہ ایک وفد کی صورت میں جناب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے میری ضرورت پوری کر دی، پھر مجھے علیحدگی میں بلا کر کہنے لگے: مسور! حکمرانوں پر طعن کرنے کے متعلق کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا: اس بات کو چھوڑیں، اور ہمارے موجودہ طرز عمل کی بنا پر ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم، آپ کو ان معاملات پر بولنا ہوگا کہ جس کی بنیاد پر آپ مجھ پر عیب لگاتے ہیں، جناب مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے اصرار پر میں نے وہ تمام عیوب ان کے سامنے گنوا دیے جو میں ان پر لگایا کرتا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گناہ سے تو کوئی بھی بری نہیں ہے مگر کیا آپ میرے وہ اصلاحی اقدامات بھی گنوا سکتے ہیں جو میں نے عوام الناس کے لیے سر انجام دیے ہیں؟ اس لیے کہ نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے، یا پھر آپ میرے گناہ ہی گنتے رہیں گے؟ اور نیکیوں کو چھوڑ دیں گے؟ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہم انہی گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں آپ

بھی جانتے ہی ہیں۔اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے سامنے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کرتے ہیں مگر کیا آپ سے ایسے گناہ سرزد نہیں ہوئے کہ اگر اللہ نے وہ گناہ معاف نہ کیے تو وہ آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے؟ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو آپ کس بنیاد پر خود کو مجھ سے زیادہ مغفرت کا امیدوار سمجھتے ہیں؟ اللہ کی قسم میں آپ سے بڑھ کر اصلاح کی کوشش میں رہتا ہوں، اللہ کی قسم! میں اللہ اور غیر اللہ کے درمیان صرف اللہ تعالیٰ کو ہی چنتا ہوں، اور میں اس دین پر ہوں جس میں اللہ تعالیٰ عمل کو قبول کرتا ہے، نیکی کا بدلہ دیتا ہے اور گناہوں کی سزا دیتا ہے مگر جسے چاہے اسے معاف بھی فرما دیتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہر نیکی کا بدلہ کئی گنا دے گا، اور میں ایسے بڑے بڑے امور سر انجام دے رہا ہوں جنہیں نہ تو آپ شمار کر سکتے ہیں اور نہ ہی میں، میں نے اقامت صلاۃ کا نظام، جہاد فی سبیل اللہ، اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کا نفاذ کر رکھا ہے، اور علاوہ ازیں متعدد امور ہیں کہ جن کا آپ شمار بھی نہیں کر سکتے، تو آپ اس بارے میں غور وفکر کریں۔

تو جناب مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے تو اس کے ذریعے وہ مجھ پر غالب ہو گئے ہیں۔ (اس کے راوی) عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے جب بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یاد کیا تو ان کے لیے سلامتی کی دعا ہی فرمائی۔"

(تاریخ بغداد: 1/ 576، 577)

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا (فضائل صحابہ: 128)، مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر حفظہ اللہ نے بھی صحیح کہا (دفاع صحابہ: 523)۔

غور کیجیے صحابی رسول سیدنا مسور رضی اللہ عنہ کے اعتراضات کی نوعیت کیا تھی؟ کہ ایسی خامیاں جو بشری تقاضوں کی بنا پر کسی بھی انسان میں پائی جاتی ہیں اور کوئی بھی ان سے پاک نہیں۔ تو اگر کوئی ایسی بات ہوتی جو عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ بیان کر رہے ہیں تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان پر حضرت مسور رضی اللہ عنہ کو ضرور بالضرور یہ اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ: جناب! لوگوں کا ناحق مال لوٹنا اور ناحق قتل کرنا کونسے بشری تقاضوں پر مبنی ہے، کیا یہ ایسی غلطیاں ہیں جو کسی انسان سے یوں ہی بتقاضائے بشریت صادر ہو جاتی ہیں؟ اور پھر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان، کہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو نافذ کرنے میں کوشاں ہوں'' پر جناب مسور رضی اللہ عنہ کے سکوت کا کیا مطلب ہے؟ اگر ان کی سیرت اور حکومت میں ایسی کوئی بھی چیز پائی جاتی جو آپ اچھال رہے ہیں تو اس پر انہیں یہ کہنا چاہیے تھا یا نہیں کہ اللہ تو لوگوں کے ناحق قتل اور مال لوٹنے کو حرام قرار دیتا ہے تو آپ کون سے احکام نافذ فرما رہے ہیں؟ لیکن حضرت مسور رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی بھی اعتراض نا کرنے کی بجائے سکوت اختیار کرنا اور ہمیشہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعاؤں میں یاد رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں کبھی ایسا کوئی واقعہ رونما ہوا ہی نہیں، بلکہ یہ عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ کو کسی معاملے کے سمجھنے میں ہی غلطی لگی ہے۔

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا باہمی اصلاح اور شرعی احکامات نافذ کرنے کا دعویٰ بھی اس بات کی نفی کرتا ہے، بھلا جو ممکنہ حد تک اصلاح کی کوشش کرتا ہو اور شریعت کے مطابق حکومت چلانے کی بھرپور کوشش کرتا ہو تو کیا ایسا شخص قتل ناحق اور مال غصب کرنے کا حکم دے گا؟ اور دونوں میں سے کونسی بات معتبر ہوگی جو خبر خود کوئی اپنے متعلق دے یا وہ جو کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دے؟

اس روایت سے مرزا صاحب کے ایک بہت بڑے دھوکے اور جھوٹ کی حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جبریہ اور ظالمانہ تھی، اور کلمہ حق کہنے

والے یا آپ پر اعتراض کرنے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوتا اور تلوار کے زور پر ان کی آواز کو دبا دیا جاتا۔ جبکہ یہاں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مزاج اور رویہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ تو اپنی اصلاح کے لیے اپنے عیوب جاننے کی کوشش کرتے اور کسی مخالفت کرنے والے کے ساتھ کوئی برا سلوک نا کرتے بلکہ وہ تو ایسے لوگوں کو بھی بھرپور نوازتے تھے اور محروم کرنے کی بجائے انہیں عطا کرتے۔

اب اس بات کا فیصلہ معترضین ہی فرمائیں کہ عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ کو غلطی لگی ہے یا صحابہ کرام کو؟ اور یہاں کس کی گواہی معتبر مانی جائے گی؟

چلیں اس سوال کا جواب بھی انجینئر صاحب سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ آپ یزید کے کردار پر بات کرتے ہوئے اکثر محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول یہ قول کہ انہوں نے یزید کو سنت کا بڑا پابند قرار دیا ہے کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ''یہ روایت بھی آدھی پیش کرتے ہیں، اس مکمل روایت میں تو یہ ہے کہ عبداللہ بن مطیع صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ یزید کے یہ یہ فالٹ ہیں! شرابی، کبابی اور بے نمازی وغیرہ وغیرہ۔'' پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن مطیع جو ہیں وہ ہیں صحابی اور محمد بن حنفیہ ہیں تابعی، تو جب صحابی اور تابعی کا ٹکراؤ ہو تو کس کی بات مانی جاتی ہے؟ اہل سنت کا تو یہ متفقہ اصول ہے! (کہ تابعی کے مقابلے صحابی کی بات معتبر ہوگی)۔''

157 b Mas'alah Part 2 - 30:00

مگر ہمیشہ کی طرح یہاں بھی مرزا صاحب اپنی اصول شکنی اور دوغلی پالیسی پر قائم ہیں، کیونکہ جو بات ایک تابعی (اپنی غلط فہمی) کی بنیاد پر کر رہا ہے صحابہ کے اقوال تو اسکی نفی کرتے ہیں، تو اصولاً مرزا صاحب کو صحابہ کی بات نشر کرنی چاہیے اور اسی کو معتبر قرار دینا چاہیے مگر یہاں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

تنبیہ: حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ میں موجود حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے ایک تبصرے کی بنیاد پر انجینئر صاحب کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ قرار دینا بھی غلط ہے، کیوں کہ اول تو

ان کا تبصرہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے ہی نہیں اور پھر وہ روایت بھی ضعیف ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا: (الصحیحۃ: 821/1)۔ اس حوالے سے تفصیلات اپنے مقام پر (جلد دوم میں) آرہی ہیں۔ ان شاء اللہ

دیگر تابعین سے اس کے خلاف جو اقوال منقول ہیں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عَمِلَ مُعَاوِيَةُ بِسِيرَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سِنِينَ لَا يَخْرِمُ مِنْهَا شَيْئًا۔

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر سالہا سال عمل کیا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نا کی۔''

(السنۃ للخلال: 683)

اس کی سند بھی صحیح ہے، علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر حفظہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دفاع صحابہ: 500) تو کیا انجینئر صاحب کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں کہیں قتلِ نا حق اور لوگوں کا ناحق طریقے سے مال لوٹنے کا کوئی سراغ ملا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کی سیرت پر کاربند صحابی رسول جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سید التابعین بالشام'' کے لقب سے یاد کیا ہے (تاریخ الاسلام: 292/5) کی رائے:

......ثُمَّ قَامَ الْمُنَادِي فَنَادَى أَيْنَ أَبُو مُسلم الْخَوْلَانِيّ فَقَامَ فَحَمِدَ الله وَأَثْنى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أما بعد فَلَا وَالله مَا أبغضناك مُنْذُ أَحْبَبْنَاك وَلَا عَصينَاكَ مُنْذُ أطعناكَ وَلَا فارقناك مُنْذُ جامعناك وَلَا نكثنا بيعتنا مُنْذُ بايعناك سُيُوفنَا على عواتقنا إِن أمرتنا أطعناك وَإِن دَعوتنَا أجبناك وَإِن سبقتنا أدركناك، وَإِن سبقناك نظرناك......

”پھر منادی کھڑا ہوا اور اس نے آواز لگائی کہ ابو مسلم خولانی کہاں ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا: اللہ کی قسم ہم نے جب سے آپ سے محبت کی ہے تو آپ سے بغض نہیں رکھا، جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی، جب سے آپ کے ساتھ جڑے ہیں جدا نہیں ہوئے، جب سے آپ کی بیعت کی ہے تو بیعت نہیں توڑی، ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں، اگر آپ ہمیں کوئی حکم کریں گے تو ہم حکم بجالائیں گے، اور اگر آپ ہمیں بلائیں گے تو ہم لبیک کہیں گے، اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے آئیں گے، اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے۔“

(مسائل امام احمد روایۃ ابی الفضل صالح:2/330، تاریخ دمشق:12/224)

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا۔

(دفاع صحابہ:501)

اس قدر جامع اور خوبصورت قول کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے حکومتی امور کے متعلق جناب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ نظر روشن دن کی طرح واضح ہوجاتا ہے، وہ تو کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ سے نا کبھی ناراض ہوئے اور نا ہی آپ کی نافرمانی کی ہے! تو اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ قتل ناحق اور لوگوں کے ناحق مال لوٹنے کا کام دیتے تھے تو کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے تابعی کا یہی طرز عمل ہوتا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کام میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوتے یا خوش؟ اور ان کی نافرمانی کرتے یا اطاعت؟ بے شک آپ ناراض ہی ہوتے اور نافرمانی ہی کرتے، مگر وہ تو فرما رہے ہیں ہم ہمیشہ آپ سے محبت کرتے رہے ہیں اور کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی، لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی ایسا ویسا حکم دیا ہی نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کے پیش کردہ قول سے سید التابعین کی شہادت

ہر لحاظ سے مقدم بھی ہے، معتبر بھی اور وزنی بھی۔ کیوں کہ سیدنا جناب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک طویل عرصہ رہے ہیں، جبکہ عبد الرحمٰن بن عبد رب کعبہ کوفی ہیں، اور اس بات کا کوئی سراغ نہیں کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کب ملے اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کون سا قتل ناحق کرنے اور مال لوٹنے کا حکم دیا، لہٰذا غیر شاھد پر شاھد کی بات مقدم ہوتی ہے۔ اور حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بغیر دلیل کے ایک بات کر رہے ہیں، لہٰذا بے دلیل بات کسی معتبر شہادت پر مقدم بالکل نہیں ہوا کرتی۔ اور علم و مرتبے کے لحاظ سے بھی سیدنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جناب عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے کئی گنا بڑے ہیں، آپ تو تابعین کے سردار ہیں اور بہت سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملاقات وسماع ثابت ہے، جبکہ عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایسے نہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے صرف حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی سے حدیث سنی ہے، یا بعض نے زیادہ سے زیادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی نام لیا ہے۔

اور اب مرزا صاحب کا اصول کہاں گیا کہ کسی ایک کے قول پر اعتماد کرنا درست نہیں بلکہ دیگر شہادتوں کو بھی پرکھا جاتا ہے، لیکن یہاں تو آپ ایک بے بنیاد اور بلا دلیل قول کی آڑ میں باقی تمام اقوال اور آراء کو سرے سے نظر انداز کر رہے ہیں، آخر کیوں؟ اب سنیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے متعلق اجماع کیا کہتا ہے:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَفْضَلُ مُلُوكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ............وَكَانَ فِي مُلْكِهِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالْحُلْمِ وَنَفْعِ الْمُسْلِمِينَ مَا يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ خَيْرًا مِنْ مُلْكِ غَيْرِهِ۔

''اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے افضل بادشاہ ہیں............اور آپ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت جس قدر رحمت اور

حلم والی اور مسلمانوں کے لیے فائدہ کا باعث تھی کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بادشاہت باقی تمام سے بہتر تھی۔"

(مجموع الفتاویٰ: 4/478)

جبکہ اس امت میں کئی عادل حکمران بھی گزرے ہیں، تو جب بالاجماع سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت سب سے افضل ترین بادشاہت ہے تو کیا اس بادشاہت میں لوگوں کے ناحق قتل کرنے اور مالوں کو لوٹنے کا حکم دیا جاتا ہوگا؟ ایک طرف تمام علماء کا اجماع ہے تو دوسری طرف تنہا عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ! مرزا صاحب ہی کے اصول کے مطابق فیصلہ کیجیے کہ کسے ترجیح حاصل ہوگی؟ 50 محدثین سے نہیں تمام ائمہ اہلسنت کی توثیق آرہی ہے!

اگر سیدنا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور طرزِ حکومت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ عوام الناس کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے، آپ اپنی رعایا کا خیال رکھتے اور ان کے لیے نہایت فکر مند تھے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

اسْتَقْبَلَ وَاللهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا۔ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ، وَكَانَ وَاللهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ: أَيْ عَمْرُو، إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ؟ مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ؟ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ ......؟

"جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسا لشکر لے کر پہنچے، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو نیست و نابود کیے بغیر واپس نہیں جانے والا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا "اور اللہ کی قسم، وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے۔" کہ اے عمرو رضی اللہ عنہ! اگر

ان دونوں لشکروں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا تو میرے لیے لوگوں کے امور کی ذمہ داری کون لے گا، لوگوں کی عورتوں کے بارے میں اور ان کے بچوں اور بوڑھوں (کی دیکھ بال اور حفاظت) کے بارے میں کون میرا معاون بنے گا؟''

(صحیح بخاری:2704)

یہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلاف کا ذکر ہے، مگر اسی روایت میں ہے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق دونوں عظیم گروہوں میں صلح ہو گئی تھی، بہر حال غور طلب بات یہاں یہ ہے کہ جنگ کا نام سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلا خیال آیا تو آخر کیا آیا؟ تو جو عوام الناس کی جان و مال کا اس قدر محافظ اور فکر مند ہو ایسا شخص لوگوں کے ناحق قتل اور ان کے مال کو لوٹنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

......وَدَلَالَةٌ عَلَى رَأْفَةِ مُعَاوِيَةَ بِالرَّعِيَّةِ وَشَفَقَتُهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقُوَّةِ نَظَرِهِ فِي تَدْبِيرِ الْمُلْكِ وَنَظَرِهِ فِي الْعَوَاقِبِ۔

''اور یہ روایت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کا بہت خیال رکھنے والے، مسلمانوں پر انتہائی شفیق، اور حکومتی معاملات میں بڑی گہری نظر رکھنے والے، اور تمام امور کے نتائج پر نگاہ رکھنے والے تھے۔'' (فتح الباری:13/66،67)

اور حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ

وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللّٰهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ". قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ۔

''میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملنے گیا، تو انہوں نے کہا: اے ابوفلاں! کیا خوب آئے ہو! - اور یہ جملہ (ما انعمنا بك) عرب لوگ (استقبال و خوش آمدید کے طور پر) بولتے ہیں- میں نے کہا کہ ایک حدیث ہے جو آپ کو سنانے کے لیے آیا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا والی اور ذمہ دار بنایا ہو، اور وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے نا ملے (اور ان کے لیے اپنے دروازے بند کر لے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حجاب فرما لے گا، جب کہ وہ ضرورت مند، محتاج اور فقیر ہو گا''۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات کی دیکھ بھال کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔''

(سنن ابوداود: 2948)

ابواسحاق السبیعی سے روایت ہے کہ:

كَانَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي بَعْثٍ بِإِرْمِينِيَةَ، قَالَ: فَأَصَابَتْهُمْ مَخْمَصَةٌ أَوْ مَجَاعَةٌ، قَالَ: فَكَتَبَ جَرِيرٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ لَمْ يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ". قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَأَقْفَلَهُمْ وَمَتَّعَهُمْ۔

''سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آرمینیہ کے لشکر میں شامل تھے، جب اہل لشکر

پر قحط سالی آ گئی تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ عزوجل اس پر رحم نہیں کرتا''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب جریر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، وہ آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (بذاتِ خود) یہ حدیث سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لشکری ساز وسامان اور ضرورت کی اشیاء سے نوازا۔

(مسند احمد: 19194)

تو ان تمام روایات کو سامنے رکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا جو اپنی رعایا کا اتنا خیال رکھتا ہو وہ ان کا ناحق خون بہا سکتا ہے؟ اور ان کے مال لوٹنے کا حکم دے سکتا ہے؟ بھلا صحابہ کے دشمنوں کو یہ چیزیں نظر کیوں نہیں آتیں؟ ان کے لیے تو آپ اندھے بہرے اور گونگے ہو جاتے ہیں، اور منفی پہلو کو اُچھال اُچھال کر پیش کرتے ہیں، اس طرزِ عمل سے محض صحابہ پر تنقید کرنا ہی مقصود ہو سکتا ہے، حق گوئی تو بس ایک فراڈ ہے۔

انجینئر صاحب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف قیام کے متعلق بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''او بھائی نواسہ رسول ہو گا تو دل میں برا جانے گا؟ جو ایمان کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہوں گے، جن کے genes میں prophet کے genes شامل ہوں گے جن کا خون prophet کا خون ہو گا وہ کیسے کر سکتے ہیں کمپرومائز؟ وہ تو سامنے آئیں گے! اور پھر سیدنا حسین کا منصب ایک عام عالم کا نہیں تھا، نواسہ رسول تھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب قرآن پاک کی میں ایک آیت پڑھتا ہوں یہ ہمارے چودہ طبق روشن کر دے گی، سورۃ المائدہ کی 63 نمبر آیت، اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے بزرگوں کو ان

کے جو بڑے بڑے لاٹ پادری تھے ان کے مولوی، ان کو address
کیا ہے: ﴿ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ کیوں نہیں روکا ان کے بزرگوں نے ربانی اللہ والے بنتے پھرتے ہیں! کیوں نہیں روکا ان کے ربانی اللہ والے لوگوں نے، اور ان کے مولویوں نے ان کو گناہ کی بات کرنے سے اور ان کو حرام خوریاں کرنے سے ان کے مولویوں ان کے بزرگوں نے کیوں نہیں روکا؟ کتنے برے کرتوت وہ کیا کرتے تھے! مولوی کمپرومائز کرتے رہے، کتنا بڑا طعنہ اللہ نے یہود (کو دیا)، او بھائی! جو یہود و نصاری کو طعنہ مل رہا ہے ہمیں بھی ملے گا؟ (کیا) سیدنا حسین کو نہیں پوچھا جانا تھا قیامت والے دن کہ تم تو نواسۂ رسول تھے، تمہارے سامنے شریعت محمدیہ ﷺ کی دھجیاں بکھیری جا رہی تھیں تم نے یہ کیوں نہیں روکا؟ بالکل پوچھا جانا تھا اور انہوں نے الحمد للہ اپنا حق ادا کیا ہے، انہوں نے یہ کر کے ہمیں تو اصلاح تک پہنچایا اپنی آخرت بھی بچالی ہے۔"

61- Mas'alah, HUSAINIAT our Yazeediat ka TAHQEEQI Jaizah - 47:39

اس سے مرزا صاحب کی مراد یہ ہے کہ یزید کی طرف سے اسلام اور اسلامی ریاست کا جو نقصان ہو رہا تھا، ناحق قتل و غارت ہو رہی تھی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اس کے خلاف قیام حق اور واجب تھا، اور انہوں نے ظلم کے خلاف کھڑے ہو کر اپنا حق ادا کر دیا تھا۔ تو ہماری گزارش ہے کہ مرزا صاحب کی بیان کردہ آیت اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کار کردگی سامنے رکھیں، اور اسی سے اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں کوئی ناجائز قتل کیا گیا یا آپ رضی اللہ عنہ نے ناحق قتل کرنے اور لوگوں کے ناحق مال لوٹنے کا حکم دیا ہوتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے تھی یا نہیں؟ بیعت توڑنی چاہیے تھی یا قائم رکھنی چاہیے تھی؟ ان کے خلاف

خروج کرنا چاہیے تھا یا بقول مرزا صاحب کے اللہ نے یہود و نصاریٰ کے علماء اور بزرگوں کو جو طعنہ دیا کہ............ اس طعنے کا مخاطب بننا چاہیے تھا؟ (نعوذ باللہ!) بلکہ مرزا صاحب کے مطابق جو نواسۂ رسول ہوگا وہ دل میں برا جانے گا؟ جو ایمان کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہوں گے، جن کے جینز میں prophet کے جینز شامل ہوں گے، جن کا خون prophet کا خون ہوگا وہ کیسے کر سکتے ہیں کمپرومائز؟ وہ تو سامنے آئیں گے! اور پھر سیدنا حسین کا منصب ایک عام عالم کا نہیں تھا، نواسۂ رسول تھے ﷺ! تو جنابِ مَن جس دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرما کر خلافت و اقتدار ان کے حوالے کیا، اس دن سے لے کر آخری سانس تک بیعت توڑنا یا خروج کرنا تو دور کی بات سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے ایک کلمہ بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کہنا ثابت نہیں، تو اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ایسا کوئی واقعہ رونما ہوا تھا تو ان ہستیوں نے آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ مخالفت کیوں نہ کی؟ بیعت کیوں نہ توڑی؟ لہٰذا یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ایسا کوئی ناجائز کام سرزد ہوا ہی نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو یہ اعتراض اٹھانے والے سب سے پہلے صحابہ کرام ہی ہوتے مگر کسی صحابی سے بھی ایسا کچھ منقول نہیں جو عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ فرما رہے ہیں، بلکہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر حسن و حسین سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہونا ان کی بیان کردہ خبر کی تردید کرتا ہے۔

اور رہا جناب حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا گیا خط جو کہ مرزا صاحب تاریخ ابن کثیر کے حوالے سے پیش کرتے ہیں، تو جس دن وہ کسی صحیح سند کے ساتھ پیش کیا جائے گا تو اس پر بھی بات کرلیں گے، کیونکہ فی الحال تو ہم آپ سے یہی سنتے آئے ہیں کہ تاریخ کوڑ کباڑ ہے، اور آپ کا مقدمہ بخاری و مسلم اور صحیح الاسناد پر کھڑا ہے۔

بہر حال محدثین میں سے بھی کسی نے عبدالرحمٰن بن عبد رب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو قبول نہیں کیا ہے، اور نا ہی کسی نے آپ کی موافقت کی ہے بلکہ ائمہ اس کی نفی اور

تردید ہی کرتے ہیں۔

امام ابو العباس قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھا:

وما ذكره عبد الرحمٰن عن معاوية إغياءٌ في الكلام على حسب ظنه وتأويله، وإلا فمعاوية لم يعرف من حاله ولا من سيرته شيء مما قاله له۔

''اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو جناب عبدالرحمٰن نے بیان کیا وہ تو صرف ان کے گمان اور تاویل کی حد تک ہے، ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی سیرت سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا۔'' (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم:4/53)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأجمعت الرَّعَايَا عَلَى بَيْعَتِهِ فِي سَنَةِ إِحْدَى وَأَرْبَعِينَ كَمَا قَدَّمْنَا، فَلَمْ يَزَلْ مُسْتَقِلًّا بِالْأَمْرِ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ إِلَى هَذِهِ السَّنَةِ الَّتِي كَانَتْ فِيهَا وَفَاتُهُ، وَالْجِهَادُ فِي بِلَادِ الْعَدُوِّ قَائِمٌ، وَكَلِمَةُ اللَّهِ عَالِيَةٌ۔ وَالْغَنَائِمُ تَرِدُ إِلَيْهِ مِنْ أَطْرَافِ الْأَرْضِ، وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فِي رَاحَةٍ وَعَدْلٍ، وَصَفْحٍ وَعَفْوٍ۔

''تمام رعایا 41ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہوئی، پھر اپنی وفات (60ھ) تک آپ رضی اللہ عنہ ہی حکمران رہے، (آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں) دشمنانِ اسلام کے علاقوں میں جہاد جاری رہا، اور اللہ کا کلمہ بلند تھا، اطراف زمین سے مال غنیمت آ رہا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمان رعایا کو راحت وعدل مہیا تھا اور ان سے عفو درگزر کے ساتھ پیش آیا جاتا۔''
(البدایۃ والنہایۃ:8/119)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

فَلَمْ يَكُنْ مِنْ مُلُوكِ الْمُسْلِمِينَ مَلِكٌ خَيْرٌ مِنْ مُعَاوِيَةَ.......

''مسلمانوں کے بادشاہوں میں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔''

(منہاج السنۃ:6/232)

امام ابن ابی العز حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وأول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين۔

''مسلمانوں کے پہلے بادشاہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ ایک اچھے بادشاہ تھے۔'' (شرح العقیدۃ الطحاویۃ :2/722)

اور رہا جناب عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ کرنا، تو یہ بعض اوقات فہم کے اختلاف کی وجہ سے ہو جاتا ہے کہ ہم کسی معاملے کو ایک طرح سے دیکھ رہے ہوں مگر تصویر کا دوسرا رخ ہم پر مخفی ہو، عام انسان تو دور کسی نبی سے بھی اس کا امکان ہے، سورہ کہف میں موجود وہ واقعہ معروف ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملے تو ان سے عرض کی کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ خیر اس سفر میں جہاں کئی واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا اور اسے قتلِ ناحق جانا، قرآن کے الفاظ ہیں: ﴿فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا﴾ ''پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ انہوں نے ایک لڑکے کو پایا تو اس (خضر علیہ السلام) نے اسے قتل کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض قتل کر دیا؟ بیشک آپ نے تو بہت برا عمل کیا'' (الکھف:74) جبکہ حضرت خضر علیہ السلام نے بعد میں اس کی وضاحت فرمائی اور بیان کیا کہ یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

یہاں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور قتل کا مشاہدہ بھی خود فرما رہے ہیں پھر بھی وہ اسے قتل ناحق سمجھ رہے ہیں، تو عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ تو نا ہی نبی ہیں اور نا ہی صحابی، تو کیا ان سے کسی چیز کے سمجھنے میں خطا نہیں ہو سکتی؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک قتل کو قتلِ ناحق سمجھ رہے ہوں مگر حقیقت میں ایسا ہو ہی نا؟ لہٰذا بغیر کسی صریح دلیل کے ایسی باتوں کو اچھال کر کسی کو بھی مطعون کرنا جائز نہیں۔

آپ دیکھیں! کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے درمیان تنازعہ ہو گیا اور عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو ظالم، جھوٹا، غدار اور خائن تک کہہ دیا۔ (صحیح بخاری: 7305، صحیح مسلم: 1757)۔ اب کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ آنکھیں بند کر کے بس ان کلمات کی رٹ لگانا شروع کر دے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مطعون کرے؟ بلکہ ہم کہیں گے کہ یہ ان کا باہمی اختلاف تھا اور ضرور عباس رضی اللہ عنہ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر صحابہ میں ایک بہت بڑا اختلاف واقع ہوا، ایسا فتنہ تھا کہ ہر فریق خود کو حق پر اور مخالف کو ظالم سمجھ رہا تھا، جنگ جمل کے موقع پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا تو آج ظالم مارا جائے گا یا مظلوم، اور مجھے لگتا ہے کہ میں ناحق قتل کر دیا جاؤں گا۔ (صحیح بخاری: 3129)، اور مخالف کون ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ! اور وہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو ظالم سمجھ رہے تھے حالانکہ یہ جناب زبیر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی۔ تو کیا ہم بغیر پس منظر دیکھے، فریقین کے بیانات اور آراء کو سمجھے بغیر بس ظالم ظالم کی رٹ لگائیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ بلکہ جب تمام تفصیلات کو دیکھا جائے گا تو یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا اور جناب علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اور اسی معرکہ میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جب علی رضی اللہ عنہ سے ملا تو کہا: آپ نے میرے والد کو قتل کیا اور میرا مال غصب کیا (ناحق طریقہ سے چھینا) ہے۔ (الطبقات الکبری: 3/225، المستدرک للحاکم: 3348) وہی خبر جو عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ سے مل رہی ہے کیا یہ بیانات اسی نوعیت کے نہیں؟ کیا ان روایات کو بھی

حق گوئی کے نام پر اچھال کر جناب علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اشکالات پیدا کیے جاتے ہیں؟

بہر کیف ہماری ان گزارشات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کسی بھی مدعی کی بات کو لے کر بغیر اس معاملے کی حقیقت، تفصیلات اور پس منظر کو جانے مدعا علیہ کے خلاف ایک حتمی اسٹیٹمنٹ نہیں دے دینی چاہیے۔ اور یہاں عبدالرحمٰن کے دعوے پر کوئی دلیل، تفصیل یا کوئی ایک بھی واقعہ کا حوالہ موجود نہیں ہے۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بھی ان کے بیان کی تردید کرتی ہے۔ اور ایک عمومی حدیث بھی ہے جو کہ انجینئر صاحب کے ریسرچ پیپر میں پہلی حدیث ہے کہ: ''میرے صحابہ امت کے لیے باعث امن ہیں۔'' (صحیح مسلم: 6466) پھر صحابہ کرام اور دیگر تابعین کے بیانات بھی اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اور ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی رعایا پر نہایت شفیق اور مہربان تھے، ان کی جان و مال اور عزت و عصمت کی حفاظت کرنے والے اور ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھنے والے تھے۔

ہم مرزا صاحب کے تمام اصولوں کے مطابق آپ کے اس اعتراض کا جواب دے چکے ہیں، اور آپ مرزا صاحب کے اصولوں کی بے اصولی بھی دیکھ رہے ہیں کہ ایک جگہ جو اصول بناتے ہیں کسی دوسری جگہ خود ہی اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں، اور اس جگہ تو آپ نے اصول شکنی کا اعلیٰ ریکارڈ لگا رکھا ہے، اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو چھری پھیر رکھی ہے، اور اگر آپ میں حق گوئی کی اتنی ہی تڑپ ہوتی تو آپ مثبت پہلو بھی بیان کریں نہ۔ انجینئر صاحب یہ سب بیان کر کے ہم پر طعن کرتے ہیں کہ ہم حق چھپاتے ہیں حالانکہ آپ اس حق کی حقیقت تو جان ہی چکے ہیں مگر کیا خود انجینئر صاحب اس حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو احادیث میں آیا ہے، اور صحابہ و تابعین کے اقوال جو ہم پیش کرتے ہیں میں سے کچھ بھی بیان کرتے ہیں؟ کبھی بھی نہیں! تو پھر اصل حق چھپانے والا کون ہے؟

عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کو صحابہ و دیگر تابعین کے اقوال

کے خلاف پیش کرنا تو اپنی جگہ، لیکن ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ آپ اس بے دلیل قول کی بنیاد پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد شدہ صحیح حدیث (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے حق میں دعا) کو جھٹلاتے اور اس کا انکار کیا کرتے ہیں جو کہ فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں ذکر کی گئی کہ ''اے اللہ معاویہ کو ہدایت والا بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما'' (سنن ترمذی:3842) اس حدیث کو متقدمین محدثین نے تو صحیح کہا اور اسی طرح علامہ ناصر الدین البانی، شیخ زبیر علی زئی، مولانا ارشاد الحق اثری اور علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری نے بھی حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہ سب انجینئر صاحب کے بقول دور حاضر کے عظیم محققین حدیث ہیں، بلکہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کو تو آپ محدث اعظم سعودی عرب اور مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو محدث اعظم پاکستان قرار دیتے ہیں۔ تو جب یہ تمام حضرات ایک حدیث کو صحیح کہنے پر متفق ہیں، اس کے باوجود مرزا صاحب ان کی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اور وجہ کیا ہے؟ آپ اپنے اکثر بیانات میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے کریکٹر اور اس حدیث کو نشانہ بناتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ جو ہدایت والا ہوگا اس کے اعمال ایسے ہوں گے کیا؟ پھر آپ یہی زیر بحث مسلم کی روایت بیان کرتے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون! کیا وہ کوئی آیت ہے؟ حدیث ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہے؟ تو ایک بے دلیل قول کی بنیاد پر ایک صحیح حدیث کو غیر ثابت قرار دینا کیا علم کی معراج نہیں؟ کیا کوئی حدیث کسی تابعی کے تبصرے کی محتاج ہوتی ہے کہ اگر اس حدیث کے خلاف کسی انسان کا قول آ گیا تو وہ حدیث ہی غیر ثابت بن گئی؟ یہ مرزا صاحب کی الٹی چال ہے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر کوئی حدیث اصولِ محدثین پر ضعیف ہے تو وجہ ضعف بیان کی جائے، اور اگر حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس حدیث کی تحقیق میں دلائل کی روشنی میں ثابت کیا۔ تو اس حدیث کی بنیاد پر عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو غلطی پر محمول کرنا چاہیے، کیوں کہ ہمارے پاس کسوٹی تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے نا کہ کسی کا قول۔ اور پھر انجینئر صاحب کا مشہور مقولہ کہ ''میرے نبی سا ہے ہی کوئی نئ، بابے

تے شے ای کوئی نئ‘‘ بھی یہی سبق دیتا ہے، مگر کیا اس مقام پر انجینئر صاحب اپنے اس اصول پر کھڑے ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

سیدنا علی پر منبروں پر لعنت اور گالم گلوچ؟

امیر المومنین جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کھڑا کیا جاتا ہے کہ آپ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت رکھتے تھے، اس ضمن میں جو جھوٹ بولے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے، نعوذ باللہ!

اس حوالے سے مرزا صاحب کی ویڈیوز اور بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے اور لعن طعن کرتے۔

(۲) آپ اس کام کا حکم بھی دیتے، اور اس کام کے لیے خطباء مقرر کرتے جو کہ منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتے اور گالیاں نکالتے۔

(۳) یہ قبائلی اور ذاتی تعصب کی بنیاد پر تھا، اور آپ کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بغض تھا۔

(۴) یہ کام ساٹھ سال تک جاری رہا۔

Mas alah 55 b- 1:49:00
Mas alah 101- 1:09:10
Mas alah 157 a - 1:22:33
Mas alah 157 b - 1:08:52
Ilmi o tahqiqi majlis no.63 - 4:14:00
Research paper 5b ,page- 16

یہ انجینئر صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب سے بڑے اعتراضات میں سے ایک ہے۔ اس حوالے سے مودودی صاحب نے تاریخ کی بے سند اور من گھڑت روایات کا کباڑ اپنی کتاب ”خلافت وملوکیت“ میں جمع کیا، اس پر جب علماء نے ان کی مخالفت کی اور ان جھوٹی روایات کی اصلیت واضح کی تو اس پر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ چلیں مودودی صاحب نے تو تاریخی روایات نقل کی ہیں تو ہم نے اس کی کمی بھی پوری کر دی ہے، یعنی یہ سب ہم نے احادیث کی کتابوں سے ثابت کیا ہے۔

مرزا صاحب کے دلائل زیر بحث لانے سے پہلے قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف توجہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ .... ﴾

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے صحابہ کفار کے معاملے میں تو سخت ہیں، مگر آپس میں بہت رحم دل ہیں۔'' (الفتح:29)

اب یاد رکھیں ایک خبر ہمیں اللہ قرآن مجید میں صحابہ کے متعلق دے رہا ہے، کہ وہ آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ لیکن جو تاثر مرزا صاحب دے رہے ہیں کیا وہ اس آیت کے موافق ہے؟ اور جو مدعا ہے وہ بھی بلا دلیل ہے، اور جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں بھی دور دور تک ان باتوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا کہ جو یہ دعوے کرتے ہیں۔ انجینئر صاحب اپنی ویڈیوز میں جہاں جگہ جگہ اپنے ریسرچ پیپر کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی طرف مراجعت کا کہتے ہیں، تو اس حوالے سے بھی کہا کرتے ہیں کہ ہم نے اس سلسلے میں تمام دلائل اپنے ریسرچ پیپر میں ذکر کر رکھے ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں اسی کو سامنے رکھیں گے۔

دلیل نمبر:1

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ؟ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ، لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ، خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟
إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ
الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ
فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ، فَبَصَقَ فِي
عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ [آل عمران: 61]
دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا
وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اللهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي۔

''عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، پھر کہا: آپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ آپ ابوتراب (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) پر سَب کریں/انہیں غلط کہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں کہی تھیں، میں ہرگز ان پر سَب نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی میرے لئے ہوتو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا، کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ میں ان کو پیچھے چھوڑ کر جا رہے تھے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ آپ کی میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی جناب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اسی طرح خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

یہ کہتے ہوئے سنا تھا: میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ (جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ: ہم اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کو بلاؤ! انہیں لایا گیا اس حال میں کہ آپ کی آنکھوں میں درد تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا انہیں عطا فرما دیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ اور (تیسری فضیلت یہ کہ) جب یہ آیت اتری: (اے نبی! آپ کہہ دیں: آؤ) ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیں (یعنی آیت مباہلہ)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" (صحیح مسلم: 2404)

یہ ہے بنیادی دلیل کہ جی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے اور منبروں پر گالیاں دلواتے تھے۔ استدلال کیا ہے؟ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت علی پر سَب کیوں نہیں کرتے؟ اب مرزا صاحب اس لفظ "سَب" کا ترجمہ گالی کیا کرتے ہیں، حالانکہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے!

ایک حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ لَعَنْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً۔

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! بے شک میں تو صرف ایک بشر ہی ہوں، لہٰذا اگر میں مسلمانوں میں سے کسی شخص پر سَب کر دوں، یا لعنت، یا اسے کوڑے لگا دوں تو اسے

اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت کا سبب بنا دینا۔‘‘ (صحیح مسلم:2601)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ، فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُ هَذَانِ۔ قَالَ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا۔ قَالَ: أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا۔

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو شخص آئے، تو انہوں نے کوئی بات کی جو مجھے معلوم نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان دونوں پر سَب کیا، جب وہ نکل کر چلے گئے تو میں نے کہا کہ ان دونوں کو تو کوئی خیر نہیں ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیوں؟ میں نے کہا: آپ نے ان پر لعنت اور سَب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’تمہیں علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہے: اے اللہ! میں تو صرف ایک بشر ہوں، لہٰذا میں جس مسلمان کو لعنت یا سَب کروں تو اسے اس کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور حصول اجر کا ذریعہ بنا دے۔‘‘ (صحیح مسلم:2600)

کیا مرزا صاحب ان احادیث میں موجود لفظ ’’سب‘‘ کا ترجمہ ’’گالی‘‘ کرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی مبارک ہستی کے متعلق یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے؟

صحیح مسلم میں ہے: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ دَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَلِكَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللهُ، عَيْنَ تَبُوكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ، فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ، وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟ قَالَا: نَعَمْ، فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ۔

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر نکلے، آپ (سفر میں) نمازیں جمع کر رہے تھے، آپ ظہر اور عصر کو ملا کر اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھتے، حتیٰ کہ ایک دن آیا کہ آپ نے نماز مؤخر کر دی، پھر آپ (خیمے کے) اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ پھر باہر نکلے اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور تم دن چڑھنے سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے، لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی اس چشمے کے پاس جائے وہ اس کے پانی کو ذرا بھی نا چھوئے یہاں تک کے میں آ جاؤں۔ ہم اس (چشمے) پر آئے تو دو آدمی ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ چشمہ جوتے کے ایک تسمے جتنا (دکھائی دے رہا) تھا، بہت ہی معمولی سا پانی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا: تم نے اس

کے پانی کو چھوا تھا؟ دونوں نے کہا: جی ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں پر سَب کیا اور جو اللہ نے چاہا آپ نے ان سے کہا۔"

(صحیح مسلم:706)

ہاں جی تو مرزا صاحب! یہاں بھی حدیث میں لفظ "سَب" آیا ہے، تو کیا نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گالیاں دی تھیں؟

عَنْ جَابِرِ بن عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ مَا لَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِينَ قَالَتْ الْحُمَّى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ۔

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سائب یا حضرت ام مسیب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: ام سائب یا (فرمایا:) ام مسیب! کیا معاملہ ہے؟ تم شدت سے کانپ رہی ہو۔ انہوں نے کہا: بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ کرے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخار پر سَب نا کرو، کیونکہ یہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔" (صحیح مسلم :2575)

غور کریں صحابیہ نے صرف اتنا کہا ہے کہ اللہ اس میں برکت نہ کرے، کوئی لعن طعن نہیں اور کوئی گالی نہیں، لیکن اس کے لیے بھی لفظ "سَب" استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تمام احادیث بھی صحیح مسلم ہی میں موجود ہیں، اب اسی صحیح مسلم کا نام لے کر آپ کہا کرتے ہیں کہ جی تمام کریٹیکل احادیث صحیح مسلم میں ہیں، اور صحیح مسلم ہی میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں نکلواتے، تو اب جرأت کریں اور صحیح مسلم کی ان تمام

احادیث میں موجود لفظ ''سَب'' کا ترجمہ گالی کر کے دکھائیں!

اگر نہیں تو یہاں کس دلیل کی بنیاد پر آپ سَب کا ترجمہ گالی کر رہے ہیں؟ حالانکہ اس کا معنی برا کہنے یا مخالفت کرنے کے بھی ہو سکتے ہیں، خود انجینئر صاحب ایک جگہ اس لفظ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''باقی سَب و شتم! شتم کا تو ترجمہ گالی ہی بنتا ہے، سَب کا مطلب تنقید بھی بن سکتا ہے، برائی بھی بن سکتا ہے، برائی کے ساتھ ذکر کرنا............''

ilmi o tahqeeqi majlis no. 28 -2:21:49

تو اگر اس لفظ کے گالی کے علاوہ بھی معنی ہیں تو پھر گالی گالی کی ہی رٹ کیوں لگا رکھی ہے؟ اور اس کے لیے جو مرزا صاحب فضول سی دلیل پیش کرتے ہیں اس کا ذکر بھی آگے آرہا ہے۔

آپس میں اختلاف یا ناراضگی ہو جانا کوئی بہت بڑی بات نہیں، اور صحابہ کرام میں بھی بشری تقاضوں کی بنا پر تنازعات ہو جایا کرتے تھے، اور ایک دوسرے کے لیے سخت الفاظ بھی ادا ہو جاتے، اس کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر کہنا بس یہ مقصود ہے کہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان کے باہمی اختلافات اور تنازعات کی بنا پر ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں، اور منفی تاثر عام کریں، سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اگر کوئی اختلاف تھا، تو وہ صرف اور صرف قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد تھے، اور انہیں ظلماً شہید کر دیا گیا، اس کے بعد سیدنا جناب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد بنے، اور قاتلین عثمان بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیے ہوئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا طلحہ و زبیر سمیت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ رکھا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف بھی صرف اسی بات پر تھا، کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملے میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے اجتہاد کو غلط سمجھتے تھے، اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ پر سب کیوں نہیں کرتے، ورنہ تو بتایئے کہ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے سے پہلے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا کچھ منقول ہو؟ اور انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی یا ان پر کسی قسم کا طعن کیا ہو؟

ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ وہ اور آپ کے کچھ ساتھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا:

أنت تنازع عليا! أم أنت مثله؟ فقال: لا والله إني لأعلم أن عليا أفضل مني وأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، وإنما أطلب بدمه، فأتوا عليا فقولوا له، فليدفع إلى قتلة عثمان وأسلم له. فأتوا عليا فكلموه بذلك، فلم يدفعهم إليه۔

''آپ کا جو جناب علی رضی اللہ عنہ سے تنازع ہے، کیا آپ خود کو ان جیسا سمجھتے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم ایسا نہیں! بے شک میں جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کا بھی مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں، لیکن معاملہ یہ ہے کہ کیا تم جانتے نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ناحق شہید کر دیے گئے ہیں اور میں ان کا چچا زاد ہوں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہوں، تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ قاتلین عثمان میرے حوالے کر دیں، تو میں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں گا۔ پس لوگ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اس سلسلے میں بات کی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے قاتلین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے نہیں کیے۔''

(تاریخ ابن عساکر: 59/132، سیر اعلام النبلاء: 2/523)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو جید (صحیح) قرار دیا ہے۔

(فتح الباری: 13/86)

اور اس میں واضح ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بغض اور دشمنی نہ تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو انہیں خود سے افضل اور بہتر سمجھتے تھے، ان کی عزت کرتے تھے۔

اور پھر اس (مرزا صاحب کے پیش کردہ) ایک واقعہ کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کبھی ایسا کچھ نقل نہیں ہوا، بلکہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کلام نہیں کیا، جیسا کہ اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں موجود ہے، جس کا ذکر ان شاء اللہ آگے ہوگا۔

آئمہ وشارحین کے نزدیک یہاں لفظ ''سَب'' سے کیا مراد ہے؟

ہمارا مدعا دلائل کے ساتھ بھی بالکل واضح ہے، اب صحیح مسلم کی اس روایت کے متعلق شارحین کی آراء بھی دیکھ لیں، اور یہ کہ انہوں نے یہاں ''سَب'' سے کیا مراد لی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

قَالُوا وَيَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا آخرَ أَنَّ مَعْنَاهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخَطِّئَهُ فِي رَأْيِهِ وَاجْتِهَادِهِ وَتُظْهِرَ لِلنَّاسِ حُسْنَ رَأْيِنَا وَاجْتِهَادِنَا وَأَنَّهُ أَخْطَأَ قَوْلُهُ۔

''علماء کہتے ہیں کہ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی مراد یہ ہے کہ آپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ آپ انہیں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) ان کی رائے اور اجتہاد میں غلط کہیں، اور لوگوں میں ہماری رائے اور اجتہاد کی تصحیح کریں۔''

(شرح النووی علی مسلم: 15/ 175، 176)

امام ابو العباس قرطبی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ لکھتے ہیں کہ یہ بعید ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت

کریں یا انہیں برا بھلا کہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو دین داری، حلم و بردباری اور اچھے ترین اخلاق جیسی صفات کے مالک تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو بھی روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب کرنے کے حوالے سے مروی ہیں ان میں سے اکثر تو جھوٹی اور ضعیف ہیں، اور اگر صحیح روایت ہے تو وہ یہی (مسلم کی زیر بحث) روایت ہے، مگر اس میں بھی یہ صراحت نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا ہو۔ اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو آپ رضی اللہ عنہ خاموش بھی ہو گئے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق اجتہاد کو غلط قرار دینے کے متعلق فرما رہے ہوں۔ (المفہم 6:278)

مرزا صاحب ''مسئلہ 157 پارٹ اے'' میں کہتے ہیں کہ بتائیں اہل سنت کے ائمہ میں سے کس نے اس کا انکار کیا ہے کہ بنو امیہ کے دور میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر منبروں پر لعنت نہیں ہوتی تھی (دورانیہ 1:22:33) اور بنو امیہ سے مراد یہ جناب معاویہ ہی کو لیتے ہیں۔ اول تو یہ بیوقوفی ہے کہ دعوی تو آپ کریں اور دلیل ہم سے مانگیں، دوسری بات یہ کہ یہ لیں کر لیں شوق پورا! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں: یہ بعید ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کریں یا انہیں برا بھلا کہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو دین داری، حلم و بردباری اور اچھے ترین اخلاق جیسی صفات کے مالک تھے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

فمن الممكن أن يريد معاوية من سعد بقوله: "ما منعك أن تسب أبا تراب" أي يظهر للناس خطأه في رأيه، وإن رأينا ما نحن عليه أشد وأصوب۔

''یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس بات ''آپ ابوتراب پر سب کیوں نہیں کرتے'' سے ان کی مراد یہ ہو کہ لوگوں میں ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی غلطی کو واضح کریں، اور یہ کہ ہماری رائے زیادہ مضبوط اور درست ہے۔''

(اکمال المعلم بفوائد مسلم: 7/416)

علامہ مازری نے بھی اس کی شرح میں علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل فرمائی۔ (المعلم بفوائد مسلم: 3/247)۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے کسی کی غلطی بیان کرنا یا اختلاف رائے رکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے، اور ہمارے لیے لازم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حسن ظن ہی رکھیں، یہی اہل سنت کا منہج ہے۔ اور ائمہ کرام نے یہاں سَب سے مراد گالی بالکل نہیں لی نہ ہی وہ باتیں ہی کی ہیں جو مرزا صاحب کرتے رہتے ہیں۔

مرزا صاحب حدیث قرطاس کے بیان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بات کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس میں دو الفاظ ہیں جو میں چاہ رہا ہوں کہ میں ان کو یہاں پر ہی address کر دوں جو بڑے خطرناک الفاظ ہیں، ایک لفظ وہ ہے جو سیدنا عمر کی زبان سے نکلا، اس کا میں عربی جو wordings ہیں وہ میں پڑھتا ہوں جو پہلی والی طرق میں تھی: "غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ"۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری کی شدت ہے "وَجَعُ" کہتے ہیں شدید بیمار ہونا، اب اس بات کی تاویل بھی ہوسکتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنے کا مقصد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بیمار ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، تنگ نہ کرو، تکلیف میں ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ معاذ اللہ جو باقی لوگوں نے کہی، تو سیدنا عمر کے بارے میں تو ہم یہ گمان نہیں کرتے کیونکہ یہاں الفاظ کی تاویل ممکن

ہے تو یہاں ہم تاویل کریں گے، کیونکہ جب دونوں طرف مطلب جاتا ہے تو ایک مسلم سے positive حسن ظن رکھنا چاہیے، لیکن جو دوسری روایت ہے نہ: ہائے جمعرات کا دن، اس میں سیدنا عمر کے الفاظ نہیں ہیں اس میں ہے کہ لوگوں نے کہا، اور ظاہر ہے کہ اس وقت بھی سارے پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ تو نہیں تھے......................''

55-b- Mas'alah Wassi- e- RASOOL kon hai? - 46:28

مرزا صاحب کا بیان کردہ اصول کیا ہے؟ کہ جب مطلب دونوں طرف جاتا ہو تو ہم مثبت معنی لیں گے، اور فرمایا کہ ایک مسلم سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔ تو مرزا صاحب! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نا صرف ایک مسلمان ہیں بلکہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر پھر بھی مرزا صاحب کا دوغلہ پن آپ کے سامنے ہی ہے۔

غور کریں! اگر تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گالی دینے کا ہی حکم دے رہے تھے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گالی کی حرمت پر حدیث سنانے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کیوں حدیث سنا رہے ہیں؟ یعنی گالی نکالنا تو ہر صورت میں ہر شخص کے لیے حرام ہے، تو اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو واقعی گالی نکالنے کا حکم دیا جا رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو تو یہ بیان کرنا چاہیے تھا کہ گالی نکالنا تو حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، لہٰذا میں کبھی گالی نہیں نکالوں گا۔ مگر وہ ایسا کچھ نہیں فرما رہے، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بات گالی کی نہیں ہو رہی۔

جناب معاویہ کا رجوع:

اسی قصے میں ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان فرمائیں تو آپ خاموش ہو گئے اور اس کے بعد کبھی بھی ایسی کوئی بات نہیں کی، سنن نسائی الکبریٰ میں (مرزا صاحب کی پیش کردہ) اسی روایت کے آخر پر ہے کہ:

وَاللهِ مَا ذَكَرَهُ مُعَاوِيَةُ بِحَرْفٍ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ۔

''اللہ کی قسم اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ایک حرف نہیں کہا حتیٰ کہ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔''

(سنن الکبریٰ للنسائی:8385)

اس کی سند حسن ہے، بلکہ مرزا صاحب نے خود اپنے ریسرچ پیپر میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا: قال الشیخ غلام مصطفی فی خصائص علی: اسناد صحیح۔

مگر افسوس ہے کہ اس روایت کے پہلے حصے پر تو بہت زور دیا جاتا ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے کے لیے اسے بڑا اچھالا جاتا ہے، مگر اسی روایت میں ایک مثبت پہلو بھی موجود ہے، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اس فعل سے منع ہو گئے، اور اس واقعہ کے بعد بھی آپ سے ثابت نہیں کہ کبھی آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تبصرہ کیا ہو۔ لہٰذا ان کے اس رجوع کے بعد ہرگز جائز نہیں کہ اسے بنیاد بنا کر ان پر طعن کیا جائے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ حدیثیں چھپاتے ہو، اور میں کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن نہیں کرتا بلکہ صرف حق بیان کرتا ہوں، اور غلطی بیان کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم یہ سب جھوٹ ہے، اگر آپ کی نیت واقعی یہی ہے تو آپ اسی میں موجود مثبت پہلو کو بیان کر کے کوئی مثبت تاثر کیوں نہیں دیتے؟ اور یہ بھی نہایت گھٹیا قسم کا جھوٹ ہے کہ آپ صرف غلطی بیان کرتے ہیں طعن نہیں کرتے، جبکہ آپ کا طرزِ عمل اور لہجہ بتاتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی صرف اور صرف ان پر تنقید کرنا ہے، اور آپ غلطی بیان کرنے کے نام پر ان پر محض جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے صحیح مسلم کے مقدمے میں لکھا ہے کہ میں یہ کتاب عوام الناس کے لیے لکھ رہا ہوں۔ مگر کیا انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ سَب کا ترجمہ گالی ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ساٹھ سال منبروں

پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جاتیں؟ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ بغضِ علی اور قبائلی تعصب کی بنا پر کرتے؟ لہٰذا یہ صحیح مسلم اور امام مسلم کے نام پر دھوکہ دینا چھوڑ دیں۔

اس روایت میں آپ کے مدعے کے مطابق کوئی دلیل نہیں ہے، آپ کا مدعا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے (نعوذ باللہ!) اور اس کا حکم بھی دیتے، اور آپ کے حکم سے منبروں پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کی جاتی اور گالیاں دی جاتیں، اور یہ سلسلہ ساٹھ سال تک جاری رہا۔ تو مرزا صاحب! نہ تو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گالی نکالنے یا برا بھلا کہنے کی بات ہے، نہ ہی گالیوں یا لعنت کرنے کے حکم کا ذکر ہے، نہ ہی کسی منبر پر اس کا ثبوت ہے، اور نہ ہی ساٹھ سالوں کا! ساٹھ سال دور، ساٹھ مہینے دور، ساٹھ ہفتے دور، ساٹھ دن دور بلکہ اس روایت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسا کچھ صادر ہوا ہی نہیں۔ لہٰذا یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کرنی چاہیے نہ کہ ان پر تنقید کرنے کے لیے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کو بنیاد پر ان میں سے کسی ایک فریق کے متعلق منفی تاثر عام نہیں کرنا چاہیے، نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے لیے نفرت رکھنی چاہیے اور نہ ہی نفرت پھیلانی چاہیے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں ایک بہت ہی خوبصورت قول منقول ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا:

مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ؟ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: مَا أَقُولُ فِيهَا إِلَّا الْحُسْنَى، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَجْمَعِينَ۔

"سیدنا علی و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو بھی معاملہ تھا آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو اس پر امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں تو اس بارے میں صرف اچھی بات ہی کرتا ہوں، اللہ ان تمام (صحابہ) پر رحم فرمائے۔"

(السنۃ للخلال:713)

الحمد للہ ہم بھی اہل سنت ہی کے منہج پر ہیں، مگر کیا مرزا صاحب کا طرزِ عمل بھی اہل سنت والا ہے؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اسی مسلم کی روایت کی بنا پر مرزا صاحب یہ دھوکا دیتے ہیں کہ جناب سعد رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہت خلاف تھے، اور پھر اسے کچھ اور ہی رنگ دیتے ہیں جبکہ یہ جھوٹ ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو تبصرہ منقول ہے، کیا انجینئر صاحب اسے بھی کبھی حق گوئی کے نام پر بیان کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب يعني معاوية۔

''میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 161/59)

شیخ غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا۔

(دفاعِ صحابہ: 504)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں انجینئر صاحب کے مدعے کے مطابق کچھ بھی نہیں، آپ کا بنیادی اعتراض ہی گالیوں اور لعنت پر ہے، اور یہاں نہ ہی گالی کا ذکر ہے نہ ہی لعنت کا، بلکہ اگر اس روایت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض نکلتا بھی ہے، تو اسی روایت کے مطابق وہ اعتراض رفع بھی ہو جاتا ہے، کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد میں اس سے رجوع فرما لیا تھا، اور پھر کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بات نہیں کی۔

اور یہ روایت اس طرح بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اور انجینئر صاحب کے خلاف ہے کہ آپ تو یہ جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت

ظالمانہ تھی اور ان کے سامنے بولنے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوتا تھا۔ جبکہ یہاں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بالکل بے خوف ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کا جواب دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ردعمل کیا تھا؟ سو فیصد اس کے الٹ جو کہ مرزا صاحب بیان کیا کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے نا صرف ان کی بات سنی بلکہ اس کے بعد اپنے عمل سے رجوع بھی فرمایا اور کبھی اس حوالے سے بات نہیں کی۔

اب مرزا صاحب کی بیان کردہ دلیل بھی دیکھ لیں، کہ جو آپ اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں سَب سے مراد لعنت یا گالی ہی ہے۔

دلیل نمبر: 2

مرزا صاحب اس روایت کے دو طرق بیان کیا کرتے ہیں، ایک صحیح بخاری اور دوسرا صحیح مسلم سے، صحیح بخاری کی روایت یہ ہے:

جناب ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فَقَالَ هَذَا فُلَانٌ- لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ- يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ- قَالَ فَيَقُولُ مَاذَا؟ قَالَ يَقُولُ لَهُ: أَبُو تُرَابٍ، فَضَحِكَ، قَالَ: وَاللهِ، مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ، فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا، وَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ، كَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟" قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ، وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ، فَيَقُولُ: "اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ". مَرَّتَيْنِ-

''ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: یہ فلاں شخص۔ مدینہ کا امیر۔ منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو''ابو تراب'' کہتا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اس پر مسکرانے لگے اور فرمایا: اللہ کی قسم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ نام تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی رکھا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے بڑھ کر اور کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ (وہ شخص کہتا ہے کہ) میں نے سہل رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے جاننے کے لیے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا: اے ابوعباس! یہ مکمل واقعہ کس طرح سے ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے، اور پھر (ناراضگی کے سبب) باہر نکلے اور مسجد میں لیٹ گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) دریافت فرمایا، تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ان کی چادر پشت سے ہٹ چکی تھی اور ان کی کمر پر خاک لگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی کمر سے مٹی صاف فرمانے لگے اور آپ فرما رہے تھے: اٹھو اے ابوتراب اٹھو! دو مرتبہ آپ نے فرمایا۔'' (صحیح بخاری:3703)

اب آپ سوچیں گے کہ اس روایت میں ایسا کیا ہے؟ تو عرض ہے کہ روایت میں اگرچہ کچھ نہیں مگر مرزا صاحب نے اپنی دقیق نظر سے یہ استدلال کیا ہے کہ بنوامیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حقارت کے ساتھ ابوتراب کہا کرتے تھے، اور اس کی دلیل کیا ہے؟ دلیل ہے مرزا صاحب کی قائم کردہ بریکٹیں، آپ اس روایت کو اپنے ریسرچ پیپر میں اسی عنوان کے تحت ان الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابوحازم تابعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بتانے لگا کہ

فلاں (بنو امیہ سے تعلق رکھنے والا) شخص جو امیر مدینہ ہے، [اپنے منبر پر] سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا (بُرے انداز سے) ذکر کرتا ہے (سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے) پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ (حقارت سے) ان (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو ابو تراب (یعنی مٹی والا) کہتا ہے............"

یہ گستاخ شخص کون تھا ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، مگر یہاں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اس روایت میں اس بات کا کوئی سراغ نہیں کہ یہ شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حقارت کے ساتھ ابو تراب کہہ رہا تھا، یہ تو مرزا صاحب کی بریکٹ سے ہی انکشاف سامنے آیا ہے۔ بلکہ جو شخص حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے پاس اس واقعہ کی خبر لے کر آیا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کنیت اور اس کے پیچھے موجود واقعہ سے ہی بے خبر تھا، اسی وجہ سے اس نے اس امیر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کہنے پر تعجب کیا، کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مٹی والا کہہ رہا ہے! وہ تو پھر اسے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ کنیت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی رکھی تھی۔ لہٰذا یہ مرزا صاحب کی دھوکے بازی ہے کہ بنو امیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "ابو تراب" حقارت سے کہتے تھے۔ اور اس کی وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ مرزا صاحب اسی بنیاد پر یہی الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی لگاتے ہیں، اور انہوں نے ایک اصول گھڑ لیا ہے کہ بنو امیہ جب ابو تراب کہیں تو سمجھ جاؤ کہ یہ حقارت سے کہہ رہے ہیں، اور جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت سے انہیں ذکر کیا ہو، تو مرزا صاحب یہی اشکال پیدا کرتے ہیں کہ بنو امیہ حقارت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کہتے تھے۔ اور یہ جس بنیاد پر کہا جاتا ہے وہ دلیل آپ کے سامنے ہے۔ اگر اس امیر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حقارت ہی سے ابو تراب کہا تو اس سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا تعلق ہے؟ اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حقارت سے ابو تراب کہتے؟

صحیح مسلم کی روایت: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: اسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ مِنْ آلِ مَرْوَانَ قَالَ: فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ فَأَبَى سَهْلٌ فَقَالَ لَهُ أَمَّا إِذْ أَبَيْتَ فَقُلْ لَعَنَ اللهُ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ، وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا. فَقَالَ لَهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهِ، لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ. فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ فَقَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ، أَيْنَ هُوَ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، فَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ۔

”جناب سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آل مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا امیر بنایا گیا۔ اس نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، اس نے کہا: اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں تو یوں کہہ دیں کہ اللہ ابوتراب پر لعنت کرے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ تو اس (امیر) نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے یہ قصہ سنائیں کہ انہیں ابوتراب کا نام کیسے ملا؟ انھوں نے کہا: رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انھوں نے بتایا: میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہوگئی تھی تو مجھ سے غصہ ہوکر باہر چلے گئے ہیں، اور میرے ہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا: دیکھو، وہ کہاں ہیں؟ اس نے واپس آ کر بتایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ مسجد میں لیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، وہ لیٹے ہوئے تھے، اوپر کی چادر ان کے پہلو سے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے وہ مٹی صاف کرتے جاتے اور فرماتے: اٹھ جاؤ ابوتراب!، اٹھ جاؤ ابوتراب!'' (صحیح مسلم: 2409)

تو یہ ہے مرزا صاحب کی پیش کردہ دلیل، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سَب کرنے کا حکم دیا اس سے مراد لعنت کرنا ہے۔ اور کہا کرتے ہیں کہ سَب کا مطلب ہے لعنت! کیوں کہ خود امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ لعنت کیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں سَب کا مطلب لعنت کرنا ہے، کیوں کہ دوسری حدیث میں سَب کی جگہ لعنت آیا ہے، کہ اس شخص نے کہا کہ ابوتراب پر لعنت کردو۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے، نہ تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سَب کا ترجمہ لعنت کیا ہے، اور نہ ہی اس لعنت والی روایت کا اس پہلے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) والی روایت کے ساتھ کوئی تعلق ہے، جب یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں تو دونوں کو ملانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

اِس روایت میں واضح ہے کہ یہ گستاخ شخص بنو مروان میں سے تھا، نہ کہ بنی معاویہ رضی اللہ عنہ سے، اب کہاں مروان کی اولاد اور کہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو اس مجہول شخص کی اس گستاخی کا وبال حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیسے جاتا ہے؟ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ سب (لعنت اور گالیاں) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوتا تھا۔ لیکن نہ تو اس روایت میں ایسا کچھ ہے کہ یہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا، نہ ہی اس روایت میں ایسی کوئی صراحت موجود ہے کہ اس واقعہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور جناب سعد رضی اللہ عنہ والے واقعہ سے کوئی تعلق ہے! تو جب ایسا کچھ ہے ہی نہیں تو یہ سراسر صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے، کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کا حکم دیا (نعوذ باللہ)۔ نہ تو ساری زندگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی ایسا کیا اور نہ ہی اس کے کرنے کا حکم ہی دیا۔ دعویٰ تو مرزا صاحب نے بہت بڑا کیا ہے کہ جی جو باتیں مودودی صاحب نے تاریخ سے کی ہیں، میں نے وہ احادیث کی کتابوں سے ثابت کیا ہے، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انجینئر صاحب کے استدلالات تو مودودی صاحب کے دلائل سے بھی زیادہ فضول ہیں۔

نہ تو مرزا صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ظالم شخص کون تھا، اور اسے امیر کس نے مقرر کیا تھا، اور یہ واقعہ کب کا ہے؟

جب اس میں اتنے ابہام ہیں تو اس کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا اور اس بنا پر ان پر طعن کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق "60ھ" میں وفات پائے (الإصابۃ: 6/122)۔ جبکہ جناب سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں وفات پانے والے صحابہ میں سب سے آخری صحابی ہیں، اور آپ "91ھ" میں وفات پائے (الإصابۃ: 3/167)۔ یعنی اس تحقیق کے مطابق سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تقریباً 31 سال حیات رہے۔ اب اس بات کا غالب احتمال موجود ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ والا واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کا ہے۔ تو جب یہ امیر مدینہ ہی مجہول ہے، اور یہ

کس کے دور میں امیر بنایا گیا یہ بھی مذکور نہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ تو محض الزام تراشی ہے۔ دلائل کے نام پر آپ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ جو بات نہ ہی انہوں نے کہی اور جو کام نہ ہی انہوں نے کیا، آپ ایسے ہر کام کی نسبت ان کی طرف کر دیتے ہیں، اور دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ جی ہر بات حوالے سے کی جاتی ہے۔ تو یہ مرزا صاحب کے حوالے بھی آپ کے سامنے ہی ہیں۔

یعنی آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بنو امیہ خاندان میں سے ہیں، تو اب بنو امیہ کی ساتویں پشت سے اٹھ کر بھی اگر کوئی غلط کام کرے، تو اس کے قصور وار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں، اور اس غلط کام کی نسبت انہی کی طرف کی جائے گی؟ کوئی تو اللہ کا خوف کریں!

مرزا صاحب کے استدلال پر ایک اینکر کا سادہ سامنہ توڑ جواب:

انجینئر صاحب کا انٹرویو لیتے ہوئے ایک اینکر نے اس مسئلے پر سوال کرتے ہوئے کہا:

> ''اور اس کے اوپر آپ بات کرتے ہیں 4230 کی اس کے اندر ہے کہ proper سَب کا لفظ موجود ہے صحیح مسلم کے اندر موجود ہے''۔

تو مرزا صاحب حوالے کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''6229''

اینکر صاحب کہتے ہیں: ''تو اب یہاں پہ جو ہے عرفان شاہ مشہدی صاحب اس حدیث کو ایکسپلین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں جو سَب کا مطلب ہے وہ کچھ اور ہے، کچھ اور سینس ہے، آپ آتے ہیں اُدھر کی حدیث اٹھا کے کبھی آپ دوسری کتابوں سے اٹھا کے اسے میچ کرنے کی (کوشش کرتے ہیں)۔''

اس پر انجینئر صاحب کہتے ہیں: ''میچ کرنے کی ضرورت نہیں میرے بھائی صحیح مسلم 6229 حدیث کھول لیں اس میں سَب کا ترجمہ خود ہوا ہے، امام مسلم نے نقل کیا وہ کہتے تھے: ابو تراب علی ابن ابی طالب پر لعنت، جب لعنت کا لفظ موجود ہے تو!''

اس پر اینکر صاحب سوال کرتے ہیں: ''کس نے دی تھی لعنت؟''

انجینئر صاحب جواب دیتے ہیں:

''بنو مروان نے بنو امیہ نے!''

اینکر صاحب جواب دیتے ہیں: ''تو بنو مروان ذمہ دار ہوا نہ، تو یہاں حضرت معاویہ پر بات چل رہی ہے!''

تو فوراً مرزا صاحب اپنی چرب زبان کو حرکت میں لاتے ہیں: ''ہاں نہیں وہ حضرت معاویہ والی علیحدہ سے حدیثیں ہیں!''

(پھر مرزا صاحب اینکر کی بات کا جواب دینے کی بجائے، بات کو گھما گئے)۔

Hazrat Ali R. A par LANAT kon karwata Tha-1:15/ 3:29

اب آپ کے سامنے ہے کہ مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل اتنے پائدار ہیں کہ ایک اینکر نے انہیں لاجواب کر دیا، اور آپ کے بے بنیاد استدلال کا جواب دیا۔ اور مرزا صاحب اپنی اسی علمی جہالت کے سبب کسی عالم کے سامنے بیٹھ کر بات نہیں کرتے، ورنہ آپ کے حوالوں کی حقیقت سامنے آجائے۔ آپ کے یہ فضول استدلالات آپ کے سامنے بیٹھے جہلاء کے سامنے تو چل سکتے ہیں مگر کسی صاحب عقل کے سامنے نہیں۔

اینکر کے اعتراض کہ ''آپ کہیں کی روایت اٹھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے ساتھ میچ کرتے ہیں'' کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا کہ: ''بھائی میچ کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں!'' حالانکہ اس قدر دھوکے باز اور فراڈ ہیں کہ پھر اس مدینہ کے حاکم والی روایت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ ملا رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں واقعات کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور ساتھ کہہ رہے ہیں کہ میچ کرنے کی ضرورت نہیں اور پھر میچ کیے بھی جا رہے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا وہ کہتے تھے: ابو تراب علی ابن ابی طالب پر لعنت، جب لعنت کا لفظ موجود ہے.......... حالانکہ یہ بھی انجینئر صاحب کا بہت

بڑا جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم میں ایسا کچھ بھی موجود نہیں، نہ ہی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ سَب کی وضاحت کی ہے اور نہ ہی ان دو الگ الگ روایات کو ملایا ہے، آپ صحیح مسلم کھول کر مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں، بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث اور اس دوسری حدیث کہ جسے مرزا صاحب پہلی روایت سے میچ کرتے ہیں میں پانچ روایات کا فاصلہ ہے، تو کہاں سے ایک روایت کو اٹھا کر مرزا صاحب کہاں پر موجود دوسری روایت کے ساتھ جوڑ رہے ہیں، اور ظلم پر ظلم یہ ہے کہ پھر اس کی نسبت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی جا رہی ہے، کہ انہوں نے بتایا ہے کہ سَب کا مطلب ہے لعنت۔ اب ایک لطیفہ سنیں! جناب انجینئر صاحب کہتے ہیں:

> ''میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج یہ ہمارا پلیٹ فارم اللہ کے فضل سے علم حدیث کے حوالے سے جو خدمت کر رہا ہے، آج اگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو یقیناً گریڈنگ میں پہلا نمبر ہمارے اس پلیٹ فارم کو دیتے کہ ہم نے امام مسلم کے اس منہج کو'' جو محدثین کا منہج انہوں نے ایک جگہ جمع کیا تھا'' وہ عام مسلمانوں تک پہنچا دیا ہے۔''

Imam Muslim became Shiah?8:35

مزید فرماتے ہیں: ''کہ حق گوئی کا جس طرح ہمارے پلیٹ فارم سے مظاہرہ ہو رہا ہے اس کی مثال دینا شاید ممکن نہیں ہے، اگر آپ کو کوئی مثال ملے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔''

Imam Hassan ka qatil kon-1:07

خیر اینکر کو جو مرزا صاحب نے کہا: ''نہیں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث علیحدہ سے ہیں''! تو بھائی جان جو علیحدہ سے ہیں وہ پیش کریں نا، آپ تو اسے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذمے لگا رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس روایت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ واقعہ اور ہے، اور یہ والی روایت کوئی اور ہے۔ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے لعنت اور گالیاں دی

جاتی، تو اس روایت میں کہاں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لعنت یا گالی دی؟ یا اس کا حکم دیا؟ یا یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے؟ لہٰذا اس قبیح حرکت کا وبال اسی امیر پر ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی کو ایسا حکم نہیں دیا اور جس روایت میں سَب کے الفاظ ہیں تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس کا مطلب گالی یا لعنت ہر گز نہیں۔

اینکر صاحب کے الزامی جواب کے بعد مرزا صاحب نے جو کہا کہ نہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق علیحدہ احادیث موجود ہیں، تو اس سے ثابت ہوا کہ اس روایت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں، تو جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق الگ سے روایات ہیں وہ بھی دیکھ لیں:

دلیل نمبر: 3

عَنِ ابْنِ سَابِطٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ۔

''عبدالرحمٰن بن سابط حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ، انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس (ملاقات کے لیے) گئے۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کوئی تنقیدی جملہ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص

کے بارے میں بات کر رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کا مولیٰ میں ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے (جناب علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: آپ کا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خیبر کے موقع پر) یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (اور پھر جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا)۔"

(سنن ابن ماجہ: 121)

یہ مرزا صاحب کی دوسری بڑی دلیل ہے کہ جو آپ اپنے مدعے کو ثابت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں، اور اس روایت کا آپ کے مدعے کے ساتھ کیا تعلق ہے اس کا ذکر تو بعد میں کرتے ہیں پہلے اس بنیادی دلیل کا حال دیکھ لیں:

تو عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اسے عبد الرحمٰن بن سابط حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، مگر عبدالرحمٰن نے ان سے کچھ نہیں سنا!

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن سابط نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عباس الدوری کہتے ہیں: امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ عبدالرحمٰن نے ان صحابہ سے کچھ نہیں سنا، بلکہ آپ ان سے ارسال کرتے ہیں۔

(تاریخ ابن معین: 3/87)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "المراسیل" میں عبدالرحمٰن بن سابط کے بیان میں، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر فرمایا۔ (المراسیل لابن ابی حاتم: 459)

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے متعلق فرمایا:

''سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اس منقطع روایت کو ''واسنادہ صحیح'' کہنا بہت عجیب وغریب ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث:100،ص 20)

یہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا گیا ہے جو انہیں اس کو صحیح کہنے میں غلطی لگی ہے۔

علامہ البانی کے بہت مشہور اور قابل شاگرد ''علامہ ابو اسحاق الحوینی'' بھی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (التریاق بأحادیث قواها الألبانی وضعفها الحوینی أبو إسحاق:152)

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اس روایت کے متعلق لکھا:

''اسنادہ ضعیف لانقطاعه'' (تخریج خصائص علی رضی اللہ عنہ:ص 44)

علامہ مقبل بن ہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا الحديث إذا نظرت إلى سنده وجدتهم ثقات، ولكن يحيى ابن معين يقول: إن عبد الرحمن بن سابط لم يسمع من سعد بن أبي وقاص كما في جامع التحصيل۔

''جب آپ اس حدیث کی سند کی طرف دیکھیں گے تو اس کے رواۃ کو ثقہ پائیں گے، لیکن (اس میں علت یہ ہے کہ) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبد الرحمن بن سابط نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، جیسا کہ ''جامع التحصیل'' میں ہے (لہٰذا یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے)۔'' (أحادیث معلة ظاهرها الصحة:146)

علامہ محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وإسناده منقطع، لأن عبد الرحمٰن بن سابط لم يسمع من سعد بن أبي وقاص، قاله ابن معين۔

''اس کی سند منقطع ہے، کیوں کہ عبد الرحمٰن بن سابط نے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، (اور) یہ بات امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی

ہے۔'' (الجامع الکامل: 9/69)

لہٰذا یہ روایت اصولاً ضعیف ہے، اور محققین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، مگر مرزا صاحب کو ان سب سے کوئی مطلب نہیں، جہاں انہیں اپنے مطلب کی بات مل رہی ہو وہ اگرچہ ضعیف ہی ہو پھر بھی قابل احتجاج ہوتی ہے۔ صحابی رسول پر اعتراض کرنے کا ایسا بھوت سوار ہے کہ ان کے خلاف ضعیف روایات بھی بڑے زور وشور سے بیان کرتے ہیں۔ مرزا صاحب جناب مودودی کی بڑی حمایت کرتے ہیں، کیوں کہ ان دونوں کا آپس میں بہت قریب کا رشتہ ہے، اور وہ یہ کہ مودودی صاحب نے بھی صحابہ کے معاملے میں زبان درازی کرنے اور ان پر جھوٹے الزامات لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، بہر حال مودودی صاحب نے تاریخ کی جھوٹی روایات پیش کر کے جو کہا کہ ساٹھ سال حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن ہوتا اور گالیاں بکی جاتی، تو مرزا صاحب نے ان کی تائید میں دعویٰ کیا کہ مودودی صاحب کی کمی ہم نے پوری کر دی ہے، اور احادیث کی کتابوں سے یہ مدعا ثابت کیا ہے! تو مرزا صاحب آپ نے کون سا تیر چلا دیا ہے؟ احادیث کی کتابوں سے حوالے دینا کوئی کام نہیں، بلکہ وہ روایات صحیح سند سے ثابت بھی ہونی چاہئیں، ورنہ تاریخی روایات اور احادیث کی کتابوں میں موجود ضعیف روایات میں کیا فرق ہے؟

دوسری بات یہ کہ آپ کا مدعا یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے اور لعنت کرتے اور اس کا حکم بھی دیتے، اور ساٹھ سال تک منبروں پر یہ سب ہوتا تھا۔ لیکن آپ نے جو مودودی صاحب کے فضول دلائل کے مقابلے میں دلائل دیے ہیں ان میں سے کون سی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے؟ اس روایت میں بھی نہ تو کسی گالی کا ذکر ہے نہ ہی لعنت کا، نہ ہی منبر کا اور نہ ہی ساٹھ سال کا، افسوس ہے آپ کی پیش کردہ ضعیف روایت میں بھی آپ کے مدعے کے مطابق دلیل نہیں۔

دلیل نمبر:4

لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا، فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الظَّالِمِ؟ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ.... قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ: "اثْبُتْ حِرَاءُ، إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ" ۔ قُلْتُ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ. قُلْتُ: وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَالَ: أَنَا۔

''عبد اللہ بن ظالم بیان کرتے ہیں جب فلاں شخص کوفہ آیا تو فلاں شخص کو خطیب مقرر کیا، تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: کیا آپ اس ظالم کی طرف دیکھ رہے ہیں؟ میں نو اشخاص کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں، اور اگر میں دسویں کا بھی بتا دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔ میں نے کہا کہ وہ نو افراد کون ہیں؟ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آپ حراء پہاڑ پر تھے (تو پہاڑ ہلنے لگا۔): اے حراء ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ (عبد اللہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا وہ نو جنتی کون ہیں؟ تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا کہ دسواں کون ہے؟ تو وہ ذرا ہچکچائے، پھر فرمایا: میں۔'' (سنن ابوداود: 4648)

انجینئر صاحب نے اپنے ریسرچ پیپر میں اس کے مزید دو طرق بیان کیے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ مُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ خُطَبَاءَ يَتَنَاوَلُونَ عَلِيًّا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى هَذَا الظَّالِمَ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ قُلْتُ مَنِ التِّسْعَةُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ: اثْبُتْ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قَالَ: وَمَنِ التِّسْعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قُلْتُ: مَنِ الْعَاشِرُ قَالَ: أَنَا۔

''عبد اللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطباء مقرر کیے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بد کلامی کر رہے تھے، تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: کیا آپ اس ظالم کو دیکھ رہے ہیں جو ایک جنتی شخص پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے.........'' (سنن نسائی الکبریٰ: 333/7)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ فَقُلْتُ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ هَذَا الظَّالِمِ أَقَامَ خُطَبَاءَ يَشْتِمُونَ عَلِيًّا؟ فَقَالَ: أَوَقَدْ فَعَلُوهَا، أَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَقْتُ، كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِرَاءٍ، فَتَحَرَّكَ فَقَالَ: اثْبُتْ حِرَاءُ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ: وَمَنْ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدٌ قُلْنَا:

فَمَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: أَنَا۔

''عبداللہ بن ظالم کہتے ہیں میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ اس ظالم پر تعجب نہیں کرتے جس نے خطباء مقرر کیے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: کیا واقعی وہ ایسا کر رہے ہیں؟............'' (سنن نسائی الکبریٰ: 7/326)

یہ ایک ہی روایت ہے، جو مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ عرض ہے کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے، محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اگرچہ بظاہر سند صحیح معلوم ہوتی ہے۔ تفصیلات سے پہلے اس کی سند ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَسُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ

(ابی داؤد)

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَصِينٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ

(نسائی، طریق: 1)

أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ حَصِينٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ (نسائی، طریق: 2)

یعنی تینوں میں ہلال بن یساف بواسطہ عبداللہ بن ظالم روایت کر رہے ہیں، مگر یہ روایت ہلال بن یساف نے عبداللہ سے نہیں سنی، اور ان دونوں میں ایک راوی ہے جو کہ مجہول ہے، جس کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔ اور اس بات کی صراحت مرزا صاحب ہی کے پیش کردہ حوالوں میں موجود ہے۔

یہ روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہے:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ہلال بن یساف عن عبداللہ بن ظالم تک سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

"ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ" یعنی: "سفیان نے (اپنی روایت میں) کسی راوی کا اضافہ کیا ہے جو ہلال بن یساف اور عبداللہ بن ظالم کے درمیان ہے"۔ پھر وہ متن ذکر کیا جو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں، پھر اس کے بعد دوسری سند ذکر کی:

قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ "امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اشجعی نے عن سفیان عن منصور عن ہلال بن یساف عن ابن حیان عن عبداللہ بن ظالم کے طریق سے اسی طرح کی روایت بیان کی"۔ بالکل یہی بات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کے تحت کہی۔

اور انجینئر صاحب نے جو تیسرا طریق بیان کیا ہے، اسے نقل کرنے کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ۔

"ہلال بن یساف نے یہ روایت عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنی۔"

(سنن نسائی الکبریٰ: 7/326)

تو لیجیے ہمارا مدعا مرزا صاحب ہی کی پیش کردہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت ہلال بن یساف نے عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنی۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر بھی یہی بات فرماتے ہیں:

هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ۔

"ہلال بن یساف نے یہ روایت عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنی۔"

(سنن نسائی الکبریٰ:7/331)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ یہی حدیث اپنی کتاب ''فضائل صحابہ'' میں ذکر کرنے کے بعد بھی بالکل یہی تبصرہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہلال نے عبد اللہ سے نہیں سنی ۔(فضائل الصحابۃ: 101) تو جب ایک بات آپ بار بار دہرا رہے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہوا؟ ظاہری بات ہے وہ اس روایت کا ضعف بیان کر رہے ہیں، جو کہ مخفی ہے۔

آیئے اس روایت پر دیگر محدثین کی آراء دیکھتے ہیں:

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سمعتُ ابن حماد يقول: قال البُخارِيّ عَبد الله بن ظالم عن سَعِيد بن زيد عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ ولم يصح۔

''میں نے ابن حماد سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبد اللہ بن ظالم عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی روایت صحیح نہیں ہے۔'' (الکامل فی ضعفاء الرجال:5/370)

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت اختصار سے بیان کر کے کہتے ہیں:

وهذا الحديث هو الذي أراده البُخارِيّ۔

''وہ حدیث یہی ہے جس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال:5/371)

اور امام ابن عدی کا اسے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں ذکر کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کر رہے ہیں، اور یہ روایت ان کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔

امام ابوجعفر عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الضعفاء الکبیر'' میں فرماتے ہیں:

حَدَّثَنِي آدَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ قَالَ: عَبْدُ اللهِ

بْنُ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَصِحُّ۔

”مجھے آدم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: عبداللہ بن ظالم عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی روایت صحیح نہیں ہے۔“

(الضعفاء الکبیر: 2/267)

اس کے متصل بعد فرمایا:

وَهٰذَا الْحَدِيثُ: حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ خُطَبَاءَ يَلْعَنُونَ عَلِيًّا، وَفِي الدَّارِ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا الظَّالِمِ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.............

(وہ) حدیث یہ ہے:..................اور پھر وہ ساری حدیث نقل کی جو کہ مرزا صاحب دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

پھر اِس روایت کو رواۃ کے اختلاف کے ساتھ تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ بعض راوی اسے ہلال بن یساف عن عبداللہ عن سعید کے طریق سے روایت کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں: ہلال بن یساف عن حیان بن غالب عن عبداللہ، اور بعض: ہلال عن ابن حیان عن عبداللہ بن ظالم۔ (دراصل یہ ایک ہی شخص ہے مگر اس کے نام میں ہی اختلاف ہے، بعض راوی اسے ابن حیان کہتے ہیں اور بعض حیان بن غالب۔ [تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: 15/135، لسان المیزان: 5743])۔ پھر امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ہلال اور عبد

اللہ کے درمیان اس واسطے کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وَحَيَّانُ بْنُ غَالِبٍ لَيْسَ بِمَشْهُورٍ بِالنَّقْلِ۔

''اور حیان بن غالب/ ابن حیان روایت کے لحاظ سے معروف نہیں۔''

(الضعفاء الکبیر:2/268)

یعنی یہ مجہول راوی ہے، اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ لہٰذا اس کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔

امام العلل ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اس کی سند میں رواۃ کے اختلاف کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

وَالَّذِي عِنْدَنَا أَنَّ الصَّوَابَ قَوْلُ مَنْ رَوَاهُ، عن الثوري، عن منصور، عن هلال، عن فُلَانِ بْنِ حَيَّانَ، أَوْ حَيَّانَ بْنِ فُلَانٍ، عن عبدالله بن ظالم. لأن منصور أَحَدُ الْإِثْبَاتِ، وَقَدْ بَيَّنَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ هِلَالٍ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ ابْنِ ظَالِمٍ وَأَنَّ بَيْنَهُمَا رَجُلًا۔

''ہمارے نزدیک اس کی بات درست ہے جس نے اس روایت کو عن الثوری عن منصور عن ہلال عن ابن حیان/ حیان بن غالب عن عبد اللہ بن ظالم کے طریق سے بیان کیا ہے، کیوں کہ منصور اثبات محدثین میں سے ایک ہیں تو انہوں نے اپنی بیان کردہ روایت میں واضح کیا ہے کہ یہ روایت ہلال نے عبد اللہ بن ظالم سے نہیں سنی اور یہ کہ ان دونوں (ہلال اور عبد اللہ) کے درمیان ایک آدمی ہے۔''

(علل الدارقطنی:4/412)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن ظالم کی بحث میں فرماتے ہیں:

عبد الله بن ظَالِم عَن سعيد بن زيد الْعشْرَة فِي الْجنَّة قَالَ

البُخَارِیّ لم یَصح۔

''عبداللہ بن ظالم عن سعید بن زید کے طریق سے جو''اَلْعشَرَۃ فِی الْجَنَّۃ'' (دس جنتیوں) والی حدیث مروی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ روایت صحیح نہیں۔'' (المغنی فی الضعفاء:3225)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسے الضعفاء میں لائے ہیں، یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔آپ نے اسے''دیوان الضعفاء:2212''،اور''میزان الاعتدال :2/447''میں بھی ذکر کیا ہے۔

اور ہلال بن یساف اور عبداللہ بن ظالم کے درمیان جس راوی (ابن حیان) کا واسطہ ہے اسے آپ نے''مجہول'' قرار دیا۔(دیوان الضعفاء:5098)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی ابن حیان کے متعلق کہا''لا یعرف''یعنی مجہول۔

(لسان المیزان:5743)

محدثین کی تصریحات سے معلوم ہوا:

(۱) سند میں بظاہر اگرچہ ہلال عن عبداللہ ہے، جس سے سند کے صحیح ہونے کا وہم ہوتا ہے مگر یہ روایت ہلال نے عبداللہ سے سنی ہی نہیں۔

(۲) ان دونوں میں ایک راوی ہے، اور ہلال بن یساف نے یہ حدیث اس سے سنی ہے۔

(۳) اور وہ راوی''ابن حیان/حیان بن غالب'' ہے، جو کہ مجہول ہے۔

(۴) محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایات میں ہی یہ تصریحات موجود ہیں، مگر مرزا صاحب اسے کبھی بیان نہیں کرتے بلکہ چھپا لیتے ہیں، اور مرزا صاحب یہی روایات بیان کر کے کہتے ہیں کہ علماء نے حق چھپایا ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

سند ضعیف ہے، ہلال بن یساف کا عبداللہ بن ظالم سے سماع نہیں ہے، دونوں میں ابن حیان کا واسطہ ہے۔ (اور) ابن حیان مجہول ہے۔ (دفاع صحابہ: 554)

شیخ شعیب الأرنؤوط (تخریج ابوداؤد: 4277) اور علامہ محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی (الجامع الکامل: 12/293) نے بھی اسے معلول (ضعیف) قرار دیا اور ابن حیان کو مجہول کہا ہے۔

تنبیہ: شیخ شعیب الأرنؤوط نے سنن ابوداؤد کی زیر بحث روایت کے صرف مرفوع حصے کو صحیح قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ عبداللہ بن ظالم کی متابعت موجود ہے، یعنی اس میں موجود حراء پہاڑ کا واقعہ اور عشرہ مبشرہ والی حدیث دیگر صحیح اسانید سے موجود ہیں۔ لیکن باقی قصہ غیر ثابت ہے۔ ان تمام محدثین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ علامہ البانی وزبیر رحمہما اللہ سے اس روایت کو صحیح کہنے میں خطا ہوئی ہے، کیونکہ محدثین کی یہ تصریحات ان سے مخفی رہ گئی ورنہ آپ ضرور اسے ضعیف ہی لکھتے۔

سنن ابوداؤد: 3774 میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ موجود ہے:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ۔

اب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند بظاہر متصل معلوم ہوتی ہے مگر جس طرح مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت (سنن ابوداؤد: 4648) کے بعد اور متن سے قبل امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ ہلال بن یساف اور عبداللہ بن ظالم کے مابین ایک اور راوی بھی ہے، اسی طرح اس سند کے متعلق بھی لکھا: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَسْمَعْهُ جَعْفَرٌ مِنَ الزُّهْرِيِّ۔

''یہ حدیث جعفر نے زہری سے نہیں سنی''، پھر اس کے بعد وہ سند ذکر فرمائی کہ جس میں جعفر اور زہری کے درمیان مجہول راوی کا واسطہ موجود ہے۔

اب اس روایت کی تخریج میں علامہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إسناده ضعيف، جعفر بن برقان لم يسمع هَذَا الحديث من الزهري .كما بينه أبو داود.بينهما رجل مجهول۔

''اس کی سند ضعیف ہے، جعفر بن برقان نے یہ حدیث زہری سے نہیں سنی جیسا کہ امام ابو داوٗد نے واضح کیا ہے، اور ان دونوں کے درمیان ایک مجہول راوی ہے۔'' (انوار الصحیفۃ: ص 134)

لہٰذا ہمیں کوئی شیخ زبیر صاحب کا حوالہ دے کر دھوکا نہ دے۔

مرزا صاحب مجہول راویوں کی روایات کو جھوٹی، جعلی اور فارغ روایات قرار دیتے ہیں، مگر صحابہ پر تنقید کا ایسا جنون ہے کہ اس کے لیے جو کچھ بھی مل رہا ہے بلا تمیز پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور انہی ضعیف روایات کی بنیاد پر آپ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کو اچھالتے اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ مودودی صاحب نے جو کچھ تاریخ سے پیش کیا ہے ہم نے وہ سب احادیث کی کتب سے ثابت کر دکھایا ہے، اور اسے آپ بہت ہی بڑا معرکہ اور انکشاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کے دلائل آپ کے سامنے ہی ہیں، ذرا بتائیں تاریخی روایات اور احادیث کی کتب میں موجود مجہول راویوں کی روایات میں آخر فرق کیا ہے؟ لہٰذا یہ بات خوب سمجھ لیں کہ مرزا صاحب نے کوئی نیا اور انوکھا کام نہیں کیا، بلکہ آپ نے بھی ضعیف اور غیر ثابت روایات ہی جمع کی ہیں۔

دلیل نمبر: 5

ریاح بن حارث بیان کرتے ہیں کہ:

كُنتُ قَاعِدًا عِندَ فُلَانٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَعِندَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، فَجَاءَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهِ وَحَيَّاهُ وَأَقْعَدَهُ عِندَ رِجْلِهِ عَلَى السَّرِيرِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يُقَالُ لَهُ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهُ فَسَبَّ وَسَبَّ،

فَقَالَ سَعِيدٌ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا الرَّجُلُ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيًّا. قَالَ: أَلَا أَرَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ. أَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، وَإِنِّي لَغَنِيٌّ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْأَلَنِي عَنْهُ غَدًا إِذَا لَقِيتُهُ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَسَاقَ مَعْنَاهُ. ثُمَّ قَالَ: لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ۔

''میں فلاں شخص کے پاس کوفہ کی مسجد میں بیٹھا تھا اور ان کے پاس (کچھ) اہل کوفہ بھی تھے، حضرت سعید بن زید عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ آئے تو اس (فلاں شخص) نے ان کو مرحبا اور خوش آمدید کہا اور انہیں چار پائی پر اپنے پیروں کی جانب بٹھالیا، پھر اہل کوفہ میں سے ایک شخص آیا جسے قیس بن علقمہ کہا جاتا تھا، پس وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور مسلسل سَب کرنے لگا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کس پر سَب کر رہا ہے؟ جواب دیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر۔ تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے پاس اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سَب کیا جا رہا ہے اور نہ تو منع کیا جا رہا ہے اور نہ ہی اس پر غصہ کیا جا رہا ہے، حالانکہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اور بے شک میں اس بات سے بے پرواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ایسی بات کہوں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہی نہ ہو اور کل (قیامت کے روز) جب میں ان سے ملوں تو مجھے اس کا جواب دہ ہونا پڑے (یعنی جب میں ان پر جھوٹ بولوں گا ہی نہیں تو اس بارے میں جواب دہ ہونے سے بھی بے پرواہ ہوں)۔ (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:) ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، (عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں...... مکمل حدیث آگے آرہی ہے)۔اس کے بعد سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی بھی صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چہرے کا غبار آلود ہونا تمہارے اعمال سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے بقدر عمر ہی دے دی جائے۔"

(سنن ابوداود: 4650)

اس کے ساتھ آپ مسند احمد کا طریق بیان کرتے ہیں:

أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ، وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ يُدْعَى سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ، فَحَيَّاهُ الْمُغِيرَةُ، وَأَجْلَسَهُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ عَلَى السَّرِيرِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، فَاسْتَقْبَلَ الْمُغِيرَةَ، فَسَبَّ، وَسَبَّ، فَقَالَ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا يَا مُغِيرَةُ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: يَا مُغِيرَ بْنَ شُعْبَ، يَا مُغِيرَ بْنَ شُعْبَ ثَلَاثًا، أَلَا أَسْمَعُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ؟ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ، فَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ أَرْوِي عَنْهُ كَذِبًا يَسْأَلُنِي عَنْهُ إِذَا لَقِيتُهُ، أَنَّهُ قَالَ: "أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ". وَتَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَهُ لَسَمَّيْتُهُ. قَالَ: فَضَجَّ أَهْلُ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُونَهُ: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ، مَنِ التَّاسِعُ؟

قَالَ: نَاشَدْتُمُونِي بِاللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَظِيمٌ، أَنَا تَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاشِرُ، ثُمَّ أَتْبَعَ ذٰلِكَ يَمِينًا، قَالَ: وَاللّٰهِ لَمَشْهَدٌ شَهِدَهُ رَجُلٌ يُغَبِّرُ فِيهِ وَجْهَهُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ، وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ۔

''ریاح بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بڑی مسجد میں تھے اور ان کے دائیں اور بائیں جانب کوفہ کے کچھ لوگ تھے، (وہاں) ایک شخص آئے جنہیں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مرحبا کہا اور انہیں اپنی چارپائی پر اپنے پیروں کی جانب بٹھا لیا۔ پس ایک کوفی شخص آیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسلسل سَب کرنا شروع کر دیا، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مغیرہ یہ کس پر سَب کر رہا ہے؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سَب کر رہا ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مغیرہ بن شعب، اے مغیرہ بن شعب،۔ تین دفعہ کہا۔ (پھر فرمایا) کیا میں نہیں سن رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پر آپ کے پاس سَب کیا جا رہا ہے اور نہ تو انہیں منع کیا جا رہا ہے اور نہ ہی غصہ کیا جا رہا ہے، حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں جو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جھوٹی بات بیان نہیں کروں گا کہ جس کی وجہ سے مجھے کل کو آپ کے حضور جواب دہ ہونا پڑے۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں اور سعد بن مالک جنتی ہیں رضی اللہ عنہم، اور ایک نواں مومن بھی

جنت میں ہے اگر میں چاہوں تو اس کا نام بھی بتا دوں۔ تو اس پر مسجد میں موجود لوگ آپ کو اللہ کا واسطہ دینے لگے کہ اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نواں کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مجھے اللہ کا واسطہ دیتے ہیں، اللہ بہت عظیم ہے، وہ نواں مؤمن میں ہوں (جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی تھی) اور دسویں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دائیں جانب متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: کسی بھی صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں چہرے کا غبار آلود ہونا تمہارے اعمال سے افضل ہے اگرچہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر دے دی جائے۔"

(مسند احمد: 1629)

اب ذرا مرزا صاحب کا مدعا یاد کریں اور دیکھیں کہ اس مدعے کے مطابق اس میں کوئی ایک بھی بات موجود ہے؟ کہیں کوئی منبر؟ کسی گالی یا لعنت کا ذکر، ساٹھ سال؟ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی تذکرہ؟

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کا مدعا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا کہ آپ گالیاں یا لعنت کرتے بھی اور کرواتے بھی، لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں، ان اینکر صاحب کے جواب پر تو آپ گھوم گئے تھے کہ ہاں نہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق علیحدہ سے احادیث ہیں، مگر ہم آپ کی پیش کردہ ان علیحدہ احادیث کو بھی دیکھ رہے ہیں، ابھی تک تو اس کا کوئی سراغ نہیں ملا، اللہ جانے وہ علیحدہ احادیث کہاں ہیں جن کا آپ نے شور مچا رکھا ہے۔

دوسری بات: یہاں بھی لفظ سَب استعمال ہوا ہے، مگر مرزا صاحب ترجمہ "گالی" کے کر رہے ہیں، کیوں؟ کہیں گالیاں کافی پسند تو نہیں؟

تیسری بات: سَب کرنے والا نہ ہی کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اور نہ ہی سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، اور نہ ہی بنو امیہ سے تعلق رکھنے والا ہی کوئی شخص تھا کہ جس سے

آپ اسے کسی طریقے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر سکیں۔ بلکہ وہ کوئی کوفی شخص تھا، اور نہ ہی حضرت مغیرہ یا جناب معاویہ رضی اللہ عنہما نے اسے اس کا حکم دیا۔

چوتھی بات: کہ مرزا صاحب یا تو اپنی کم علمی کی بنا پر اور یا تو بات کو غلط رنگ دینے کے لیے ابو داؤد کی روایت میں موجود لفظ ''فَاسْتَقْبَلَهُ'' کا ترجمہ ''حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا استقبال کیا'' کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں! مرزا صاحب نے خود ہی اپنے ریسرچ پیپر میں مسند احمد کی روایت کے تحت یہاں ترجمہ ''اس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر..........'' کیا ہے۔ اور ''استقبال کیا'' والا ترجمہ کر کے آپ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ دیکھیں ایسے لوگوں کو کیسے پروٹوکول دیا جا رہا ہے، اور یہ کہ وہ شخص حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا کوئی خاص آدمی ہے۔ حالانکہ ایسا کچھ ثابت نہیں!

پانچویں گزارش: یہ بات درست ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اسے منع کرنا چاہیے تھا، لیکن اس وجہ سے ان پر الزام لگانا اور بدگمانی کرنا ہرگز جائز نہیں کہ وہ بھی اس میں ملوث تھے (نعوذ باللہ)۔ مرزا انجینئر صاحب کا کہنا کہ:

''انہوں نے منع کیا کرنا تھا وہ خود نکلواتے تھے'' سو فیصد غلط اور بے دلیل ہے، آخر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی خود ایسا کیا ہو یا اس کا حکم ہی دیا ہو؟ مرزا صاحب نے جو سنن ابو داؤد اور سنن نسائی الکبری کے حوالے سے روایت پیش کی ہے اس کا حال آپ دیکھ چکے ہیں، اس میں مجہول راوی ہے اور مرزا صاحب ایسی روایات کو جعلی اور جھوٹی روایات قرار دیتے ہیں۔ یا یہ ثابت کیجیے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی ذاتی نفرت و عداوت تھی۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں، لہٰذا جب ایسا کچھ ثابت ہی نہیں تو اس بنا پر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الزام تراشی یا ان کے متعلق بدگمانی، اور پھر ان باتوں کی وجہ سے ان پر طعن کرنا ناجائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔

''تم بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی چیز ہے۔''

(صحیح بخاری: 6066)

جب بدگمانی کسی عام شخص کے بارے میں جائز نہیں تو پھر کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے؟

امام ابوزکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ إِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

''حق بات اور اہل سنت کا منہج یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، اور ان کے باہمی اختلافات کے معاملے میں اپنی زبانیں بند رکھی جائیں۔'' (شرح النووی علی مسلم: 18/11)

اگر کوئی ضد کرے اور کہے کہ اس کوفی کے عمل پر ان کی خاموشی اس کی تائید ہی تھی، تو ہم کہیں گے کہ اگر ایسا ہے تو پھر اس کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے اصلاحی بیان پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بالکل خاموش رہنا اور ان کی مخالفت نا کرنا بھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جناب سعید رضی اللہ عنہ کے بیان کی تائید ہے، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اصلاح فرمالی، اور پھر اس کے بعد کبھی بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، اگر ہے تو پیش کریں۔ لہٰذا اب سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اور ان کے متعلق دل میں میل رکھنا اور ان کے ذکر خیر کی بجائے ان کی برائی کرنا بالکل حرام ہے۔ لیکن اس حوالے سے بھی انجینئر صاحب اپنی ڈیوٹی بڑی ذمہ داری کے ساتھ پوری کر رہے ہیں اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی زبان درازی سے پیچھے نہیں رہتے۔ حالانکہ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور ان پر سَب کرنا حرام ہے، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ آخر جناب علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا حرام ہے تو بعض صحابہ کو

برا بھلا کہنے کی اجازت آپ کو کون سی آیت یا حدیث سے ملی ہے؟ لہٰذا یہاں بھی مرزا صاحب دوغلے ہیں۔

مرزا صاحب اسی روایت میں جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ ہماری دعوت کا نچوڑ ہے، کہ اس کوفی نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو سیدنا سعید بن زید فوراً ان کے دفاع میں بول اٹھے، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''صحابہ'' کو برا بھلا کہا جا رہا ہے؟ غور کیجیے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ''کسی صحابی'' کو برا کہا جا رہا ہے۔ انہوں نے ایک صحابی کی گستاخی کو تمام صحابہ کی گستاخی جانا، تو ہمارا مدعا کیا ہے؟ ہم بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ بھئی کسی بھی صحابی پر تنقید کرنا، ان کے لیے دل میں بغض اور عداوت رکھنا جائز نہیں ہے، اور تمام صحابہ کا احترام ہم پر واجب ہے، یہ نہیں کہ کچھ صحابہ کرام کی بڑھ چڑھ کر عزت کی جائے، ان سے محبت اور اخلاص بھرے جذبات رکھے جائیں اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کی جائے، ان کو رات دن برا بھلا کہا جائے، ان پر الزامات لگائے جائیں اور لوگوں کو ان کے متعلق منفی تاثر دیا جائے، یہ کوئی محبت نہیں ہے۔ یاد رکھیں اگر کوئی تمام صحابہ کا گستاخ ہے، تو صرف وہی گستاخ نہیں بلکہ اگر کوئی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی گستاخ ہے تو وہ گستاخ ہی ہے، صحابہ سے محبت کرنے والا نہیں! کیوں کہ صحابہ کی عزت و احترام اور ان سے محبت کا تو تقاضا ہے کہ تمام صحابہ سے دل و جان سے بڑھ کر محبت کی جائے اور بڑھ چڑھ کر تمام صحابہ کا احترام کیا جائے۔

سید ولد آدم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنیے:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ......

''میرے صحابہ کا احترام کرو کیوں کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں۔''

(سنن نسائی الکبری: 9179،9178، شرح السنۃ للبغوی: 28/9)

دوسری روایت میں ہے:

أَحْسِنُوا إِلَى أَصْحَابِي......

''میرے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

(مسند احمد: 177)

اور ایک روایت میں ہے:

اِسْتَوْصُوا بِأَصْحَابِي خَيْرًا......

''میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔''

(مسند احمد: 114، سنن ترمذی: 2165)

یہ ایک ہی حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ علامہ البانی، شیخ شعیب الارنووط اور مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے ساتھ خیر و بھلائی، حسن سلوک اور ان کی عزت و احترام کرنے کا حکم فرمایا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ بعض کا احترام بڑھ چڑھ کر کرنا اور بعض کا نہیں۔

امام ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن السنة تولى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبتهم وذكر محاسنهم، والترحم عليهم، والاستغفار لهم والكف عن ذكر مساوئهم وما شجر بينهم، واعتقاد فضلهم ومعرفة سابقتهم۔

''اور یہ بھی سنت میں سے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوست رکھا جائے، اور ان سے محبت کی جائے، اور ان کی اچھائیاں بیان کی جائیں، اور ان کے لیے رحم اور استغفار کی دعائیں کی جائیں، اور ان کی غلطیوں اور ان کے باہمی اختلافات کے بیان کرنے سے رکے رہنا چاہیے، اور ان کی فضیلت کا عقیدہ رکھا جائے، اور ان کی اسلام میں سبقت کو پہچانا جائے۔''

(لمعۃ الاعتقاد: 39)

امام ابوبکر محمد بن حسین الآجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ جَاءَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَطْعَنَ فِي بَعْضِهِمْ وَيَهْوٰى بَعْضَهُمْ وَيَذُمَّ بَعْضًا وَيَمْدَحَ بَعْضًا فَهٰذَا رَجُلٌ طَالِبُ فِتْنَةٍ وَفِي الْفِتْنَةِ وَقَعَ؛ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ مَحَبَّةُ الْجَمِيعِ وَالِاسْتِغْفَارُ لِلْجَمِيعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَنَفَعَنَا بِحُبِّهِمْ۔

''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ پر طعن کرے اور بعض سے محبت رکھے، بعض صحابہ کی مذمت کرے اور بعض کی تعریف کرے تو وہ شخص فتنہ پرور ہے اور فتنے میں مبتلا ہے، کیونکہ اس پر فرض تھا کہ تمام صحابہ کرام سے محبت کرتا اور ان سب کے لیے استغفار کرتا، اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو اور ہمیں ان کی محبت کے سبب فائدہ عطا فرمائے۔''

(الشریعۃ للآجری:5/2485)

مرزا صاحب جن صحابہ کو مطعون کیا کرتے ہیں، ان کی کردار کشی کرتے ہیں ان میں سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، اس جھوٹ کی بنا پر کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے اور اس کا حکم بھی دیتے، حالانکہ یہ بات کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بیعت رضوان والے صحابہ میں سے ہیں۔ جنہیں قرآن نے خصوصی فضیلت سے نوازا ہے (سورۃ الفتح: 18، صحیح مسلم: 6404)۔ حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل کا کوئی منکر نہیں، ہمارا مقصد صرف ان مکاروں کی حقیقت واضح کرنا ہے جو اہل بیت کی آڑ میں صحابہ کو برا کہتے ہیں۔

اور زیر بحث روایت کے آخری حصے پر غور کریں، سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کسی ایک صحابی کو برا بھلا کہنے کو غلط قرار نہیں دیا، بلکہ آپ کا انداز بتا رہا ہے کہ آپ ہر غیر صحابی سے مخاطب ہیں اور فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ تم لوگوں سے

افضل ہیں، اور اگر تم عمر نوح پا کر بھی نیک اعمال کرتے رہو پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام تم سے بہتر اور افضل ہی رہیں گے، لہٰذا تمہیں کسی بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زبان درازی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے حواری اچھی طرح جان لیں یہ خطاب تمہارے جیسے لوگوں ہی کے لیے ہے، جو حق بیانی کا بہانہ بنا کر صحابہ کرام پر تنقید کرتے ہیں، اور حق گوئی تو محض فراڈ ہے بلکہ آپ ان پر جھوٹے الزامات ہی لگاتے ہیں، اب یہی مسئلہ دیکھ لیں کہ سیدنا معاویہ و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما پر کتنا بڑا الزام ہے کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے، انہیں گالیاں دیتے اور اس کا حکم بھی دیتے۔ لیکن انجینئر صاحب کے بیان کردہ دلائل آپ دیکھ ہی رہے ہیں، تو یہ الزام نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر ہم مرزا صاحب کی مخالفت میں کھڑے ہیں تو در اصل ہم سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والوں کا علمی رد کر رہے ہیں، جبکہ مرزا صاحب اس روایت میں موجود کوفی اور روافض کے نقش قدم پر ہیں۔

دلیل نمبر:6

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: أَيُسَبُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَنَابِرِ؟ قُلْتُ: وَأَنَّى ذَلِكَ؟، قَالَتْ: أَلَيْسَ يُسَبُّ عَلِيٌّ وَمَنْ يُحِبُّهُ فَأَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّهُ۔

"ابو عبد اللہ الجدلی نے بیان کیا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا منبروں پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سَب کیا جاتا ہے؟ میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان سے محبت کرنے والوں پر سَب نہیں کیا جاتا؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے۔" (مسند ابی یعلی: 7013)

مرزا صاحب جان بوجھ کر ہر جگہ لفظ "سَب" کا ترجمہ گالی کرتے ہیں، کیونکہ

آپ کے ذہن میں مودودی اور اسحاق جھالوی کے بولے ہوئے جھوٹ اور الزامات گردش کر رہے ہیں، اور پھر آپ یہ دعویٰ بھی کر بیٹھے ہیں کہ جی ہم نے وہ سب باتیں احادیث کی کتب سے ثابت کی ہیں (جو انہوں نے تاریخی روایات سے)، پھر آپ کو کسی نا کسی طریقے ان روایات میں گالی یا لعنت کا لفظ تو گھسیڑنا ہی ہے نہ۔ حالانکہ ہم (دلیل نمبر: 1) کے تحت یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب کا اس لفظ کا ترجمہ گالی یا لعنت کرنا غلط ہے۔ مرزا صاحب اس روایت کی بنا پر کہا کرتے ہیں کہ خطباء کا یہ سلوگن ہوا کرتا تھا کہ ''علی پر لعنت، علی سے محبت کرنے والوں پر لعنت'' اور ظلم یہ ہے کہ اس چیز کی نسبت بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف کی جاتی ہے کہ یہ سب انہی کہ حکم سے ہوتا۔

تو عرض ہے کہ نہ تو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، نہ ہی کوئی اشارہ، نہ ہی یہ بات ان سے ثابت ہے کہ انہوں نے کبھی منبر کے علاوہ بھی ایسا نعرہ لگایا ہو منبر پر تو بہت دور کی بات ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے کہ انہوں نے کبھی اس کا حکم دیا ہو، تو بھلا اس سب کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہے؟

مرزا صاحب اپنا کوئی بھی مدعا صرف دلیل کی بنیاد پر ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اس دلیل کے ساتھ انہیں دو چار جھوٹ لازمی طور پر بولنے پڑتے ہیں۔ تو یہاں بہت سے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ یہ بھی بولتے ہیں کہ یہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوتا تھا۔ جبکہ اس کا بھی نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ کبھی مرزا صاحب نے اس کی کوئی دلیل پیش کی ہے، روایت آپ کے سامنے ہے اگر کسی کو اس میں اس بات کا کوئی سراغ نظر آ رہا ہو کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے تو ہم سے اختلاف رائے رکھ سکتا ہے، اور اگر نہیں تو سمجھ جایئے کہ یہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف مرزا صاحب کی سازشیں ہیں، اور حق گوئی کے نام پر آپ صحابہ پر الزامات لگا رہے ہیں۔

اس روایت کے بعد ہمیشہ مرزا صاحب یہ کہا کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سَب کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سَب کرنا ہے! انجینئر صاحب نے اپنے ریسرچ پیپر

میں بھی اس روایت میں اپنی طرف سے یہ بریکٹ گھسیڑی ہے کہ ''یعنی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منبروں پہ گالیاں دینا حقیقت میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ گالیاں بکنے کے ہی مترادف ہے'' حالانکہ اس میں ایسا کچھ موجود ہی نہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سَب کیا جاتا ہے، تو اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہوتے ہیں، کیونکہ آپ علیہ السلام سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ یہ تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا ہی نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنا ہے۔ اور اگر بات ایسی ہوتی بھی تو ہمیں اس سے کوئی مسئلہ نہیں، کیونکہ نہ ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور نہ ہی سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے، لیکن انجینئر صاحب کے اس منطق کی وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ آپ اس سے ایک عجیب وغریب رزلٹ نکالتے ہیں۔

انجینئر صاحب کا بیان ہے کہ ''سَب'' سے مراد کسی کا برائی سے ذکر کرنا ہو سکتا ہے، لیکن پھر کہتے ہیں کہ یہاں سَب کا مطلب گالی ہی ہے، اور دلیل کے طور پر یہی روایت پیش کر کے کہتے ہیں:

> ''دیکھیں کہ مسند ابی یعلیٰ کے اندر موجود ہے کہ ام سلمہ کہتی ہیں: لوگوں! تمہارے منبروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گالیاں بکی جاتی ہیں، تو انہوں نے کہا: معاذ اللہ کون گالی بکے گا؟ انہوں نے کہا: علی سے محبت کرنے والوں کو تم سَب نہیں کرتے ہو؟ (پھر مرزا صاحب اس میں رنگ بھرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:) اب وہاں سَب کا ترجمہ تو تنقید ہو ہی نہیں سکتا! کیا حضرت علی پر تنقید نبی علیہ السلام پہ تنقید ہے؟ کیا حضرت عمر پر تنقید حج تمتع کے مسئلے پہ۔ صحابہ کا۔ نبی علیہ السلام پہ تنقید ہے؟ نہیں! تو پھر تو یہ بات ہی جعلی ہو جائے، وہ گالی دے رہے تھے نہ، ہاں! حضرت علی کو گالی دینا نبی علیہ السلام کو گالی دینا ہے،

کیوں؟ وہ ام سلمہ کہتی ہیں: تم علی سے محبت کرنے والے کو گالی دیتے ہو تو میں حضور کی بیوی گواہی دیتی ہوں کہ سب سے زیادہ تو نبی علیہ السلام علی سے محبت کرتے تھے، جب تم علی کو برا کہہ رہے ہوتے ہو دراصل نبی علیہ السلام کو برا کہہ رہے ہوتے ہو۔ تو تنقید کا تو معاملہ ہی نہیں ہے، تنقید ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا، حدیث اپنے الفاظ خود حفاظت کرتی ہے۔"

ILMI-o-Tahqeeqi MAJLIS no. 28 - 2:23:20

اب ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ آخر مرزا صاحب کہہ کیا رہے ہیں یا کہنا کیا چاہتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ویڈیو کی طرف بھی رجوع کر سکتے ہیں وہاں پر بھی آپ کو کھچڑی ہی پکی نظر آئے گی، ہم نے اس منطق کو سمجھنے کے لیے مرزا صاحب کی دیگر ویڈیوز کو بھی پرکھا ہے کہ شائد کہیں فصاحت یا وضاحت موجود ہو، انہی میں آپ کی ایک مشہور ویڈیو "Maslah 157, part a" بھی ہے، لیکن وہاں بھی انہی الفاظ کے ساتھ لب کشائی کی گئی ہے۔ (دورانیہ 1:24:40)

یا پھر شاید انجینئر صاحب کے استدلالات اس قدر دقیق اور لطیف ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو ان کی سمجھ ہی نہیں آتی۔

بہر حال جو بھی ہو اس سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، آپ کہتے ہیں کہ یہ سب ان کے حکم سے ہوتا تھا لیکن اس روایت میں تو ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں، نہ ہی مرزا صاحب نے کوئی اور دلیل پیش کی ہے۔ لہٰذا جب یہ ثابت ہی نہیں کہ یہ واقعہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے، یا یہ سب ان کے حکم یا اجازت سے ہوتا تو ان پر اعتراض کرنا فضول ہے۔

دلیل نمبر: 7،8

ابوبکر بن خالد کا بیان ہے کہ:

رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ: ذُكِرَ أَنَّكُمْ تَسُبُّونَ

عَلِيًّا قُلْتُ: قَدْ فَعَلْنَا قَالَ: لَعَلَّكَ سَبَبْتَهُ؟ قُلْتُ: مَعَاذَ اللهِ قَالَ: لَا تَسُبَّهُ، فَإِنْ وُضِعَ الْمِنْشَارُ عَلَى مِفْرَقِي عَلَى أَنْ أَسُبَّ عَلِيًّا مَا سَبَبْتُهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَمِعْتُ۔

''میں نے مدینہ میں جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سَب کرتے ہو۔ میں نے کہا: واقعی ایسا ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا شائد کہ تم بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سَب کرتے ہو۔ میں نے کہا: معاذ اللہ! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تو پھر آئندہ بھی کبھی) ان پر سَب مت کرنا، اور اگر میرے سر پر آری رکھ دی جائے کہ میں ان پر سَب کروں تو پھر بھی میں کبھی ایسا نہیں کروں گا بعد اس کے کہ جو کچھ میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھا ہے۔''

(سنن نسائی الکبریٰ: 8423)

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فَبَيْنَا أَنَا أَطُوفُ فِي السُّوقِ إِذْ بَلَغْتُ أَحْجَارَ الزَّيْتِ، فَرَأَيْتُ قَوْمًا مُجْتَمِعِينَ عَلَى فَارِسٍ قَدْ رَكِبَ دَابَّةً، وَهُوَ يَشْتِمُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَالنَّاسُ وُقُوفٌ حَوَالَيْهِ إِذْ أَقْبَلَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: رَجُلٌ يَشْتِمُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَتَقَدَّمَ سَعْدٌ فَأَفْرَجُوا لَهُ حَتَّى وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: يَا هَذَا، عَلَامَ تَشْتُمُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ؟ أَلَمْ يَكُنْ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ؟ أَلَمْ يَكُنْ أَوَّلَ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَلَمْ يَكُنْ أَزْهَدَ النَّاسِ؟ أَلَمْ يَكُنْ أَعْلَمَ النَّاسِ؟ وَذَكَرَ حَتَّى قَالَ: أَلَمْ يَكُنْ خَتَنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَتِهِ؟ أَلَمْ يَكُنْ صَاحِبَ رَايَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَوَاتِهِ؟ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا يَشْتِمُ وَلِيًّا مِنْ أَوْلِيَائِكَ، فَلَا تُفَرِّقْ هٰذَا الْجَمْعَ حَتّٰى تُرِيَهُمْ قُدْرَتَكَ. قَالَ قَيْسٌ: فَوَاللهِ مَا تَفَرَّقْنَا حَتّٰى سَاخَتْ بِهِ دَابَّتُهُ فَرَمَتْهُ عَلَى هَامَتِهِ فِي تِلْكَ الْأَحْجَارِ، فَانْفَلَقَ دِمَاغُهُ وَمَاتَ۔

''قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا، ایک دفعہ میں بازار میں جا رہا تھا، جب مقام احجار الزیت پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو سواری پر سوار تھا، وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا، اسی اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور وہ بھی وہیں کھڑے ہو گئے، لوگوں سے پوچھا: کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا ہے، حضرت سعد آگے بڑھے، لوگوں نے ان کو راستہ دے دیا، حضرت سعد اس آدمی کے قریب آ گئے اور فرمایا: ارے، تم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں کیوں دے رہے ہو؟ کیا وہ سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے تھے؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے سب سے پہلے شخص نہیں تھے؟ کیا وہ سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت نہیں تھے؟ کیا وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے نہیں تھے؟ اس کے علاوہ بھی کچھ چیزوں کا ذکر کیا حتیٰ کہ یہ بھی کہا: کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد نہیں تھے؟ کیا وہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمبردار نہیں تھے؟ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ بلند کر کے یوں دعا مانگی ''اے اللہ! یہ شخص تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالی دے رہا ہے، یا اللہ! یہ مجمع ختم ہونے

سے پہلے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا''۔ حضرت قیس کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں سے ہٹے نہیں تھے کہ اس کی سواری بدک گئی، اس سواری نے اس آدمی کو سر کے بل پتھروں میں گرا دیا جس کی وجہ سے اس کی کھوپڑی کھل گئی اور اس کا بھیجا باہر آ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔'' (المستدرک للحاکم: 6121)

اب بظاہر تو مرزا صاحب کے مدعے کے مطابق ان روایات میں کچھ نہیں ہے، لیکن جب آپ انہیں مرزا صاحب کی explanations اور بریکٹوں کے ساتھ سنیں اور پڑھیں گے تو آپ کو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ملے گا اور اس کارروائی کا سارا ملبا بھی انہی کے کندھوں پر رکھا جائے گا۔ حالانکہ اب تک مرزا صاحب کے جتنے بھی پیش کردہ دلائل دیکھے جا چکے ہیں کسی میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی خود سیدنا جناب علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا ہو، لعنت تو بہت دور کی بات ہے! نہ ہی یہ ثابت ہے کہ آپ کے حکم یا اجازت سے ایسا کچھ ہوا ہو۔

اگر کسی نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی یا ان پر لعنت کی تو ہم اس قبیح فعل کی واضح طور پر مذمت کرتے ہیں، اور اللہ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو ایسے شخص پر جو علی و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، ہیں اور قیامت تک جو آئیں گے۔ لیکن ہم منافق اور دوغلے نہیں ہم ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ میں سے کسی کو گالی دینے والے، لعنت کرنے والے، ان پر تنقید کرنے والے، ان سے بغض رکھنے والے اور ان پر جھوٹے الزامات لگانے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام کا احترام کرنے اور ان سے محبت رکھنے کا درس دیا ہے، لیکن روافض اور روافض کے نقش قدم پر چلنے والے یہ بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ہم تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے بعض صحابہ پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے۔

انجینئر صاحب اس موضوع پر بات کرتے ہوئے اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں

نے ریسرچ پیپر میں اس حوالے سے تمام روایات درج کر دی ہیں۔تو الحمدللہ ہم نے اللہ کی توفیق سے وہ تمام دلائل یہاں ذکر کر دیے ہیں، اور ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایات میں سے کسی ایک میں بھی ایسی کوئی چیز موجود نہیں کہ جس کا آپ نے دعویٰ کیا ہے۔تو کیا یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹا الزام نہیں؟ کسی عام سے عام مسلمان پر بہتان لگانا بھی حرام ہے، تو پھر جو اس امت کے سب سے بہترین اور افضل لوگ ہیں ان کے بارے میں اس کا کیا حکم ہو گا؟

علامہ سیوطی و محمد بن عبدالوہاب کے نام پر دھوکہ:

احادیث کی کتابوں سے تو آپ مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل دیکھ چکے، لیکن مرزا صاحب سے کبھی بھی دوغلے پن کا مظاہرہ کیے بغیر رہا نہیں جاتا، لہٰذا آپ اس مسئلے میں ایک بے سند تاریخی روایت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر اکثر بیان کیا کرتے ہیں۔اس پر مرزا صاحب کی باقاعدہ ایک ویڈیو موجود ہے۔روایت نقل کرنے سے پہلے مرزا صاحب اپنے معمول کے مطابق اپنا الو سیدھا کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کے پل باندھتے ہیں، کہ جی وہ انٹرنیشنل بزرگ ہیں، اسلام کے مجدد تھے ......وغیرہ وغیرہ، پھر ان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> ''تو اس (کتاب: تاریخ الخلفاء) میں عمر بن عبدالعزیز والا چیپٹر نکالیں تو یہ بزرگ (علامہ سیوطی) فرماتے ہیں،- کہتے ہیں نہ اکابرین سے بزرگوں سے پوچھ پوچھ کے- انہوں نے باقاعدہ اس عمر بن عبدالعزیز والے چیپٹر میں لکھا ہے: بنو امیہ کے حکمرانوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں سب وشتم اور نازیبا الفاظ کہتے (نوٹ: شتم یا نازیبا جیسے الفاظ عربی متن میں موجود نہیں)، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت سنبھالتے ہی اس کی سختی سے ممانعت فرما دی -ہون اینا نے جلال الدین سیوطی دا نام لینا وی چھڈ دینے، لیکن او بہت وڈا بندے، ایڈا پارا بندے اونوئی اے چھڈ سکدے، اور

انٹرنیشنل بندا ہے یہ، صرف subcontinent میں نہیں پوری دنیا میں مانا جاتا ہے۔ اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ ممالک محروسہ میں آئندہ ایسا نہ ہو اور ان کی شان میں جو نازیبا الفاظ استعمال کیے جاتے تھے ان کی جگہ آئندہ سے یہ الفاظ بولے جائیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر۔90: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ یہ آیت انہوں نے داخل کی کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل و انصاف کرنے کا احسان کا اور تمہیں برائی اور بے حیائی اور بے ہودگی کے کاموں سے منع کرتا ہے، یہ ہے جس کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ کیونکہ بے حیائی کر رہے تھے نہ وہ حضرت علی کے بارے میں یعنی یہ نعوذ باللہ نازیبا الفاظ بول کے، چنانچہ تب سے اب تک خطبات کے آخری جملے یہی پڑھے جاتے ہیں۔"

60 Salo Tak Mola Ali A.S Pr Sab O Shitam Ka Saboot

یہاں سیوطی کی عبارت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، اور ان کے متعلق فرمایا: "لیکن او بہت وڈا بندے، ایڈا پارا بندے اونو ئی اے چھڈ سکدے، اور انٹرنیشنل بندا ہے یہ، صرف subcontinent میں نہیں پوری دنیا میں مانا جاتا ہے"۔ لیکن دوسری طرف مرزا صاحب کا مکروہ چہرا دیکھنے کے لیے ان کی ویڈیو (علمی و تحقیقی مجلس نمبر 15، دورانیہ 2:40:20 اور علمی و تحقیقی مجلس نمبر 24، دورانیہ 31:00) ملاحظہ فرمائیں۔ خود یہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو جھوٹی اور بے سند روایات لکھنے والا کہتے ہیں، لیکن یہاں انہی کی کتاب سے اپنے جھوٹے دعوے کے اثبات کے لیے انہی کی غیر معتبر کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور تاریخ کوئی بھی ہو اگر بے سند ہے تو مرزا صاحب اسے کوڑ کباڑ کہتے ہیں۔ یاد رکھیے! انجینئر صاحب ایک منصف مزاج آدمی ہیں،

اپنے اصول کبھی نہیں بدلتے، اور آپ مودودی کی کمی صحیح الاسناد روایات کی روشنی میں پوری کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مرزا صاحب اسے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرار دے کر بھی بہت بڑا دھوکہ دیتے ہیں، کیوں کہ یہ ان کا اپنا قول ہے ہی نہیں! ضروری نہیں کہ کسی بھی کتاب میں موجود ہر عبارت صاحبِ کتاب کی اپنی بات ہی ہو، یا وہ اسے own بھی کرتا ہو۔ بلکہ وہ محض اس عبارت کا ناقل بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے، کہ علامہ سیوطی اس عبارت سے قبل ''علامہ ذہبی'' کے حوالے سے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، پھر اس کے بعد کہتے ہیں:

وقال غيره: كان بنو أمية يسبون علي بن أبي طالب في الخطبة فلما ولي عمر بن عبد العزيز أبطله، و كتب إلى نوابه بإبطاله، وقرأ مكانه: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَان، الآية [النحل: 90]، فاستمرت قراءتها في الخطبة إلى الآن.

''اور ان (علامہ ذہبی) کے علاوہ کسی نے کہا: بنو امیہ خطبے میں جناب علی رضی اللہ عنہ پر سَب کیا کرتے، پس جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے اس عمل کو ختم کر دیا............'' (تاریخ الخلفاء للسیوطی: 182)

تو اس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف اس عبارت کے ناقل ہیں اور یہ ان کا اپنا قول نہیں ہے، لیکن مرزا صاحب لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے اسے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرار دیتے ہیں۔

اب اس کا قائل کون ہے، یا کس کتاب کی طرف اشارہ ہے؟ اس کی صراحت موجود نہیں، لہٰذا یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، بلکہ انجینئر صاحب کے انداز سے کہیں تو جعلی اور کوڑ کباڑ ہے۔ یہ تاریخی بے سند روایت ہے اور کسی بھی مؤرخ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں جو روایات نقل کروں گا وہ صحیح و مستند ہوں گی، بلکہ اس میں سچ جھوٹ

سب جمع کر دیا جاتا ہے، اس حوالے سے مرزا صاحب کے چند بیانات پیش خدمت ہیں:

''جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے تو تاریخ دانوں نے بڑی محنت کی، ہمارے بزرگ ہیں لیکن انہی بزرگوں نے ہمیں یہ بات سکھائی کہ بغیر کسی کی سند کے حدیث کو قبول نہ کیا جائے اور حدیث میں سند بھی ملے تب بھی اس کو صحیح اور ضعیف اور موضوع (من گھڑت) کا فرق کرنا ہے، تو جب حدیثیں نہیں لی جائیں گی سند کے بغیر اور سند کی صحت کے بغیر تو اقوال جو واقعہ کربلا کے بارے میں ہیں یا یزید کے بارے میں ہیں یا بنوامیہ کے بارے میں ہیں وہ بغیر سند کے کیسے لیے جا سکتے ہیں؟ ہم نبی ﷺ کا فرمان نہیں بغیر سند کے قبول کرتے حالانکہ ہمیں کہا جاتا ہے یہ حدیث ہے، تو ہم ان لوگوں کی، ایرے غیرے لوگوں کی باتیں کس طرح بغیر سند کے قبول کر لیں؟ کبھی نہیں کریں گے! یہی ہمارے محدثین رحمہم اللہ نے ہمیں درس دیا ہے۔''

HUSAINIAT aur Yazeediat ka TAHQEEQI Jaizah - 9:27

ایک ویڈیو میں کہتے ہیں:

''تاریخی روایتیں جو ہیں ان کی اسناد کی تحقیق ہونی چاہیے، یہ نہیں ہے کہ کوئی واقعہ بھی اپنے مطلب کا ملا جس میں کسی صحابی کی توہین آئی تو بیان کرنا شروع کر دیا، بغیر اس کے دیکھے کہ یہ ثابت ہے کہ نہیں۔ مثال کے طور پر یہ شیعہ کے جو عام ذاکرین، رافضی جو ذاکرین ہیں جاہل قسم کے، محرم کے دنوں میں وہ بیان کر رہے ہوتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے اوپر دروازہ پھینکا .... اب یہ سٹوری چونکہ مطلب کی تھی لہٰذا وہ اہل تشیع میں جو راضی ٹائپ کے لوگ ہیں غالی رافضی، انہوں نے لے کے تو بیان کی یہ............''

Azmat e Sahaba r.a, Radd ul Munafiqeen aur Sunni Shia Ikhtelaf ka Jaizah - 1:37:17

لیکن جب بات آتی ہے خود مرزا صاحب کی تو آپ انہی بعض جاہل شیعہ ذاکرین کی طرح جاہل بن جاتے ہیں، اور اپنے مطلب کے تاریخی واقعات بیان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید بھی کرتے ہیں، تو ان شیعہ رافضی اور جاہل ذاکرین اور مرزا صاحب میں کیا فرق ہے؟

مرزا صاحب تاریخ کی کتابوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"دیکھیں جی جو تاریخ ہے اس میں تو جھوٹ سچ سب کچھ مکس ہے ٹھیک ہے نہ، طبقات ابن سعد ہو یا تاریخ ابن کثیر ہو یا تاریخ ابن جریر ہو امام طبری کی یا تاریخ ابن خلدون ہو یا تاریخِ دمشق ہو ابن عساکر کی، اب اس میں یعنی جھوٹ سچ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے، سندیں بیان کر دی گئی ہیں، صحیح ضعیف کے فیصلے کوئی نہیں لگے ہوئے، تو اس لیے ان کی authenticity as such کوئی نہیں رہتی۔ آپ کس طرح اس میں جھوٹ اور سچ میں جو ملاوٹ ہے وہ کس طریقے سے علیحدہ کر سکتے ہیں؟ آپ نہیں کر سکتے، مشکل کام ہے!"

History Books of Islam- Tareekhi Kitabon mein Zaeef Ahadith & Riwayat

جن کتابوں کے انجینئر صاحب نے نام لیے ہیں، یہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "تاریخ الخلفاء" سے کئی صدیوں پہلے کی کتابیں ہیں، تو پھر سیوطی کی بیان کردہ بے سند روایت کا کیا حال ہوگا؟ مرزا صاحب کہتے ہیں: "ان میں اسانید بیان کر دی گئی ہیں صحیح ضعیف کے فیصلے نہیں ہوئے، لہٰذا سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے" تو مرزا صاحب! جو آپ علامہ سیوطی کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں وہاں تو اس کی سند تک موجود نہیں!

آپ ہمیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر ایک بے سند جھوٹی روایت بطور ثبوت پیش کرتے ہیں، جبکہ خود علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسناد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، لَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَ الزُّهْرِيُّ يَوْمًا بِحَدِيثٍ ،فَقُلْتُ: هَاتِهِ بِلَا إِسْنَادٍ، فَقَالَ الزُّهْرِيّ: أَتَرْقَى السَّطْحَ بِلَا سُلَّمٍ۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: اَلْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ۔

''امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سندیں دین کا حصہ ہیں، اگر اسناد نا ہوں تو کوئی بھی شخص جو چاہے کہہ دیتا! اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دن امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی تو میں نے کہا: اسے بغیر سند کے بیان کیجیے! امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا تم بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا چاہتے ہو؟

اور امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسناد مؤمن کا ہتھیار ہیں۔''

(تدریب الراوی:2/605)

اب اس کے بعد ہم انہی کی بیان کردہ بے سند روایت کو کس طرح معتبر جان سکتے ہیں؟

افسوس در افسوس کہ مرزا صاحب کی بیان کردہ اس جھوٹی تاریخی روایت میں بھی نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے، اور نہ ہی یہ کہ انہوں نے اس کا حکم دیا، نہ ہی گالیوں یا لعنتوں کا تذکرہ ہے، اور نہ ہی ساٹھ سال کا! جبکہ مرزا صاحب کا مدعا کیا ہے؟ پتہ نہیں کون جاہل ہیں جو مرزا صاحب کے ان حوالوں پر مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں، اور انہیں اپنا امام مانتے ہیں۔

انجینئر صاحب! اپنے مطلب کے لیے تو آپ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑھا چڑھا کر بیان کر دیا، لیکن ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ یہ سب بس اپنی جھوٹی دلیل

میں وزن پیدا کرنے کے لیے کرتے ہیں کہ جس کی جو بات اپنے مطلب کی لگی وہ سب سے بڑا امام، محدث اور مجتہد ہے۔ اور یہ بہت بڑا انسان صرف مرزا صاحب کے مفاد کی حد تک ہی بڑا ہوتا ہے، اور اس نے جو مثبت پہلو بیان کیا ہوتا ہے وہ کبھی بھی بیان نہیں کرتے بلکہ صرف چن چن کر اپنے مطلب کی چیزیں لیتے ہیں کہ جس سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیا جا سکے۔ تو آیئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق اور فضائل میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیں:

وعن علي قال: لا تكرهوا إمرة معاوية، فإنكم لو فقدتموه لرأيتم الرءوس تندر عن كواهلها۔

''اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، کیوں کہ اگر تم لوگوں نے انہیں کھو دیا تو سروں کو دھڑوں سے جدا ہوتے ہوئے دیکھو گے۔''

(تاریخ الخلفاء: 149)

وقال إبراهيم بن ميسرة: ما رأيت عمر بن عبد العزيز ضرب أحدًا في خلافته، غير رجل واحد تناول من معاوية، فضربه ثلاثة أسواط۔

''ابراہیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ جناب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت میں کسی کو مارا ہو، سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان درازی کی تھی تو آپ نے اسے تین کوڑے لگائے۔'' (تاریخ الخلفاء: 177)

اس کی سند تاریخ دمشق: 59 / 211 میں موجود ہے، شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر حفظہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا: (دفاع صحابہ: 513)

وأخرج ابن عساكر عن الشعبي قال: دهاة العرب أربعة:

معاوية، وعمرو بن العاص، والمغيرة بن شعبة، وزياد۔

''اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ: عرب میں چار صاحب بصیرت شخصیات ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور زیاد (بن ابی سفیان)۔''

(تاریخ الخلفاء: 155)

تاریخ ابن عساکر: 19/182 اور العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد: 1772 میں ہے: ''اس امت میں چار صاحب بصیرت ہیں..........'' جناب غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے فرمایا ''سندہ صحیح'' (دفاع صحابہ: 502)

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

وكان يضرب بحلمه المثل، وقد أفرد ابن أبي الدنيا وأبو بكر بن أبي عاصم تصنيفًا في حلم معاوية۔

''اور آپ رضی اللہ عنہ کے حلم کی مثالیں دی جاتی ہیں، اور امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ وابوبکر بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حلم پر باقاعدہ کتاب لکھی۔''

(تاریخ الخلفاء: 149)

اور فرمایا:

وكان من الموصوفين بالدهاء، والحلم، وقد ورد في فضله أحاديث قلما ثبتت۔

''آپ رضی اللہ عنہ عقلمندی اور حلم جیسے اوصاف سے متصف تھے، اور آپ کے فضائل میں احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ احادیث ہی صحیح ثابت ہیں۔''

(تاریخ الخلفاء: 149)

لیکن مرزا صاحب تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض میں ان کے تمام فضائل کو

جھٹلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سب جھوٹی اور من گھڑت احادیث ہیں۔تو یہاں آپ کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ، امام اور مجدد کیوں نہیں لگتے ؟ ان کے بیان کردہ ایک بے سند اور جھوٹے واقعے (جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی نہیں) کو تو آپ بڑا جھوم کر بیان کرتے ہیں جس کے متعلق انہوں نے بھی صحیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن جہاں اسی امام، محدث اور اسلام کے بہت بڑے مجدد نے اسی کتاب میں جو باتیں اور اقوال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نقل فرمائے جو کہ صحیح اسانید کے ساتھ موجود ہیں، تو آپ کو وہ سب نظر ہی نہیں آتا، آخران صحیح وثابت روایات کو چھوڑ کر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ ایک جھوٹی روایت کی مشہوری کرائی جاتی ہے تو کیا یہ دوغلہ پن نہیں؟ کیا یہ کتمانِ حق نہیں؟ کیا یہ بغض معاویہ نہیں؟ کیا یہ ان بعض جہلاء شیعہ ذاکرین کا طرزِ عمل نہیں جو بقول مرزا صاحب صحابہ پر تنقید کرنے کے لیے تاریخ کے جھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں؟ مرزا صاحب یہ سب طعنے دوسروں کو دیتے ہیں لیکن خود کبھی آئینہ نہیں دیکھتے۔

انجینئر صاحب آپ یہ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں کہ میں ان صحابہ سے بغض نہیں رکھتا بلکہ میں تو صرف غلطی بیان کرتا ہوں، کیونکہ آپ غلطی نہیں بیان کرتے بلکہ جھوٹے الزامات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کیا صرف غلطی بیان کرنے ہی کا نام حق گوئی ہے؟ اگر حق گوئی ہی مقصود ہوتی تو مثبت پہلو بھی بیان کیا جاتا، بلکہ آپ تو الٹا ہمیں مثبت پہلو بیان کرنے پر ناصبی قرار دیتے ہیں۔

اور رہی بات علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی (جس کا مرزا صاحب نے اسی ویڈیو میں دوسرے نمبر پر حوالہ دیا ہے) تو اس کا بھی وہی معاملہ ہے، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام تک نہیں لیا، نہ ہی کہا کہ یہ سب ان کے دور میں ہوتا تھا۔اور جو ''ساٹھ سال'' والی روایت نقل کی تو اس کی سند کہاں ہے؟ کیا انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں کوئی بھی تاریخی روایت اس کے صحیح ثابت ہونے کے ساتھ ہی نقل کروں گا؟ اور علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ تو جناب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعد کے ہیں، تو جب آپ متقدمین

محدثین کی لکھی گئی تاریخ کو غیر معتبر اور جھوٹی قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان مؤرخین نے ان روایات پر صحیح اور معتبر ہونے کا حکم نہیں لگایا تو آپ کس منہ کے ساتھ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ بے سند تاریخی روایت ہمیں بطور ثبوت پیش کرتے ہیں؟

مرزا صاحب نے علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے ایک جھوٹا تاریخی حوالہ تو لے کر بیان کر دیا جس کی صحت کا دعویٰ انہوں نے بالکل نہیں کیا، لیکن اسی کتاب میں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بکواس کرنے والوں کے متعلق جو نقل کیا ہے وہ بھی ذرا سن لیں:

وأجمع أهل السنة على السكوت عما شجر بين الصحابة رضي الله عنهم، ولا يقال فيهم إلا الحسنى فمن تكلم في معاوية أو غيره من الصحابة فقد خرج عن الإجماع.

"اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کے معاملے میں سکوت اختیار کیا جائے، اور ان کے بارے میں صرف اچھی بات کرنی چاہیے، پس جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کا برائی سے ذکر کیا تو وہ اجماع سے خارج ہو گیا۔"

(مختصر سیرۃ الرسول: 317)

اب بتائیے کیا مرزا صاحب اہل سنت کے منہج اور اجماع پر ہیں یا رافضیوں کے طریقہ پر؟ بہر حال انجینئر صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ اگر مودودی صاحب نے تاریخی روایات جمع کی ہیں تو کیا حرج ہے ہم نے وہ سب کچھ احادیث کی کتب سے ثابت کر کے وہ بھی پوری کر دی ہے، لیکن ہم نے مرزا صاحب کے پیش کردہ تمام دلائل اول تا آخر آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں، کسی ایک میں بھی آپ کے جھوٹے دعوے کے مطابق کوئی دلیل نہیں ہے، پھر آپ عادت سے مجبور ہو کر ایسی غیر مستند تاریخی روایات بھی پیش کرتے

ہیں جو خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی کبھی جھوٹی اور جعلی تاریخ قرار پاتی تھیں، لیکن آج سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض اور مخالفت میں وہ بھی مستند اور قابل حجت ہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بھی ایک جھوٹا افسانہ ہی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کی سازشیں ہیں۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوش ہوئے؟ اور کیا ان کی وفات کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق ہے؟

مرزا صاحب کے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر دیگر جھوٹے اعتراضات میں سے ایک اعتراض اور الزام یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوش ہوئے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ غلط تاثر دینے کے لیے یہ بھی ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سازش کے تحت زہر دے کر شہید کیا گیا تھا، اور اس کا الزام وہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائد کرتے ہیں، ویسے تو یہ جھوٹ مرزا صاحب اپنی بہت سی ویڈیوز میں بول چکے ہیں لیکن ہم اس عنوان کے تحت آپ کی ایک ہی ویڈیو جو کہ اس عنوان پر سب سے تفصیلی ویڈیو ہے کو سامنے رکھیں گے جو یوٹیوب پر اس نام کے ساتھ موجود ہے:
Imam HASSAN ka QATIL kon ??? Reply to YAZEEDIs & NASBIs

مرزا صاحب کی پیش کردہ دلیل:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا جناب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوش ہوئے اس کی دلیل میں آپ سنن ابوداؤد کی یہ ضعیف روایت بیان کرتے ہیں:

عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِ كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ، فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ، فَقَالَ

الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتّٰى أُغَيِّظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ، فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ، فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هٰذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ. فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ۔

''خالد بن معدان سے روایت ہے کہ حضرت مقدام بن معد رضی اللہ عنہ، عمرو بن اسود اور قبیلہ بنو اسد کا ایک آدمی جو اہل قنسرین میں سے تھا حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما وفات پا گئے ہیں؟ تو حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو ایک آدمی نے ان سے کہا: کیا آپ اسے مصیبت سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں

اسے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو) مصیبت کیوں نہ سمجھوں جبکہ (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور ارشاد فرمایا: یہ (حسن) مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے! اسدی آدمی (جو کہ جناب مقدام رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ آیا تھا) نے کہا: دہکتا ہوا انگارہ تھا جسے اللہ عزوجل نے بجھا دیا۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج تمہیں غصہ دلا کے رہوں گا، اور وہ باتیں کروں گا جو تمہیں بری لگیں گی۔ پھر کہا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر غلط کہوں تو تردید کر دینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ٹھیک ہے) میں ایسے ہی کروں گا۔ جناب مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا ہاں! جناب مقدام رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کی کھالیں پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ جواب دیا: ہاں! حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اللہ کی قسم! میں نے یہ سب کچھ آپ کے گھر میں دیکھا ہے! اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مقدام (رضی اللہ عنہ)! مجھے معلوم تھا کہ میں آپ سے ہرگز نہیں بچ سکوں گا۔ جناب خالد بن معدان نے بیان کیا کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کے لیے اتنے مال کا حکم دیا جتنا ان کے دوسرے دو ساتھیوں کے لیے نہیں تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دوسو والوں میں مقرر کیا، چنانچہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، مگر اسدی

شخص نے اس میں سے کسی کو کچھ نہ دیا جو کہ آپ نے وصول کیا تھا۔تو جب یہ بات جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی اشیاء کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔"

(سنن ابوداؤد: 4131)

اس میں کہاں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوش ہوئے تھے؟ یا اس بات کا کوئی اشارہ کہ ان کی وفات کے پیچھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی سازش ہے؟ یہ سب تو آپ کی اپنے منہ کی باتیں ہیں ورنہ اس میں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر یہ روایت بھی ضعیف ہے، اسے شیخ شعیب الأرنؤوط اور مولانا غلام مصطفیٰ امن پوری صاحب نے ضعیف قرار دیا ہے، جو کہ اصولی طور پر درست ہے! اور جو علامہ البانی وزبیر صاحبان نے اسے صحیح کہا ہے اس کی وضاحت بھی آگے آ رہی ہے، ان شاء اللہ!

یہ روایت بقیہ بن ولید کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے!

مرزا صاحب ان گنت مرتبہ یہ اصول بیان کر چکے ہیں کہ مدلس راوی کی عن والی روایت بغیر سماع کی صراحت کے ضعیف اور غیر ثابت ہوتی ہے، بلکہ ایسی روایات کو یہ جعلی روایات قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ طے شدہ اصول ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس پر محدثین کا اجماع ہے۔ تو عرض ہے کہ اس کی سند میں "بقیہ بن ولید" نامی راوی ہے جو مدلس ہے، اور محدثین نے اس کی تدلیس کو بدترین تدلیس قرار دیا ہے۔ اور یہاں یہ صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔

اس روایت کی سند یوں ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بقیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وکان کثیر التدلیس عن الضعفاء والمجھولین وصفه الائمة بذلك۔

''یہ ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ تدلیس کیا کرتا تھا، ائمہ کرام نے اس کا یہ وصف بیان کیا ہے۔'' (طبقات المدلسین: 117)

لہٰذا جب یہ مدلس ہے اور روایت عن کے صیغے سے ہے تو روایت ضعیف ہے، لیکن مرزا صاحب نے اس روایت کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس ویڈیو میں دعویٰ کیا ہے کہ بقیہ کی اپنے اس استاد ''بحیر'' سے روایت سماع کی تصریح پر محمول ہوتی ہے۔ یعنی اگرچہ یہ مدلس ہے لیکن جب بحیر سے روایت کرے تو اگر عن کے صیغے سے بھی بیان کرے پھر بھی روایت صحیح ہوتی ہے۔ لیکن اس پوری ویڈیو میں انجینئر صاحب نے اس بات کی کوئی ایک بھی دلیل پیش نہیں کی، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ لہٰذا ابوداؤد کی یہ روایت خود انجینئر صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق ضعیف ہے۔

سماع کی تصریح کے لیے وہ مسند احمد کا یہ طریق بیان کیا کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ [حَدَّثَنَا بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ] عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ أَتُرَاهَا مُصِيبَةً؟ فَقَالَ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ وَقَالَ: "هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ"۔

''خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدام بن معد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن اسود حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما وفات پا گئے ہیں؟ تو حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ اسے مصیبت سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اسے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو) مصیبت کیوں نہ سمجھوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور ارشاد فرمایا: یہ (حسن) مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔"

(مسند احمد: 17189)

کہتے ہیں کہ اس میں بقیہ نے بحیر سے سماع کی صراحت کر دی ہے! لیکن عرض ہے کہ یہ طریق بھی ضعیف ہے، تفصیل سے پہلے یہاں مرزا صاحب کی مکاری اور دوغلہ پن واضح کر دیں کہ مرزا صاحب جب بھی مسند احمد کی کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو اس پر علامہ شعیب الأرنؤوط کی تحکیم ضرور نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اسے صحیح یا حسن کہا، مرزا صاحب کے ریسرچ پیپر میں اس کی کافی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مقام پر کبھی شیخ شعیب کی تحکیم ذکر نہیں کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسند احمد کی تخریج میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے آپ کے الفاظ ہیں:

اسنادہ ضعیف، بقیة وھو ابن الولید مدلس ویسوی، وقد عنعن۔

"اس کی سند ضعیف ہے، بقیہ ابن ولید مدلس ہے اور تدلیس تسویہ کرتا تھا، اور صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔"

لیکن ہمیشہ حق چھپانے کے باوجود بھی مرزا صاحب حق گو اور نہایت منصف اسکالر ہیں۔ چنانچہ اسی ویڈیو کے شروع میں اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے فرماتے ہیں: "الحمد للہ اس پلیٹ فارم سے حق گوئی کا جس طریقے سے مظاہرہ ہو رہا ہے اس کی مثال دینا شاید ممکن نہیں ہے، اور اگر آپ کو کوئی مثال ملے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔"

خیر یہاں شیخ شعیب الأرنؤوط کا اس روایت کو ضعیف قرار دینا بالکل درست ہے، بقیہ نے اگرچہ اپنے شیخ سے "حدثنا" کہہ کر اپنے سماع کی صراحت تو بیان کر دی ہے لیکن یاد رہے بقیہ عام مدلس نہیں بلکہ یہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔

تسویہ میں مدلس صرف اپنے شیخ کو ہی سند سے نہیں گراتا بلکہ اپنے سے اوپر والے راویوں میں دو ثقہ راویوں کے درمیان سے کوئی ضعیف راوی بھی گرا دیتا ہے اور ان دو ثقہ راویوں کے درمیان قال یا عن جیسے الفاظ لاتا ہے۔ لہٰذا ایسے مدلس کی روایت صرف اسی صورت میں قابل قبول ہوتی ہے کہ وہ اپنے استاد سے سماع کی صراحت کے ساتھ ساتھ استاد اور آگے اس کے استاد کے سماع کی بھی صراحت کرے، یعنی پوری سند میں حدثنا، اخبرنا اور سمعت وغیرہ جیسے الفاظ لائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ واقعی ان تمام راویوں نے ایک دوسرے سے سنا ہے اور درمیان میں سے کسی ضعیف راوی کو گرایا نہیں گیا ہے، اور اگر سند میں کسی جگہ بھی عن یا قال وغیرہ ہوا تو روایت اصولاً ضعیف ہوگی۔

مرزا صاحب جس تدلیس کی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، شاید انہیں صرف اسی کا پتہ ہے جبکہ یہ (تدلیس تسویہ) اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اور اس کے متعلق شرائط اس سے بھی سخت ہیں۔ اور سب سے زیادہ اس تدلیس کا مرتکب بقیہ بن ولید ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مسند احمد کی روایت میں "بحیر عن خالد" تو پھر بھی موجود ہے لہٰذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

آگے چلنے سے پہلے یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ ابو داؤد اور مسند احمد دونوں کی روایات آپ کے سامنے ہیں غور کریں کیا مسند احمد میں وہ باتیں ہیں جو ابو داؤد کی روایت میں ہیں؟ تو بالفرض ہم مان لیتے ہیں کہ ابو داؤد والی روایت میں بقیہ عن سے روایت کر رہا ہے وہ تو روایت ہوئی ضعیف، تو جس کتاب سے آپ سماع کی تصریح لا رہے ہیں جو آپ کے بقول صحیح سند ہے تو پھر مسند احمد کی صحیح روایت کو چھوڑ کر ضعیف سند والی روایت ہی کیوں بیان کی جاتی ہے؟ جس کی سند اصولی طور پر ضعیف

ہے۔ وہ اس لیے کہ اس میں مرزا صاحب کو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لیے زیادہ مواد مل رہا ہے، مسند احمد میں تو وہ باتیں ہے ہی نہیں کہ جس میں بقیہ کے سماع کی تصریح ہے۔ اور روایت تو صرف وہی صحیح ہوگی نہ کہ جس میں مدلس سماع کی تصریح کے ساتھ بیان کر رہا ہے، اور جس میں سماع کی تصریح نہیں اس روایت میں اضافی باتیں بھی ہیں، تو اس روایت سے یہ روایت کیسے صحیح ہوگئی بھئی؟

بہر حال ہمارا مدعا یہ ہے کہ بقیہ بن ولید عام مدلس نہیں بلکہ تدلیس تسویہ کرتا تھا اور اس کے لیے صرف اپنے استاد سے سماع کی تصریح کر دینا کافی نہیں کیوں کہ تدلیس تسویہ کرنے والے کے لیے یہ اصول ہے کہ وہ ساری سند میں سمعت یا حدثنا یا اخبرنا جیسے الفاظ استعمال کرے گا۔ درج ذیل ائمہ و محدثین نے بقیہ بن ولید پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے، اور صراحت کی ہے کہ یہ سند کے کسی بھی حصے سے سخت ضعیف راوی گرا دیا کرتا تھا:

محدثین کے نزدیک بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے

امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث جو: ''إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوْيَهْ، عَنْ بَقِيَّةَ قَالَ حدَّثني أَبُو وَهْبٍ الأَسَدِيُّ قَالَ حدَّثنا نافعٌ عَنِ ابْنَ عُمَرَ'' کے طریق سے مروی ہے کہ متعلق فرماتے ہیں:

هَذَا الحديثُ لَهُ علَّةٌ قلَّ مَنْ يَفْهَمُهَا، رَوَى هذا الحديثَ عُبَيْدُالله بنُ عَمْرٍو عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابن عمر، عن النبيِّ، وعُبَيْدُالله بنُ عمرو كنيتُهُ أَبُو وَهْبٍ، وَهُوَ أَسَدِيٌّ فكأَنَّ بَقِيَّةَ بن الوليد كَنَّى عُبَيْدَالله بْنَ عَمْرٍو، ونَسَبه إِلَى بَنِي أَسَد، لِكَيْلا يُفْطَنَ بِهِ، حَتَّى إِذَا تَرَكَ إِسحاقَ بنَ أَبِي فَرْوَة

مِنَ الوسَطِ لا يُهتَدَى لَهُ، وَكَانَ بَقِيَّةُ مِنْ أَفعلِ الناسِ لِهَذَا، وأما ما قَالَ إِسحاقُ فِي روايته عَنْ بَقِيَّة، عَنْ أَبِي وَهْب: حدَّثنا نَافِع، فهو وَهَمٌ، غير أنَّ وجهه عندي: أن إِسْحَاق لعلّه حفظ عَنْ بَقِيَّةَ هَذَا الحديث، ولمَّا يَفْطِنْ لِمَا عَمِلَ بَقِيَّةُ من تركهِ إسحاقَ من الوسطِ، وتكنيتِه عُبَيدَاللهِ بنَ عمرو، فلم يفتقدْ لفظَ بَقِيَّة فِي قوله: حدَّثنا نَافِع، أو عَنْ نَافِعٍ۔

''اس حدیث میں ایک ایسی علت ہے کہ کم ہی لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں، یہ حدیث عبید اللہ بن عمرو نے عن اسحاق بن ابی فروہ عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ کے طریق سے بیان کی ہے اور عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب ہے اور وہ اسدی ہے (اسدی قبیلے کا نام ہے)، پس بقیہ بن ولید نے (نام کی بجائے) اس کی کنیت ذکر کی اور اس کی نسبت بنی اسد کی طرف کی، تاکہ وہ پہچانا نا جا سکے، حتیٰ کہ سند سے اسحاق بن ابی فروہ کو (عبید اللہ اور نافع کے) درمیان سے حذف کر دیا کہ اس کا پتہ نہ چل سکے، اور بقیہ سب سے زیادہ یہ کام کرنے والا تھا اور اسحاق بن راہویہ نے جو اپنی روایت میں عن بقیہ عن ابی وہب ''حدثنا'' نافع کہا ہے یہ غلطی ہے، شاید کہ جب اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث بقیہ سے یاد کی تو جب وہ سمجھ نہ سکے کہ جو بقیہ نے اسحاق بن ابی فروہ کو درمیان سے گرایا اور عبید اللہ بن عمرو کو کنیت دی تو اسحاق بن راہویہ یہ جان نہ سکے کہ بقیہ نے (عن ابی وہب) ''حدثنا'' نافع کہا تھا یا (عن ابی وہب) ''عن'' نافع۔''

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: 5/251)

اسی کا نام تدلیس تسویہ ہے، کہ راوی سند کے کسی بھی حصے سے کوئی راوی گرا دیتا ہے۔ اس مثال سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ بقیہ تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا بلکہ امام ابو حاتم

الرازی رحمۃ اللہ علیہ تو بقیہ کو اس کام کا سب سے زیادہ ماہر قرار دے رہے ہیں۔ اور اس نے سند سے جو راوی (اسحاق بن ابی فروہ) گرایا ہے یہ سخت ضعیف راوی ہے، محدثین نے اسے ضعیف الحدیث، متروک الحدیث، منکر الحدیث قرار دیا ہے اور بعض سے تو کذاب تک کا قول بھی منقول ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ''مُجْمَعٌ عَلَى ضَعْفِهِ'' یعنی اسکے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔ (تاریخ الاسلام: 65/9)

توسوچیے ان روایات کا کیا حال ہوگا جو بقیہ تدلیس کر کے بیان کرتا ہوگا، بعض اوقات تو محدثین اس کی معنعن روایت کو موضوع تک کہہ دیا کرتے ہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

نے بقیہ کو تدلیس تسویہ کرنے والا قرار دیا، اور آپ نے فرمایا کہ ''امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری باتیں درست ہیں جو انہوں نے اس حدیث کے متعلق فرمائیں'' (یعنی جس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ کا ذکر ہے)۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ: 364)

امام صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ علیہ:

نے بقیہ بن ولید کو بہت زیادہ تدلیس تسویہ کرنے والا قرار دیا۔

(جامع التحصیل: ص 105)

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال میں امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل فرما کر اس کی تائید فرمائی۔ (جامع التحصیل: ص 102)

یہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں اور ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں ''الامام المفتی المحدث'' (التذکرۃ للذھبی: 201/4)

امام ابن فرخ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے تدلیس تسویہ کے لیے بقیہ کی مثال اور اس پر امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ذکر فرمایا۔

(الغرامیۃ فی مصطلح الحدیث:58)

یہ بھی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں ''ابن فرح شیخنا الإمام العالم الحافظ الزاهد شیخ المحدثین'' (التذکرۃ للذہبی:4/185)

امام ابن قطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بقیہ بن ولید کی بیان کردہ ایک روایت جو کہ اس سند کے ساتھ ہے:

حَدَّثَنَا ابن قتیبة، حَدَّثَنا هشام بن خالد حَدَّثَنا بَقِيَّة حَدَّثني ابْنُ جُرَيج عَن عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَمَا بَقِيَ فِيهِ إِلَّا التَّسْوِيَةُ، یعنی اس میں تدلیس تسویہ باقی ہے۔

(التلخیص الحبیر:3/316)

مراد یہ ہے کہ اگرچہ بقیہ نے اپنے استاد سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے لیکن اس سے اوپر سند میں ''عن'' موجود ہے کہ جس سے تدلیس تسویہ کا احتمال باقی ہے، لہٰذا سند ضعیف ہے۔ اور اس سند میں کس راوی پر تدلیس تسویہ کا الزام ہے؟ ظاہری بات ہے ''بقیہ بن ولید'' پر، اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی بقیہ کو تدلیس تسویہ کرنے والا قرار دیا۔ اور اس کے لیے امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو بھی نقل کی۔

(شرح التبصرۃ والتذکرۃ:1/243)

اپنی کتاب ''التقیید والایضاح'' (ص:96) میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وبقية صدوق لكنه يدلس ويسوي وقد عنعنه عن شيخه وعن شيخ شيخه۔

''بقیہ صدوق ہے، لیکن تدلیس تسویہ کرتا ہے اور اس نے یہ روایت اپنے

استاد اور استاد کے استاد سے معنعن بیان کی ہے۔"

(موافقۃ الخبر: 1/ 276)

ایک جگہ بقیہ کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ففیه تدلیسه التسویة لأنه عنعن لشیخه۔

"اس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ ہے کیوں کہ اس نے اپنے استاد سے آگے عن سے روایت بیان کی ہے۔"

(التلخیص الحبیر: 2/ 107)

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وإنما عابوا علیه التدلیس والتسویة وقد صرح بتحدیث شیخه له وبسماع شیخه فانتفت الریبة۔

"محدثین نے بقیہ پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے (لیکن یہاں) اس نے اپنے استاد اور استاد کے استاد سے سماع کی صراحت کی ہے، لہٰذا (تدلیس تسویہ کا) شک دور ہوا۔" (نتائج الأفکار: 2/ 376)

اور فرمایا:

وقد أمن تدلیسه، لتصریحه فی هذا بالتحدیث، لکن ینظر فی حدیث بحیر عن خالد لأن بقیة کان یُسَوی۔

"بقیہ نے یہاں سماع کی صراحت کر کے اپنی تدلیس سے بے خوف کر دیا ہے، لیکن بحیر "عن" خالد کو دیکھا جائے گا، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔" (اتحاف المھرۃ: 13/ 233)

غور کیجیے بقیہ نے اپنے سماع کی صراحت کر رکھی ہے لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ تدلیس کا معاملہ ابھی حل نہیں ہوا بلکہ بحیر "عن" خالد باقی ہے، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے۔ اب مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت کی

سند دیکھیں وہاں بھی بحیر ''عن'' خالد موجود ہے، اب اُس کے متعلق فیصلہ کرنا زیادہ مشکل نہیں۔

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ:

نے ایک مقام پر لکھا:

قد صرح بقية بالتحديث فقال: نا شعبة، لكن لا ينفعه ذلك فإنه معروف بتدليس التسوية۔

''بقیہ نے ''نا'' شعبہ کہہ کر سماع کی صراحت کی ہے، لیکن یہ بات اسے فائدہ نہیں دے گی کیونکہ وہ تدلیس تسویہ کی وجہ سے معروف ہے۔''

(البدر المنیر :5/102)

ایک اور جگہ اسی جیسی بات کہی کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا لہٰذا صرف اپنے استاد سے سماع کی تصریح اسے فائدہ نہیں دے گی (یعنی اس کی روایت صحیح نہیں ہوگی جب تک کہ سماع بالمسلسل ثابت نہ ہو)۔ (البدر المنیر:4/509)

ہم بھی تو یہی عرض کر رہے ہیں کہ مسند احمد کی جو روایت آپ بقیہ کے سماع کی صراحت کے لیے پیش کر رہے ہیں وہ روایت کے صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ سند میں اب بھی ''عن'' موجود ہے، جبکہ بقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے استاد کے سماع کی بھی صراحت کرے کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے اور سند کے کسی حصے سے بھی کوئی ضعیف راوی گرا دیتا ہے۔

امام شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ تدلیس تسویہ کے متعلق لکھتے ہیں: وَكَانَ بَقِيَّة من أفعل النَّاس لَهُ. ''اور بقیہ بن ولید لوگوں میں سب سے زیادہ یہ (تدلیس) کرنے والا تھا۔''

(الغایۃ فی شرح الھدایۃ:179)

علامہ شمس الدین البرماوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بقیہ بن ولید کو تدلیس تسویہ کا مرتکب قرار دیا۔
(الفوائد السنیۃ في شرح الألفیۃ: 2/633)

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ:

تدلیس تسویہ کی تفصیلات کے تحت فرماتے ہیں:

وَمِمَّنْ اشْتهر بِفعل هَذَا بَقِيَّة بن الْوَلِيد۔

''اور اس کام کے لیے سب سے زیادہ مشہور لوگوں میں بقیہ بن ولید بھی شامل ہے۔''

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی مثال میں ''العلل لابن ابی حاتم'' کی وہی عبارت ذکر کی کہ جس میں صراحت موجود ہے کہ بقیہ نے اپنے استاد کو سند سے حذف کیا، جو کہ سخت ضعیف راوی ہے۔ (النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح: 2/106)

امام ابن عراقی رحمۃ اللہ علیہ:

بقية بن الوليد مشهور بالتدليس مكثر له عن الضعفاء يعاني تدليس التسوية وهو أفحش أنواع التدليس۔

''بقیہ بن ولید بہت زیادہ تدلیس تسویہ کرنے سے مشہور ہے اور ضعیف راویوں کو سند سے گرا دیتا جو کہ تدلیس کی سب سے بری ترین قسم ہے۔''
(المدلسین: ص 37)

علامہ برھان الدین سبط العجمی رحمۃ اللہ علیہ:

بقية بن الوليد مشهور بالتدليس مكثر له عن الضعفاء وتعاني تدليس التسوية وقد تقدمت صورته۔

''بقیہ بن ولید ضعیف راویوں سے بہت زیادہ تدلیس تسویہ کرنے کے ساتھ

مشہور ہے، اور تدلیس تسویہ کی صورت پہلے گزر چکی ہے۔"

(التبیین لاسماء المدلسین ص:16)

اور جہاں اس کی صورت بیان کی تو ساتھ فرمایا: یہ تدلیس کی بد ترین قسم ہے۔ اتنے واضح بیانات کے بعد بھی کہنا کہ بقیہ تدلیس تسویہ سے بَری ہے بہت ہی عجیب و غریب ہے! محدثین تو اسے اس کام میں مشہور قرار دے رہے ہیں، اور اس کا بہت زیادہ مرتکب بتاتے ہیں۔

امام شہاب الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَبَقِيَّة هُوَ ابْنُ الْوَلِيد يُدَلِّس بتدليس التَّسْوِيَة.

"اور بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا۔" (مصباح الزجاجۃ: 1/136)

امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ:

تدليس التسوية بأن يسقط ضعيفًا بين شيخيهما الثقتين، فيستوي الإسناد كله ثقات، وهو شر التدليس، وكأن بقية بن الوليد أفعل الناس له.

"تدلیس تسویہ یہ ہے کہ راوی اپنے سے اوپر کے دو راویوں کے درمیان میں سے ضعیف راوی گرا کر سند ثقہ راویوں سے برابر کر دے، اور یہ بری ترین تدلیس ہے، اور بقیہ بن ولید سب سے زیادہ یہ کام کرنے والا تھا۔"

(شرح القسطلانی: 1/10)

علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی بقیہ کو تدلیس تسویہ کرنے والا قرار دیا ہے۔

(التقریر والتحبیر: 2/289)

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ:

نے بھی بقیہ بن ولید کا مدلس اور صاحب التسویہ ہونا ہی نقل کیا ہے۔

(تدریب الراوی: 1/257)

علامہ محمد بن اسماعیل الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سبل السلام):

آپ بھی بقیہ کو صاحب التسویہ سمجھتے ہیں۔

(توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار: 1/338)

لہٰذا ان تمام محدثین کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا بلکہ اس کام کے لیے محدثین کے نزدیک یہ سب سے زیادہ مشہور تھا اور یہ عام تدلیس سے بھی زیادہ خطرناک اور بری تدلیس ہے۔ اور تدلیس تسویہ کرنے والے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت کرے، اور کہیں پر ''عن'' یا قال جیسے الفاظ استعمال نہ کرے، لیکن مرزا صاحب کی بیان کردہ ابوداؤد اور مسند احمد والی روایت میں بحیر ''عن'' خالد موجود ہے لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

امام عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ سنن ابوداؤد کی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

وفي إسناده بقية بن الوليد، وفيه مقال۔

''اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے اور اس پر کلام (جرح) موجود ہے۔''

(مختصر سنن ابی داؤد للمنذری: 3/54)

اور بقیہ پر زیادہ تر جرح اس کی تدلیس ہی کے حوالے سے ہے۔ علامہ المنذری ہی ایک جگہ بقیہ کے متعلق فرماتے ہیں: أحد الأعلام ثقة عند الجمهور لكنه مدلس۔

''وہ بڑے علماء سے تھا اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ، لیکن مدلس تھا۔''

(الترغیب والترھیب: 4/568)

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

''سند ضعیف ہے۔ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، سماع بالمسلسل درکار ہے!'' (دفاع صحابہ: 586)

علامہ شعیب الارنووط فرماتے ہیں:

اسنادہ ضعیف، بقیة وھو ابن الولید مدلس ویسوی، وقد عنعن۔

''اس کی سند ضعیف ہے، بقیہ بن ولید مدلس ہے اور تدلیس تسویہ کرتا تھا، اور یہاں صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔'' (مسند احمد۔ الرسالۃ: 28/426)

لہٰذا جن اہل علم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا تو وہ دلائل کے اعتبار سے سو فیصد درست ہیں۔ اور جنہوں نے اسے صحیح کہا ان کا قول مردود ہے۔

مرزا انجینئر صاحب کے دلائل کا جائزہ:

زیر بحث ویڈیو میں انجینئر صاحب نے تقریباً آخری بیس منٹ اس روایت کو صحیح ثابت کرنے پر لگائے ہیں، لیکن یقین کیجیے مرزا صاحب نے کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں دی کہ جس سے ہمارے پیش کردہ دلائل غلط اور یہ روایت صحیح ثابت ہو سکے۔ مرزا صاحب نے اس روایت پر کیے جانے والے اعتراضات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ بقیہ بن ولید کی توثیق پر ہے، اور دوسرے حصے میں بقیہ کی تدلیس کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔

بقیہ بن ولید کو ثقہ ثابت کرنے کی مرزا صاحب نے خوب کوشش کی ہے، آپ نے اس حوالے سے پانچ دلائل پیش کیے ہیں، اور زیادہ تر وقت اسی پر خرچ کیا گیا ہے حالانکہ ہمارا اعتراض بقیہ کی توثیق پر تھا ہی نہیں، نہ ہی بقیہ کے ثقہ صدوق ہونے کا (ہماری طرف سے) انکار کیا گیا ہے۔

پہلی دلیل مقدمہ صحیح مسلم کے حوالے سے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ہے: کہ بقیہ صدوق ہے، لیکن وہ ہر آنے جانے والے سے روایت لے لیتا ہے (یعنی ثقات سے بھی اور ضعیف، مجہولین اور کذاب راویوں سے بھی)۔

عرض ہے کہ جب بقیہ ہر قسم کے راویوں سے روایات لیتا ہے لیکن وہ تدلیس بھی کرتا ہے تو ضروری ہے نہ کہ وہ سند میں سماع کی تصریح کیا کرے تا کہ پتہ چلے کہ اس نے کوئی ضعیف راوی حذف نہیں کیا، لیکن کیا سنن ابوداوٗد کی روایت میں اس نے سماع کی صراحت کی ہے جسے آپ نے اس ویڈیو میں لفظ بلفظ پڑھ کر سنایا ہے؟ پھر آپ نے دعویٰ کر رکھا ہے کہ یہ اصول ''مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے'' کو سب سے زیادہ ہم ہی نے متعارف کرایا ہے۔ لہٰذا ہم اس روایت کو بقیہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف نہیں کہہ رہے بلکہ اس کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دے رہے ہیں۔

دوسری دلیل، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کی، انہوں نے امام ابو اسحاق الفزاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ:

''بقیہ سے وہ روایات لے لو جو وہ ثقات سے روایت کرے۔''

(سنن ترمذی: 2859)

اگر کوئی کہے کہ سنن ترمذی کی اس -2859- نمبر روایت جو بقیہ نے صیغہ عن سے بیان کی ہے کے تحت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ'' کہ یہ حدیث حسن غریب ہے! تو یاد رہے کہ امام ترمذی نے سند کو حسن نہیں کہا بلکہ اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور وہ حدیث مسند احمد میں دوسری سند سے بھی مروی ہے جس میں بقیہ بن ولید نہیں - (مسند احمد: 17634)، اور علامہ شعیب الارنووط نے اس کے متعلق کہا: ''اسناد حسن''۔

دلیل نمبر تین یہ پیش فرمائی کہ صحیح مسلم میں بقیہ بن ولید سے ایک حدیث مروی ہے:

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو ولیمہ وغیرہ کی دعوت دی جائے تو وہ دعوت قبول کرے۔'' (صحیح مسلم:1429)۔

اگر کوئی کہے کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں بقیۃ حدثنا زبیدی ''عن'' نافع ہے، تو تدلیس تسویہ کہاں گئی؟ تو عرض ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول ایسی سند کو متابعت میں لے کر آئے ہیں، اس باب کے تحت یہی حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ تقریباً درجن کے قریب مختلف سندوں سے لائے ہیں جن میں بقیہ بن ولید نہیں ہے، لہٰذا اس سے بقیہ کی تدلیس تسویہ کی نفی کرنا غلط ہے، کیوں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند سے حجت پکڑی ہی نہیں۔ ''حسب معمول'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کے مقدمے میں اس بات کی وضاحت فرما چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں کوئی بھی حدیث ذکر کرتے وقت پہلے ثقہ اور اعلیٰ درجے کے راویوں سے حدیث لاؤں گا، پھر (وہی حدیث) کچھ کمزور راویوں سے بھی ذکر کروں گا، اور آپ نے مثال دیتے ہوئے عطاء بن سائب، لیث بن ابی سلیم اور یزید بن ابی زیاد کا نام لیا ہے۔ جبکہ لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے، امام ابن معین، احمد بن حنبل، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی، نسائی، ابن حبان اور کئی محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور یہ سخت مختلط بھی تھا، اور یزید بن ابی زیاد کا حال اس سے بھی برا ہے تو امام مسلم کا اسلوب یہ ہے کہ ایک حدیث وہ صحیح سند سے لے کر آتے ہیں لیکن وہی حدیث بطور متابعت کسی ایسی سند سے ذکر کر دیتے ہیں کہ جس میں (بعض اوقات) کچھ کمزوری ہوتی ہے۔ دیکھیں مرزا صاحب کی ویڈیو ''مسئلہ:36'' (دورانیہ:11:00) عامی حضرات اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ کو ایک خبر کئی سچے اور معتبر لوگوں سے پہنچتی ہے، لیکن بالکل وہی بات ایک ایسے شخص سے سننے کو ملے جس میں کسی قسم کی کمزوری ہو، خود جھوٹا ہو یا جھوٹوں سے سن کر بات بیان کرنے والا ہو، تو کیا وہ بات صحیح تسلیم کی جائے گی یا غلط؟ ظاہری بات ہے کہ جب دوسرے لوگوں سے اسے تائید حاصل ہوگئی تو اس کے متعلق جو شبہ تھا وہ اب رفع ہوگیا۔ اب نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ

نے صرف اسی کی بات پر اعتماد کیا ہے، اور نہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ وہ بالکل صدوق اور معتبر انسان ہو گیا۔

ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات متابعات میں مدلس کی عن والی روایت صحیح بخاری و مسلم میں لی گئی ہوتی ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

ولیست الأحادیث التی فی الصحیحین بالعنعنة عن المدلسین کلها فی الاحتجاج۔

''اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں مدلسین کی ساری عن والی روایات احتجاج میں نہیں ہیں۔''

(النکت :2/636)

یعنی بعض اوقات متابعات اور شواھد میں ہوتی ہیں، اور انہیں بطور حجت نہیں پیش کیا جاتا۔ یہاں بھی صحیح مسلم میں بقیہ کی روایت متابعت میں ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے صراحت فرمائی ہے کہ صحیح مسلم میں بقیہ کی حدیث متابعت میں ہے۔

(اتحاف المھرۃ:13/233)

علامہ عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ بقیہ کی صحیح مسلم میں ایک ہی روایت ہے اور وہ بھی بطور شاہد۔ (الترغیب والترھیب:4/568)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ صحیح مسلم میں بقیہ کی حدیث شواہد میں ہے۔

(من تکلم فیہ وھو موثق:ص 133)

تو متابعات اور شواہد میں تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں لیث بن ابی سلیم اور یزید بن ابی زیاد جیسوں کی روایت بھی لاؤں گا (جو کہ ضعیف ہیں) تو کیا اس سے وہ ثقہ ثابت ہو جائیں گے؟ لہٰذا اس سے بقیہ کو تدلیس تسویہ سے بری قرار دینا یا اس کی روایت کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہنا درست نہیں ہے۔

اور ویسے انجینئر صاحب! کم از کم آپ کو تو یہ اصول نہیں بھولنا چاہیے کیوں کہ

آپ خود یہ بات بہت دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ بخاری و مسلم میں مدلسین کی عن والی روایات سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ لہٰذا بخاری و مسلم میں اگر کسی مدلس کی عن والی روایت ہے تو اس سے اس مدلس کو تدلیس سے بری قرار دینا سرے سے ہی غلط ہے۔ بخاری و مسلم کا معاملہ اور ہے، اب اس سے یہ نہیں ہوگا کہ اس مدلس کی عن والی روایت کسی اور کتاب میں بھی آ گئی تو وہ صحیح ہے۔

چوتھی دلیل سنن ترمذی سے پیش کی کہ امام ترمذی بقیہ عن بحیر عن خالد کی سند سے مروی حدیث کہ ''میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو'' کے متعلق فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: 2676)

لیکن عرض ہے کہ امام ترمذی نے اس کے فوراً بعد فرمایا: وَقَدْ رَوَى ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا۔

''اور ثور بن یزید نے عن خالد عن عبدالرحمٰن بن عمرو عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے اسی جیسی حدیث بیان کر رکھی ہے۔''

اور اس سند میں بقیہ نہیں ہے بلکہ ابو عاصم بواسطہ ثور بن یزید اور وہ بواسطہ خالد یہی حدیث بیان کر رہا ہے۔ (سنن ترمذی: 4/342)، امام ترمذی یہ بتا رہے ہیں کہ یہ حدیث صرف بقیہ ہی کے طریق سے نہیں بلکہ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ اور انہوں نے حدیث کو صحیح کہا ہے اس سند کو نہیں، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ کی بحیر سے روایت کو مطلقاً صحیح قرار دیا ہے۔ مرزا صاحب نے سکرین پر اپنے مطلب کی بات تو دکھائی ہے لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو دوسری سند پیش کی ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ کیا اس لیے تو نہیں کہ یہ تاثر دیا جا سکے کہ اتنی اہم اور مشہور حدیث کا راوی بقیہ ہے؟ اور یہ بات انجینئر صاحب نے فرمائی بھی ہے کہ یہ حدیث اہل سنت

کے بچے بچے کو یاد ہے، اور اس کا راوی بھی بقیہ ہے! سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب اتنے گھپلے مار کیسے لیتے ہیں؟

یہی حدیث اور بھی کئی اسانید سے مروی ہے جن کا ذکر آگے کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

پانچویں دلیل مستدرک حاکم کے حوالے سے دی ہے کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ حدثنی بحیر عن خالد کے طریق سے مروی دو روایات (2435)(4230) کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

حالانکہ اس سند کو صحیح مسلم کی شرط پر کہنا درست نہیں ہے، ہم کہیں گے تو شاید برا منا لیا جائے تو عرض ہے کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہم سے قبل اس کا رد کر چکے ہیں، بقیہ کی مستدرک حاکم میں ایک روایت جسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بقیہ کی روایت تو صحیح مسلم میں بطور متابعت ہے، اور یہ اس کی تمام روایات کو مسلم کی شرط پر صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بقیہ سے صحیح مسلم کی شرط پر حجت پکڑی جائے؟ (مختصراً)، اور اسی جگہ آپ نے بحیر "عن" خالد پر بھی جرح کی اور فرمایا کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔ (اتحاف المہرۃ:13/233)

اور پھر امام حاکم و ذہبی خود بھی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ صحیح مسلم میں بقیہ کی روایت شواھد میں ہے۔ (المستدرک للحاکم:626، 1008، من تکلم فیہ وھو موثق: ص 133، المغنی:1/109)۔ تو پھر بقیہ کی روایت کو صحیح مسلم کی شرط پر کیسے صحیح کہا جا سکتا ہے؟

اور جس طرح بقیہ سے صحیح مسلم کی شرط پر احتجاج غلط ہے بالکل اسی طرح اس کی عن والی روایت کو صحیح مسلم میں ہونے کی بنیاد پر صحیح کہنا بھی غلط ہے۔

لہٰذا حاکم و ذھبی کی تصحیح کو کوئی بقیہ کی تدلیس تسویہ کے انکار میں ہرگز پیش نا کرے، انہیں اس معاملے میں خطا ہوئی ہے۔ اور پھر صرف بقیہ ہی کیوں مستدرک حاکم میں تو بہت سے مدلسین کی معنعن روایات ایسی ہیں جنہیں جناب حاکم اور ذھبی نے

بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے تو کیا اس سے ان سب کو تدلیس سے بری قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور ہر جگہ ان کی عن والی روایات کو صحیح کہا جا سکتا ہے؟ جواب کبھی اثبات میں نہیں ہوگا!

بہر حال یہ تھے مرزا صاحب کے بقیہ بن ولید کی توثیق پر دلائل جن کا حال آپ کے سامنے ہے، حالانکہ بقیہ کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے اس سے کافی اچھے دلائل بھی دیے جا سکتے ہیں۔ خیر بقیہ کو تو ہم بھی صدوق مانتے ہیں لیکن عرض صرف اتنی سی ہے کہ وہ مدلس بھی ہے اور عام مدلس نہیں بلکہ تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے جو کہ بدترین تدلیس ہے۔ اور ان میں سے کوئی بات بھی ہماری اپنی نہیں بلکہ محدثین کی تصریحات موجود ہیں۔

بقیہ بن ولید کی توثیق بیان کرنے کے بعد اب انجینئر صاحب تدلیس پر گفتگو کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں اس پر تین جواب دوں گا۔

جواب نمبر ایک یہ ہے کہ ابو داؤد میں اگرچہ بقیہ ''عن'' بجیر ہے یعنی سماع کی تصریح نہیں لیکن مسند احمد کے طریق میں بقیہ نے سماع کی صراحت کر رکھی ہے، اور پھر مسند احمد کے اس طریق کا حوالہ دیا:

حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ [حَدَّثَنَا بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ] عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ أَتُرَاهَا مُصِيبَةً؟ فَقَالَ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ وَقَالَ: "هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ"۔ (مسند احمد:17189)

سند پر بات تو بعد میں کرتے ہیں، پہلے ذرا اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ جب ابو داؤد والے طریق میں بقیہ کے سماع کی تصریح موجود نہیں، اور اصولی طور پر

مدلس کی عن والی روایت جب ضعیف ہوتی ہے، تو ہمیشہ ابو داؤد والا طریق ہی کیوں پڑھا یا جاتا ہے؟ آپ نے اس ویڈیو میں بھی سنن ابو داؤد والی روایت لفظ بلفظ پڑھ کر اس میں مزید رنگ بھی بھرے، لیکن کیا وجہ ہے کہ مسند احمد والی روایت نہیں پڑھی جاتی کہ جس کے متعلق آپ کا دعویٰ ہے کہ اس میں بقیہ کے سماع کی تصریح موجود ہے؟ تو عرض ہے کہ نہ تو مسند احمد کی روایت (جس کی سند بقول آپ کے صحیح ہے) میں یہ ہے کہ "حسن دہکتا ہوا انگارہ تھا" (نعوذ باللہ)، جس کی تشریح میں آپ نے اتنی بڑی سٹوری بنا کر پیش کی ہے، نہ ہی مسند احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو: میں آج تمہیں غصہ دلا کے رہوں گا اور ایسی باتیں کروں گا جو تمہیں بری لگے گی۔ اور نہ ہی اس بات کا دور دور تک کوئی ذکر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں درندوں کی کھالوں کو استعمال کیا جاتا تھا، یا سونا اور ریشم پہنا جاتا تھا۔ یہ سب باتیں ابو داؤد کی روایت میں ہیں جس کی سند ضعیف ہے، عجیب بات ہے کہ آپ اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے مسند احمد کی روایت پیش کرتے ہیں لیکن اس میں یہ باتیں موجود ہی نہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں: تو جب مسند احمد میں سماع کی تصریح مل گئی لہٰذا ابو داؤد والی روایت بھی صحیح ہو گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرزا صاحب! سنن ابو داؤد میں جو اضافات ہیں انہیں مسند احمد کی روایت کیسے کفایت کر سکتی ہے کہ جب مسند احمد میں وہ باتیں ہے ہی نہیں جو ابو داؤد کی روایت میں ہیں؟ ہاں اگر دونوں روایات ایک جیسی ہوتیں تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ دوسری جگہ سماع کی صراحت مل گئی لہٰذا.......... لیکن جب ایک روایت جو کہ سنداً ضعیف ہے میں ایسا اضافہ ہے جو دوسری صحیح روایت میں نہیں تو وہ اضافہ ضعیف اور غیر ثابت ہی رہے گا، اس کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ اضافہ بھی ایسی سند سے منقول ہو جس میں مدلس نے سماع کی صراحت کی ہو ورنہ وہ تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہی رہے گا۔

دوسری اور بنیادی بات یہ ہے کہ آپ مسند احمد کا جو طریق پیش کر رہے ہیں خیر

سے اس میں بھی بجیر ''عن'' خالد موجود ہے۔ اور آپ کے ذمے صرف بقیہ کے اپنے استاد سے سماع کی صراحت ثابت کرنا نہیں بلکہ تمام سند میں سماع کی تصریح مطلوب ہے، کیوں کہ بقیہ عام مدلس نہیں بلکہ تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے جیسا کہ ہم بڑی تفصیل سے یہ بات واضح کر چکے ہیں اور اس کے لیے صرف اپنے استاد سے سماع کی صراحت کرنا کافی نہیں ہوتا کیوں کہ تدلیس تسویہ کرنے والا سند کے کسی بھی حصے سے کوئی ضعیف راوی حذف کر دیتا ہے، لہٰذا یہاں جس طرح بقیہ کا اپنے استاد سے سماع کی تصریح کرنا ضروری ہے اتنا ہی اپنے استاد کے لیے بھی اس بات کی تصریح کرنا لازم ہے کہ اس کے استاد نے آگے اپنے استاد سے یہ روایت سنی ہے، لیکن مسند احمد کی روایت میں بھی بجیر ''عن'' خالد ہے اور یہاں پر بقیہ کی تدلیس تسویہ کا احتمال باقی ہے، جیسے بقیہ نے حدثنا ابو وہب عن اسحاق بن ابی فروہ عن نافع والی سند سے اسحاق (سخت ضعیف راوی) کو سند سے گرا کر حدثنا ابو وہب ''عن'' نافع کر دیا تھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کا مسند احمد کا طریق بطور حجت پیش کرنا بھی بے کار ہے تدلیس کا مسئلہ اس سے بھی حل نہیں ہوتا۔

جواب نمبر دو میں سنن ترمذی - 2676 - کی وہی حدیث کہ: ''میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو'' پیش کی گئی ہے، اور جناب صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن صحیح کہا ہے، باوجود اس کے کہ اس میں بقیہ صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔ یعنی یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ شاید یہ حدیث صرف بقیہ نے ہی بیان کی ہے اور امام ترمذی نے اسے اس بنیاد پر صحیح کہا ہے کہ بقیہ کی بجیر سے عن والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے چاہے وہ سماع کی صراحت نہ بھی کرے، حالانکہ یہ دھوکے بازی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث صرف بقیہ کے واسطے سے ہی بیان نہیں کی بلکہ ساتھ ہی فرمایا:

وَقَدْ رَوَى ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا۔

''اور ثور بن یزید نے عن خالد عن عبد الرحمٰن بن عمرو عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے اسی جیسی حدیث بیان کی ہے۔''

مکمل سند یوں ہے:

حدثنا بذلك الحسن بن علی الخلال، وغير واحد قالوا: حدثنا أبو عاصم، عن ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، عن عبد الرحمٰن بن عمرو السلمی، عن العرباض بن سارية، عن النبی صلی الله علیه وسلم (سنن ترمذی:342/4)

لیجئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو اس حدیث کا دوسرا طریق بھی بیان کر رہے ہیں کہ جس میں بقیہ بن ولید ہے ہی نہیں، لہٰذا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ عن بجیر کو مطلقاً صحیح اور اسے سماع پر محمول مانتے ہوئے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ اس کے علاوہ بھی یہی حدیث دیگر اسانید سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ابو داؤد میں اس کی سند ہے:-

حدثنا أحمد بن حنبل حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا ثور بن يزيد قال حدثنی خالد بن معدان قال حدثنی عبد الرحمن بن عمرو السلمی وحجر بن حجر قالا: أتينا العرباض بن سارية (سنن ابوداؤد:4607)

سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا عبد الله بن أحمد بن بشير بن ذكوان الدمشقی حدثنا الوليد بن مسلم قال حدثنا عبد الله بن العلاء يعنی ابن زبر قال: حدثنی يحيی بن أبی المطاع، قال: سمعت العرباض

بن سارية۔ (سنن ابن ماجہ:42)

ابن ماجہ ہی میں اس حدیث کا اگلا طریق ہے:

حدثنا إسماعيل بن بشر بن منصور وإسحاق بن إبراهيم السواق قالا: حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن معاوية بن صالح عن ضمرة بن حبيب عن عبد الرحمن بن عمرو السلمي أنه سمع العرباض بن سارية (سنن ابن ماجہ:43)

اس سے اگلا طریق ہے:

حدثنا يحيى بن حكيم قال حدثنا عبد الملك بن الصباح المسمعي قال حدثنا ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن عبد الرحمن بن عمرو عن العرباض بن سارية

(سنن ابن ماجہ:44)

لہٰذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ بقیہ کی بحیر سے عن والی روایت کو سماع پر محمول سمجھتے ہیں، یا وہ اسے تدلیس تسویہ سے بری قرار دیتے ہیں، نہ ہی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب تھی اس وجہ سے میں اسے صحیح کہہ رہا ہوں اور بقیہ عن بحیر مطلقاً مقبول ہے، اور انہوں نے یہ بھی بالکل نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ''اس سند کے ساتھ'' حسن صحیح ہے، بلکہ یہ حدیث تو بقیہ کے علاوہ بھی کئی رواۃ بیان کرتے ہیں۔

لیکن بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صرف اسی سند کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے پھر بھی اس سے یہ رزلٹ نہیں نکلتا جو انجینئر صاحب نکالنے کی کوشش میں ہیں، زیادہ نہیں چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں کہ سنن ترمذی میں جن مدلسین کی روایات کو حسن یا صحیح قرار دیا گیا ہے:

سنن ترمذی میں- 477 -نمبر حدیث کے تحت امام ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ

حدیث حسن غریب ہے۔

جبکہ اس کی سند میں عطیہ العوفی نامی راوی مدلس ہے اور عن سے روایت بیان کر رہا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس راوی کو مدلسین کے چوتھے طبقے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مشهور بالتدليس القبيح'' کہ یہ قبیح (بری ترین) تدلیس کے ساتھ مشہور ہے۔ (طبقات المدلسین: 122)

سنن ترمذی - 3726 - نمبر حدیث کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے!

جبکہ اس میں ابوزبیر مدلس ہے اور صیغہ عن سے روایت بیان کر رہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔

(طبقات المدلسین: 101)

سنن ترمذی کی حدیث نمبر - 2453 - کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس طریق سے حسن صحیح ہے۔

جبکہ اس طریق میں ابن عجلان راوی مدلس ہے (طبقات المدلسین: 98) اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

تو کیا یہاں کہا جا سکتا ہے کہ امام ترمذی ان تمام کو یا تو مدلسین ہی نہیں مانتے یا ان مخصوص اساتذہ سے ان کی عن والی روایت کو سماع پر محمول سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس اپنے استاد کی کتاب تھی؟ اور ترمذی میں جو سفیان ثوری، اعمش، شریک القاضی اور قتادہ جیسے مدلسین (جن کا عنعنہ مرزا صاحب کے نزدیک مردود ہے) کی عن والی روایات کو صحیح قرار دیا گیا ہے تو کیا ان کے متعلق بھی یہی کہیں گے کہ ان کی عن والی روایات بھی سماع پر محمول ہوتی ہیں اور ان کے پاس اپنے استاد کی کتاب تھی؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو اپنی روایت کے جھوٹے دفاع میں بقیہ عن بحیر کے متعلق کیوں یہ اصول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے؟ کہ ان کے نزدیک بقیہ کی بحیر سے روایت مطلقاً قبول ہے کہ

بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب تھی۔ جبکہ انہوں نے ایسی کسی بات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔

جواب نمبر تین یہ دیا گیا ہے کہ بقیہ کی بحیر سے عن والی روایت بھی صحیح اور سماع پر محمول ہوتی ہے اگر چہ وہ سماع کی صراحت نہ کرے، کیوں کہ بقیہ کے پاس اپنے استاد بحیر کی کتاب تھی اور وہ اس کتاب سے روایت کرتا تھا، لہٰذا سماع کی تصریح کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے اتنا بڑا دعویٰ تو کر دیا ہے اور یہ بات بار بار دہرا کر رعب ڈال رہے ہیں لیکن دلیل کیا دی ہے؟ یقین کیجیے صرف باتیں ہی گھمائی ہیں دلیل کا تو نام و نشان نہیں۔ ویسے تو آپ بابی نہیں علمی کتابی ہیں جبکہ ایک علمی کتابی کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے پر دلیل پیش کرتا ہے نہ کہ کسی عالم کا قول، ورنہ تو وہ علمی کتابی ہے ہی نہیں بلکہ بابی اور مقلد ہے۔ تو یہاں پر مرزا صاحب کی ساری گفتگو کا مدار شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بے دلیل عبارت ہے، مرزا صاحب شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہتے ہیں کہ فضائل صحابہ کتاب میں زبیر صاحب نے یہ روایت بھی نقل کی ہے، اور اس کے متعلق لکھا ہے ''سندہ حسن'' آگے شیخ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ جو روایت ہے بقیہ بن ولید عن بحیر بن سعد یہ محمول ہوتی ہے سماع کی تصریح پر اگر چہ یہ راوی عن سے بھی روایت کرے تب بھی یہ روایت سماع کی تصریح پر محمول ہوتی ہے، اس لیے کہ جو بقیہ تھا وہ بحیر کی کتاب سے روایت کرتا تھا''۔ لہٰذا سماع کی تصریح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

لیکن اس دعوے پر کوئی دلیل نہ تو جناب زبیر صاحب نے دی ہے نہ ہی انجینئر صاحب نے، اور بلا دلیل دعوے کی علم کے میدان میں رتی برابر بھی حیثیت نہیں ہوتی اگر چہ وہ دعویٰ کرنے والا کوئی بھی ہو، اور پھر یہ بات محدثین کے اقوال کے خلاف ہے۔

اس کے بعد انجینئر صاحب شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی عبارت کا بقیہ حصہ پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں: پھر شیخ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ ''میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین دیکھیں اس کے صفحہ نمبر 69 پر میں نے بقیہ کے متعلق پوری تفصیلات لکھی ہوئی

ہیں"۔اس کے بعد انجینئر صاحب پنجابی میں فرماتے ہیں کہ شیخ زبیر صاحب تو اس روایت کو گھر تک پہنچا کر گئے ہیں!

یہ الفاظ کہ "میں نے وہاں بقیہ کے متعلق پوری تفصیلات لکھی ہوئی ہیں" شیخ زبیر صاحب نے تو نہیں کہے، خیر اگر مرزا صاحب نے "پوری تفصیلات" کہا ہی ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ وہاں کون سی پوری تفصیلات لکھی ہوئی ہیں۔ اب مرزا صاحب وہ پوری تفصیلات والی عبارت "الفتح المبین" سے پڑھتے ہیں کہ وہاں زبیر صاحب نے بقیہ کے متعلق لکھا ہے:

> "کہ امام نسائی بھی اسے ثقہ مانتے ہیں 197 ہجری میں وہ فوت ہوا ہے اور وہ حسن الحدیث صدوق راوی ہے [اگر وہ سماع کی تصریح کر دے]، اس سے تدلیس تسویہ ثابت نہیں ہے، اور اس کی تفصیل کے لیے آپ شیخ البانی کا جو احادیث ضعیفہ ہے اس کو آپ دیکھ لیں..........اور روایت جو ہے بقیہ عن بحیر ابن سعد صحیح ہوتی ہے۔"

لیں جی! یہ ہیں وہ پوری تفصیلات! انجینئر صاحب! آپ سے انتہائی سنجیدہ گزارش ہے کہ یہ کام چھوڑ دیں اور لوگوں کو یوٹیوب پر لطیفے سنایا کریں، آپ کافی اچھا ہنسا لیتے ہیں۔

دلیل اور حوالوں کا ذکر تو دور کی بات یہاں تو لفظ "کتاب" تک استعمال نہیں ہوا، لیکن یہ مرزا صاحب اور ان کے اندھے بہرے مقلدین کے لیے پوری تفصیلات ہیں، اور وہ اس پر بالکل مطمئن بیٹھے ہیں۔

اس کے جواب سے پہلے ہم مرزا صاحب کی دھوکے بازی واضح کر دیں کہ جو مرزا صاحب یہاں اس ویڈیو میں ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ ہم شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر دھوکہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے! زبیر صاحب کے نام پر دھوکے ہم نہیں آپ دے رہے ہیں جناب، جس کتاب "فضائل صحابہ" سے مرزا

صاحب نے زبیر صاحب کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے ہماری اس (سنن ابو داؤد والی) روایت کو حسن کہا ہے، اور جس بنیاد پر کہا ہے وہ پوری تفصیلات آپ کے سامنے ہیں! لیکن کیا اسی کتاب میں آپ کو یہ باب: **''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت''** نظر آیا؟ اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر احادیث نظر آئیں؟ اور ان فضائل کو جناب زبیر صاحب نے جو حسن اور صحیح قرار دیا ہے وہ سب نظر آیا؟ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اقوال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق اور شان میں منقول ہیں دکھے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک وتر پڑھنے کے سلسلے میں صحیح بخاری کی روایت کے خلاف جو آپ شرح معانی الآثار کی ایک ضعیف روایت جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرتے ہیں اور وہاں شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، نظر آیا؟ اسی باب کے آخر پر ایک عبارت کہ: ''صحابہ کرام کے درمیان اجتہادی وجوہ سے جو جنگیں ہوئیں ان پر سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو [برا کہتا ہے] تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ'' یہ سب دکھائی دیا؟ یہ سب تو آپ جناب زبیر صاحب کے نام پر بیان نہیں کرتے بلکہ پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ دن رات ان تمام باتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ کرام کے متعلق شیخ زبیر صاحب کی نصیحت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج پر کون عمل پیرا ہے؟ اب فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ زبیر صاحب کے نام پر دھوکہ ہم دے رہے ہیں یا مرزا انجینئر صاحب؟

اگر اس سلسلے میں ہم انہیں غلط کہہ رہے ہیں تو ہم خود سے کچھ نہیں کہہ رہے بلکہ انہی کی سیرت، تعلیمات اور نصیحت پر عمل پیرا ہیں کہ غلطی ہر کسی سے ہو جاتی ہے، بعض اوقات کسی سے دلائل مخفی بھی رہ سکتے ہیں، لہٰذا چاہے کوئی بھی ہو علمی میدان میں دلائل کی بنیاد پر کسی سے اختلاف رائے ہو سکتا ہے، اور کسی کی غلط بات کو مسترد کیا جا سکتا ہے بلکہ کیا جانا چاہیے۔ پھر مزید عرض ہے کہ خود جناب زبیر علی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی یہی ہے کہ بقیہ

عن بحیر والی روایت ضعیف ہے اور انہوں نے بقیہ کو تدلیس تسویہ کا مرتکب بھی قرار دیا ہے۔

شیخ زبیر صاحب کی پوری تفصیلات پر ایک نظر:

عرض ہے کہ مرزا صاحب نے باوجود علمی کتابی ہونے کے اپنے دعوے پر کوئی ایک دلیل نہیں دی ہے، اور اس کے لیے آپ نے صرف اور صرف شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، تو ہم سب سے پہلے اس کا رد خود جناب زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے قلم سے کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ سنن ابوداؤد کی تخریج میں حدیث نمبر- 2515 - جو بقیہ حدثنی بحیر عن خالد بن معدان ہی کی سند سے ہے کے متعلق لکھتے ہیں:

[اسناده ضعيف] اخرجه النسائي...... من حديث بقية به، وهو يدلس تدليس التسوية،ولم أجد تصريح سماعه المسلسل......

''اس کی سند ضعیف ہے، اسے امام نسائی نے بھی بقیہ کے طریق سے روایت کیا ہے، اور وہ تدلیس تسویہ کرتا تھا، میں نے (اس روایت میں) اس کا سماع بالمسلسل نہیں پایا۔''

یہاں زبیر صاحب خود بقیہ کو تدلیس تسویہ کا مرتکب قرار دے رہے ہیں، اور اس کے اپنے استاد سے سماع کی تصریح کر دینے کے بعد بھی (باقی سند میں) سماع کی صراحت کی نفی کر رہے ہیں اور اسی بنا پر اس روایت کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ یعنی اس بات کا بھی رد ہو رہا ہے کہ بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب تھی اور اس کی بحیر سے روایت سماع پر محمول ہو کر صحیح ہوتی ہے۔ اب شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت دلائل اور محدثین کے اقوال کے موافق ہے لہٰذا ترجیح اسی کو ہو گی جبکہ جو عبارت اس کے خلاف ہے اس کی خود زبیر صاحب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی مرزا صاحب نے۔ لیکن مرزا صاحب اس صحیح قول کو چھپا کر ایک بے دلیل قول کی مشہوری کر رہے ہیں تو بتائیں زبیر صاحب کے نام

پر دھوکہ کون دے رہا ہے؟ یہاں مرزا صاحب بالکل واضح طور پر دھوکے باز اور دو غلے ثابت ہوتے ہیں۔ اسی زیر بحث ویڈیو کے شروع پر کہا کہ حق تو بیان ہی صرف ہمارے پلیٹ فارم سے ہو رہا ہے، اور کہیں نسے اس کی مثال دینا ناممکن ہے۔ حالانکہ انکا دلائل اور حق گوئی کے ساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے، صرف اپنی منشا کے مطابق چیزیں بیان کرنے کو یہ حق گوئی کا نام دیتے ہیں۔ اور صرف کسی کی ایسی غلطی کو پکڑتے ہیں جو ان کے حق میں ہو اور اسے اچھالنے لگتے ہیں، اگر اسی عالم کا قول اس کے خلاف ہو تو اس سے بھی ان کو کوئی سروکار نہیں۔ دوسروں کو بابی بابی اور مقلد کہہ کر طعنے دیتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر خود بھی بابی اور مقلد بن جاتے ہیں اور یہ تقلید کی بدترین قسم ہے۔

شیخ زبیر صاحب کے اُس قول کو اگر غلط کہا جا رہا ہے تو یہ انہی کے دوسرے قول کی بنیاد پر ہے جو کہ دلائل کے موافق ہے، اور پھر آپ خود ''الفتح المبین'' میں بقیہ کے حوالے سے لکھ چکے (جو عبارت مرزا صاحب نے بیان بھی کی ہے) ''اور وہ حسن الحدیث صدوق راوی ہے اگر وہ سماع کی تصریح کر دے'' وہاں ہم نے ان الفاظ کی طرف توجہ دلانے کے لیے انہیں بریکٹ میں لکھا ہے، کہ یہاں اس کے حسن الحدیث ہونے کی شرط یہ لگائی جا رہی ہے کہ اگر وہ سماع کی تصریح کر دے، تو پھر اس کی روایت قبول ہو گی ورنہ نہیں۔ لیکن پھر آپ ہی سے سننے کو ملتا ہے کہ بقیہ اگر بحیر سے سماع کی صراحت نہ بھی کرے تو روایت صحیح ہو گی۔ اب اس عمومی حکم سے بقیہ عن بحیر کو خارج کرنے کے لیے کوئی دلیل بھی تو ہونی چاہیے نا! وہ دلیل کیا ہے؟ مرزا صاحب نے شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الفتح المبین'' کے حوالے سے جو کچھ پڑھا اس میں ان کے مدعے کے مطابق کوئی دلیل تو نہیں، لیکن اس صفحے پر موجود ایک عبارت ہے کہ جس کا ذکر مرزا صاحب نے نہیں کیا، اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ سب عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ انہیں کہیں سے ملا نہیں، اور خود یہ ترجمہ کرنے کے قابل نہیں! بہر حال شیخ زبیر نے دلیل کے طور پر علامہ ابن عبد الهادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

بقية عن بحير صحيحة، سواء صرح بالتحديث أم لا۔

''بقیہ کی بجیر سے روایت صحیح ہے، اگر چہ بقیہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔'' (تعلیقۃ علی العلل لابن ابی حاتم: ص 157)

لیکن علامہ صاحب نے بھی اس کی کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی، ہمیں تو جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خود شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول وضوابط کے مطابق بھی اس قول سے مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقالات: جلد دوم، ص 287 پر ایک روایت جو کہ اعمش عن ابی صالح کے طریق سے ہے پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس میں اعمش مدلس ہیں اور کسی سند میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے.......... حافظ ذہبی نے اعمش کی ابو صالح وغیرہ سے روایت کو سماع پر محمول قرار دیا ہے جو کہ دلائل کی روشنی میں غلط ہے''۔

اور وہ دلائل کون سے ہیں؟ اس سلسلے میں جناب زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے عمومی اقوال پیش کیے ہیں کہ اعمش مدلس ہے اور یہ کہ مدلس کی عن والی روایت قبول نہیں ہوتی اور پھر اس حوالے سے چند حوالے ذکر کیے کہ جس میں اعمش عن سے روایت کر رہا ہے اور محدثین نے ان روایات پر جرح کی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اگر اعمش مدلس ہے اور اس کی معنعن روایت پر ائمہ نے جرح کی ہے تو پھر اگر اس حوالے سے بقیہ کے متعلق دلائل پیش کیے جائیں تو ایک الگ سے طویل مضمون بن جائے۔ بقیہ کی عن والی روایات کو تو بعض دفعہ موضوع (من گھڑت) تک کہہ دیا گیا ہے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 6/142 و 6/456، المجروحین لابن حبان: 1/202، الموضوعات لابن الجوزي: 3/54)۔

تو اگر ان دلائل کی روشنی میں امام ذہبی کا قول نا قابل قبول ہے تو بقیہ کے متعلق بھی علامہ ابن عبد الهادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قابل قبول نہیں! اور پھر بقیہ کی تدلیس تو اعمش سے کئی گنا زیادہ مضر اور خطرناک ہے، بقیہ متروک، مجہول اور کذاب راویوں سے بھی تدلیس کیا کرتا۔ (المجروحین لابن حبان: 1/200، دیوان الضعفاء للذهبی: 619)

بقیہ کی روایات کے متعلق محدثین کا طے شدہ اصول ہے کہ اس کی روایت صحیح صرف اسی صورت ہوگی جب یہ حدثنا، اُخبرنا یا سمعت کہہ کر روایت بیان کرے اور جہاں یہ عن سے بیان کرے تو حجت نہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والذی استقر علیه الأمر من قول الأئمة أن بقیة ثقة فی نفسه لکنه مکثر من التدلیس عن الضعفاء والمتروکین یسقطهم ویعنعن الحدیث عن شیوخهم وهو قد سمع من أولئك الشیوخ کالأوزاعی وابن جریج ومالك وغیره فلا یحتج بحدیثه إلا بما قال فیه حدثنا أو أخبرنا أو سمعت.

''اور جو معاملہ اُئمہ کے اقوال کی روشنی میں طے پاتا ہے وہ یہ ہے کہ بقیہ فی نفسہ تو ثقہ ہے لیکن ضعیف اور متروک راویوں سے بہت زیادہ تدلیس کرنے والا تھا اور انہیں سند سے گرا کر اپنے اساتذہ سے صیغہ عن سے روایت کرتا.......... پس اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی الا یہ کہ جس روایت میں حدثنا یا اُخبرنا یا سمعت جیسے الفاظ کہے''۔

(اللآلی المصنوعة:1/238)

یعنی انہوں نے تمام محدثین کے اقوال کو سامنے رکھ کر یہ خلاصہ اخذ کیا ہے کہ بقیہ کی روایت صرف اسی صورت میں قابل قبول ہے کہ جب وہ سماع کی صراحت کرے (اور اگر عن کے ساتھ بیان کرے تو نہیں)۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بقیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وقال غیر واحد کان مدلسا، فإذا قال عن فلیس بحجة.

''اور بہت سے اُئمہ نے یہ کہا ہے کہ بقیہ مدلس تھا، پس جب وہ ''عن'' کے صیغے سے روایت کرے تو حجت نہیں۔'' (میزان الاعتدال:1/331)

لہٰذا بقیہ کے متعلق اس طے شدہ اصول سے ''بقیہ عن بحیر'' کو مستثنیٰ کرنے کے لیے بہت مضبوط دلیل کی ضرورت ہے، کہ جہاں وضاحت ہو کہ آخر کیوں بقیہ عن بحیر صحیح ہے اور علامہ ابن عبد الھادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ان تمام دلائل کے مقابلے میں نہایت کمزور ہے وہ تو خود دلیل کا محتاج ہے۔ لہٰذا جو قول شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمایا ہے وہ خود ان کے اصول کے مطابق قابل قبول نہیں تو مرزا صاحب کا ان کا نام لے کر شور مچانہ بے کار بلکہ محض دھوکا ہے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ تو صرف علامہ ابن عبد الھادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کرتے، اور مرزا صاحب نے بھی ان کی تقلید میں مکھی پر مکھی مارتے ہوئے صرف اسی پر اکتفا کیا ہے، لیکن اس سلسلے میں الکامل فی ضعفاء الرجال :2 / 264، میں اشارہ موجود ہے کہ بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب تھی۔ لیکن وہ روایت ثابت نہیں ہے، شاید اسی وجہ سے جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حوالہ نہیں دیا، واللہ اعلم۔ الکامل کی اس روایت کے متعلق علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''عرض ہے کہ یہ ثابت نہیں کہ بقیہ کے پاس بحیر بن سعد کی کوئی کتاب تھی۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: (2 / 264) کے حوالے سے کہنا کہ بقیہ کے پاس بحیر بن سعد کی کتاب تھی، صحیح نہیں، کیوں کہ اس کی سند میں امام ابن عدی کے استاذ فضل بن عبداللہ بن سلیمان مجہول ہیں، کسی سے توثیق ثابت نہیں۔ (شاید) اسی بنیاد پر ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعوی کیا کہ بقیہ کی بحیر بن سعد سے روایت سماع پر محمول ہے۔ جس بنیاد پر یہ کہا گیا، وہی ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ ثابت نہیں کہ بقیہ بن ولید کے پاس بحیر کی کوئی کتاب تھی۔ بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب نہ ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ یہ (مرزا صاحب کی پیش کردہ سنن ابو داؤد اور مسند احمد کی) روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے، اگر روایت کتاب سے ہو تو الفاظ میں اختلاف نہیں ہوتا۔''

(دفاع صحابہ: 586)

أئمہ حدیث کے نزدیک بقیہ عن بحیر سماع پر محمول نہیں!

محدثین بقیہ عن بحیر کی سند پر (تدلیس کو لے کر) جرح کرتے آئے ہیں، اور بقیہ کی بحیر سے روایات میں بھی سماع کی صراحت کو ضروری سمجھتے ہیں، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بقیہ کے پاس بحیر کی کتاب ہونے کی کوئی حقیقت نہیں، اور نہ ہی اس اصول کی کوئی اصل ہے کہ بقیہ کی بحیر سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے اگرچہ وہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔

امام ابوالعباس البوصیری رحمۃ اللہ علیہ:

بقیہ بن الولید عن بحیر بن سعید عن خالد بن معدان عن المقدام بن معد کی سند سے مروی ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

هذا إسناد ضعيف لتدليس بقية۔

''یہ سند بقیہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔'' (مصباح الزجاجۃ: 3/26)

امام عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ بقیہ عن بحیر کے طریق سے مروی ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

رواه أحمد، وفيه بقية ولم يصرح بالسماع۔

''اسے امام احمد نے روایت کیا ہے (مسند احمد: 8737)، اس میں بقیہ ہے اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔''

(الترغیب والترھیب: 2/389)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواه أحمد، وفيه بقية وهو مدلس، وقد عنعنه۔

''اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں بقیہ ہے اور وہ مدلس ہے، اور یہاں وہ صیغہ عن سے روایت بیان کر رہا ہے۔''

(مجمع الزوائد: 1/103)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

رواہ أحمد، وفیہ بقیة بن الولید وقد عنعنه، وهو مدلس۔
(مجمع الزوائد: 1/ 245)

حالانکہ یہ روایت بھی بقیہ عن بحیر کے طریق سے ہے۔ (مسند احمد: 7076)

آپ کہتے ہیں کہ بقیہ عن بحیر والی روایت سماع پر محمول ہے حالانکہ أئمہ تو یہاں سماع کی تصریح کی نفی کر رہے ہیں! اور اس کی تدلیس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

قال الشیخ تقی الدین: وقال شیخنا - یعنی: الشیخ زکی الدین -: فی إسنادہ بقیة، وفیہ مقال. قال الشیخ: قلت فی المستدرك من طریق بقیة "نا بحیر" فعلی هذا سلم من تهمة التدلیس من بقیة فی روایته عن بحیر۔

''شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد زکی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی سند میں بقیہ ہے اور اس پر کلام (جرح) موجود ہے۔ شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ المستدرک میں (یہ روایت) بقیہ حدثنا بحیر کے طریق سے ہے، تو اس سے بقیہ کی عن بحیر والی روایت تدلیس سے سلامت ہو جاتی ہے۔''

(البدر المنیر: 2/ 240)

غور کیجیے جب بقیہ نے ''حدثنا بحیر'' کہا پھر ہی سند کو تدلیس سے سلامت قرار دیا گیا یعنی جب ''عن بحیر'' تھا تو تدلیس سے سلامت نہیں تھی۔

علامہ ابن ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وقد أمن تدلیسه، لتصریحه فی هذا بالتحدیث، لکن ینظر فی حدیث بحیر عن خالد، لأن بقیة کان یُسَوی۔

''بقیہ نے یہاں سماع کی صراحت کر کے اپنی تدلیس سے بے خوف کر دیا ہے، لیکن بجیر ''عن'' خالد کو دیکھا جائے گا، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔''

(اتحاف المہرۃ:13/233)

لیجیے حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بقیہ کی بجیر سے روایت کو تب ہی تدلیس کے شبہ سے خالی قرار دیا کہ جب اس نے بجیر سے سماع کی صراحت کی، لہٰذا آپ کے بیان کردہ قاعدے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ صرف یہیں نہیں رکے بلکہ بجیر ''عن'' خالد کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ یہاں بھی تدلیس کا خدشہ ہے کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا۔ حالانکہ جب روایت کتاب سے ہو تو تدلیس کی بحث چھیڑی ہی نہیں جاتی۔

لہٰذا ان دلائل سے ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک بقیہ کا ہر صورت میں اپنے سماع کی صراحت کرنا لازمی ہے چاہے وہ بجیر ہی سے روایت کرے، اور ان کے نزدیک اس بات کی کوئی حقیقت نہیں کہ بقیہ کے پاس بجیر کی کتاب تھی۔ ورنہ تو یہ بات کثرت سے نقل ہوتی اور محدثین کے کلام میں اس کا اکثر ذکر ملتا، جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے، بلکہ معاملہ اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ مدعا تو بے کار اور باطل ٹھہرا۔

بقیہ کی تدلیس تسویہ کے حوالے سے علامہ البانی کی تحقیق کا جائزہ:

مرزا صاحب نے بقیہ بن ولید کو تدلیس تسویہ سے بری قرار دیتے ہوئے کوئی دلیل تو پیش نہیں کی، لیکن اس حوالے سے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب (سلسلۃ الضعیفۃ: 12/107) کو دیکھنے کی فرمائش کی ہے۔ یہاں ٹھہر کر پہلے اس بات کا فیصلہ کریں کہ علی مرزا صاحب علمی کتابی ہیں یا بابی اور مقلد؟ کیا ان کی ہر بات دلائل کے ساتھ ہوتی ہے یا یہ سب محض ڈھونگ ہے؟

بہرحال ان کی فرمائش پر اختصار کے ساتھ جناب البانی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ اور

ہماری گزارشات ملاحظہ فرمائیں:

پہلا اور سب سے بنیادی مدعا جو کہ رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس سند کو سامنے رکھ کر بقیہ پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا جاتا ہے اس میں تو سماع بالمسلسل موجود ہے یعنی ''بقیہ حدثنی ابو وہب قال حدثنا نافع'' ہے، تو تدلیس کیسے ہوئی؟

حالانکہ اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں، کیوں کہ ہماری تحقیق صرف اسانید کے ظاہر تک محدود ہے، لیکن امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ علل کے امام ہیں، اور اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ علت تو کہتے ہی سند میں واقع ہونے والی ایسی مخفی خرابی کو ہیں جو کہ ہر کسی کو نظر نہیں آتی جبکہ وہ ماہرین علل الحدیث پر بالکل واضح ہوتی ہے، اور یہاں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ سند کے ظاہر کو لے کر فرما رہے ہیں کہ سند میں بقیہ حدثنی ابو وہب قال حدثنا نافع ہے لہٰذا جب سماع بالمسلسل ہے تو تدلیس کہاں ہے؟ لیکن امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت فرما چکے ہیں کہ یہاں ابو وہب ''حدثنا'' نافع وہم کا نتیجہ ہے، اور انہوں نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ ان دونوں (ابو وہب اور نافع) کے درمیان سے اسحاق بن ابی فروہ کو بقیہ نے گرایا ہے اور بقیہ سب سے زیادہ اس کام کا ماہر تھا (علل الحدیث: 5/251)۔ لہٰذا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ممکن ہے کہ بقیہ نے قصداً اسحاق کو نہ گرایا ہو بلکہ غلطی سے اسحاق کا واسطہ چھوٹ گیا۔ اور پھر امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ہیں بلکہ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی زبردست تائید کی ہے چنانچہ آپ جناب ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''**وقول أبي حاتم كله في هذا الحديث صحيح**'' اس حدیث کے متعلق امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا سارا کلام درست ہے۔ (الکفایۃ فی علم الروایۃ: 364) اور پھر امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید بھی کسی نے نہیں کی بلکہ محدثین آپ کے کلام کو بقیہ کی تدلیس تسویہ کے بیان میں بطور دلیل نقل کرتے آئے ہیں اور انہوں نے امام ابو حاتم کی موافقت اور تائید کی ہے جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا ابو وھب ''حدثنا'' نافع سے حجت پکڑنا اور اس بنا پر بقیہ کو تدلیس

تسویہ سے بری قرار دینا درست نہیں۔

پھر امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا گیا ہے کہ بقیہ کے شاگرد اس کا امتحان لینے کے لیے اس کی حدیث سے ضعیف راویوں کو گرا دیتے اور تدلیس تسویہ کرتے تھے۔
(المجروحین: 1/201)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بقیہ کے تدلیس تسویہ سے بری ہونے پر صریح دلیل ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی ایسی صریح دلیل ہے ہی نہیں کہ جس سے بقیہ کو تدلیس تسویہ سے بری قرار دیا جا سکے کیوں کہ دیگر محدثین نے یہ صراحت کر رکھی ہے کہ بقیہ سب سے زیادہ تدلیس تسویہ کرنے والا تھا، اور وہ اپنے مدعے پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔ امام ابن حبان کا قول شاذ ہے ائمہ محدثین کا اعتماد امام ابو حاتم کے قول پر ہے، جیسا کہ ہم نے دلائل میں ذکر کیا کہ محدثین تدلیس تسویہ کی بحث میں امام ابو حاتم کا قول نقل کرتے آئے ہیں، اور امام خطیب بغدادی نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے متعلق کہا کہ آپ کی بات بالکل درست ہے۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور اور انتہائی قابل شاگرد علامہ ابو اسحاق الحوینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بقیہ کو تدلیس تسویہ کا مرتکب قرار دیتے ہوئے جناب البانی کی اس دلیل کا رد کیا ہے، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں فیصلہ دیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ بقیہ کے شاگرد کرتے تھے تو اس سے بقیہ کے متعلق نفی کہاں سے لازم آتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔
(نثل النبال بمعجم الرجال: 1/302)

ایک بات یہ بھی کہی گئی کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکاشف" میں جہاں بقیہ پر گفتگو کی تو اسے صرف تدلیس شیوخ سے متصف قرار دیا اور تدلیس تسویہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بقیہ کو طبقات المدلسین میں ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے بھی تدلیس تسویہ کا الزام نہیں لگایا۔

تو جہاں تک بات ہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ بن ولید کو تدلیس تسویہ سے

متصف قرار نہیں دیا تو یہ بات کسی طرح بھی اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ بقیہ تدلیس تسویہ سے بری ہے، کیوں کہ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر راوی کے متعلق ہر امام تمام کی تمام باتیں ذکر کرے، اور نہ ہی یہ کوئی اصول ہے کہ جب ایک راوی کے متعلق تمام محدثین کسی عیب کو نقل کریں گے پھر ہی اس پر عمل ہوگا ورنہ بعض کے ذکر نہ کرنے سے وہ جرح ہی مردود ہے۔ اور جب دیگر محدثین (جن میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ بھی شامل ہیں) یہ صراحت کرتے آئے ہیں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا پھر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر نہ کرنے سے وہ تدلیس تسویہ سے بری تو نہیں ہو جاتا۔ ورنہ اس طرح تو کسی بھی راوی کے متعلق کسی بھی جرح کو کمزور ثابت کیا جا سکتا ہے، یہ کہہ کر کے اس کے متعلق یہ بات فلاں امام نے ذکر نہیں کی! اور اگر کوئی اس سلسلے میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کہ انہوں نے بقیہ کی فلاں عن والی روایت کو صحیح کہا ہے تو عرض ہے کہ صرف بقیہ ہی نہیں انہوں نے تو بہت سے مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح کہہ دیا ہے تو کیا ان سب کے متعلق بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ مدلس ہی نہیں؟

اور اس جگہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا تو بالکل نہیں بنتا ہے، کیوں کہ انہوں نے جگہ جگہ بقیہ کو تدلیس تسویہ سے متصف قرار دیا ہے، جیسا کہ پیچھے بحوالہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور رہی بات طبقات المدلسین کی تو اس کتاب میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن مسلم کے ذکر میں بھی یہ نہیں کہا کہ یہ تدلیس تسویہ کرتا ہے، حالانکہ آپ ولید بن مسلم کے متعلق مانتے ہیں کہ وہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔

لہٰذا جناب البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ جس سے ثابت ہو سکے کہ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ سے بری ہے اور جن محدثین نے اس پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے وہ غلط ہے۔ اور پھر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ میں سے کسی ایک کا قول بھی نقل نہیں کیا کہ جس نے صراحت کے ساتھ بقیہ بن ولید کو تدلیس تسویہ سے بری قرار دیا ہو۔ لہٰذا مرزا صاحب ہم پر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر رعب نہ جھاڑیں کیوں کہ بقیہ

پر تدلیس تسویہ کا الزام ہم نہیں لگا رہے بلکہ ہم تو اقوال محدثین پیش کر رہے ہیں، کہ بڑے بڑے محدثین نے اسے تدلیس تسویہ کا مرتکب قرار دیا ہے۔

ہماری کیا حیثیت ہے آپ جن کا حوالہ ہمیں پیش کر رہے ہیں خود انہی کے شاگرد اس مسئلے میں اپنے استاد جناب علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے متفق نہیں اور ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں، ہم یہاں دو نام ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ الشیخ مقبل بن ھادی اور محدث ابو اسحاق الحوینی رحمہا اللہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خاص تلامذہ ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو اسحاق علامہ البانی کے اس مؤقف کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید سے تدلیس تسویہ ثابت ہے، اور پھر آپ نے اپنا مؤقف دلیل سے ثابت کیا۔ (نثل النبال بمعجم الرجال: 1/302)۔ اور اسی طرح علامہ مقبل بن ھادی نے بھی بقیہ کو تدلیس تسویہ سے متصف قرار دیا۔ (المقترح: ص 35)۔ لہٰذا ہمیں غلامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نا دیں ان کا دعویٰ بھی بے دلیل ہے۔ اور ذرا یاد کریں کہ آپ تو علمی کتابی ہیں یا بلی نہیں۔

اور پھر جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی تقلید میں آپ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ بقیہ کی بحیر سے روایت بغیر سماع کی تصریح کے بھی صحیح ہے اور یہ کہ بقیہ سے تدلیس تسویہ ثابت نہیں، تو خود شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بقیہ بن ولید پر تدلیس تسویہ کا الزام بھی لگایا ہے اور اس کی بحیر سے روایت کو بھی عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، تو الحمد للہ ہم شیخ کے اسی مؤقف پر ہیں جو محدثین کی تصریحات اور دلائل کے موافق ہے۔ لہٰذا کسی کی خطا کو ہم پر بطور دلیل مت پیش کریں۔ اس حوالے سے مرزا صاحب کا اصول بھی ملاحظہ فرمالیں، چنانچہ اسی روایت کے ضمن میں ایک جگہ پر کہتے ہیں:

"علم کے میدان میں جذبات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، پھر نشتر ہاتھ میں ہوتا ہے پھر سرجن کا کام تو یہ ہے کہ چاہے کوئی شیخ الحدیث لیٹا ہوا ہے چاہے کوئی ڈاکٹر لیٹا ہوا ہے وہ چیرا لگائے گا، اس کو یہ نہیں کہہ سکتے یار تو چیرا کیوں لا دتا

شیخ الحدیث نو؟ اپنڈکس کڈن واسطے چیرا تے لانا پینے ،تو چاہے کوئی بھی بڑے سے بڑی بزرگ ہستی ہے جہاں پہ علمی دلائل ہیں وہاں ہم کہیں گے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے، اس غلطی کے اوپر ان کی علمی گرفت کی جا سکتی ہے۔"

Masalah 157 a -1:30:10

نیز دیکھیے انجینئر صاحب کی ویڈیو:

Sheikh Albani vs Hafiz Zubair Ali Zai vs Imam Tirmizi by Engineer Ali Mirza

تو ہم نے علمی دلائل ہی سے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور اس معاملے میں علامہ البانی وزبیر سے علمی خطا ہوئی ہے۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت بقیہ بن ولید کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، جن اہل علم نے اسے ضعیف قرار دیا ان کا قول حق پر ہے۔ اور اسے صحیح ثابت کرنے کے لیے انجینئر صاحب نے جو دعوے کیے وہ سب بلا دلیل ہیں۔ لہٰذا اس روایت کی وجہ سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اور غلط تاثر دینا درست نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک مدلسین کی روایات جعلی اور فارغ روایات قرار پاتی ہیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

علی مرزا صاحب اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے یہاں بھی صرف منفی پہلو کو ہی بیان کر کے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں، جبکہ ہم نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ وہ روایت ہی ضعیف ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے، اور اس بات کا فیصلہ کیجیے کہ جناب معاویہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق جو تاثر مرزا صاحب دیتے ہیں وہ کس حد تک درست ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَهُ أَوْ قَالَ شَفَتَهُ، يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ، أَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُولُ اللهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک نے ان کی مبارک زبان یا کہا (راوی کو شک ہے کہ) ان کے ہونٹ مبارک کو چھوا ہے، یعنی حسن بن علی صلوات اللہ علیہ کو، اور اس زبان یا ہونٹوں کو ہرگز عذاب پہنچ ہی نہیں سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوا ہو۔''

(مسند احمد: 16848)

اس کی سند صحیح ہے، علامہ شعیب الأرنؤوط نے مسند احمد کی تخریج میں اور علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب نے دفاع صحابہ: ص 432 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اب یہ بات کون فرما رہے ہیں؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ! جن کے متعلق مرزا صاحب یہ تاثر دیتے رہتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اہل بیت کے دشمن ہیں، تو بتائیں کوئی شخص بھلا اپنے دشمن کے فضائل بیان کرے گا؟ اور اس کا تذکرہ بالخیر کرے گا؟ ہم کہتے ہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ سوال ہے کہ آخر کیوں نہیں انجینئر صاحب یہ روایات عوام الناس کو بیان کرتے؟ جبکہ حق چھپانے کا جھوٹا الزام بھی الٹا آپ ہم ہی پڑ لگاتے ہیں۔ صاف واضح ہے کہ حق گوئی محض فراڈ ہے۔ آپ کا مقصد صرف اور صرف طعن اور منفی تاثر پھیلانا، اور رافضیت کو promote کرنا ہے، کہ کسی طریقے بس صحابہ اور اہل بیت کو دشمن ثابت کرنا ہے۔

حالانکہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہم سے کوئی دشمنی نہ تھی، بلکہ وہ ان کے لیے محبت بھرے جذبات رکھتے تھے۔ اور اہل سنت کا یہی منہج ہے۔

امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ائمہ میں سے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دفاع اور اہل سنت کے عقائد پر مشتمل

کتاب ''الشریعۃ'' لکھی۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن اور ذکر خیر کے ذیل میں ایک باب یوں قائم کرتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ تَعْظِيمِ مُعَاوِيَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِكْرَامِهِ إِيَّاهُمْ۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرنے کا بیان۔''

اس میں ایک روایت آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی لائے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى مُعَاوِيَةَ - فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: لَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ فَضْلٌ عَلَى يَزِيدَ إِلَّا أَنَّ أُمَّكَ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَأُمَّهُ امْرَأَةٌ مِنْ كَلْبٍ لَكَانَ لَكَ عَلَيْهِ فَضْلٌ فَكَيْفَ وَأُمُّكَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو تو (میرے بیٹے) یزید پر یہی فضیلت کافی تھی کہ آپ کی والدہ قریشی ہیں اور اس کی والدہ بنو کلب کی ایک عورت ہے، لیکن (اس سے بھی کئی گنا بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ) آپ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

(الشریعۃ للآجری:1961)

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا۔ (مقام صحابہ:153)

اور پھر امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ ایک شہادت اہل بیت میں سے امام ابوجعفر الباقر رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح لے کر آئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا يَقْبَلَانِ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

''سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے وظائف قبول کیا کرتے تھے۔'' (الشریعۃ للآجری: 1963)

کیا یہ روایات اہل سنت کی کتب میں موجود نہیں؟ کیا ان کا بیان حق گوئی نہیں؟ پھر آخر کیوں یہ روایات بیان نہیں کی جاتیں؟

مرزا صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک فرمایا کرتے۔ چنانچہ آپ ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

''امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پوری زندگی حسنِ سلوک کرتے رہے ہیں..........لیکن over all حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ attitude حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا بہت اچھا تھا۔''

Hard Talk with Engineer Muhammad Ali Mirza ! 30-Questions Of Dr Ahmed Naseer ! 1:20:33

تو حق گو صاحب! کبھی وہ حسن سلوک والی روایات بھی بیان کر دیا کریں! ہمیشہ صرف منفی پہلو کو ہی کیوں اچھالا جاتا ہے؟ اور لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفرت کیوں بھری جا رہی ہے؟ اور کیوں ہر وقت یہی تاثر دیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت سے عداوت اور دشمنی رکھتے تھے؟

ان کی اس چال بازی کو سمجھنا چاہیے، ان کا مقصد حق گوئی بالکل بھی نہیں ہے۔ آپ کے اسی بیان میں آپ کے ان تمام اشکالات اور اعتراضات کا جواب ہے جو اس سلسلے میں آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں، اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساری زندگی حسنِ سلوک کرتے رہے تو پھر ان کی وفات پر خوش کیسے ہو سکتے ہیں؟ یا (نعوذ باللہ) ان کے قتل میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں؟

جناب حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ اور مرزا صاحب کی دھوکے بازی:

جب مرزا صاحب کے پاس کوئی دلیل تو ہے نہیں پھر آپ ایک روایت یہاں کی اور ایک وہاں سے اٹھاتے ہیں اور اپنے منطق لڑا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت حسن کو زہر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ اور اس کے لیے آپ سنن ابوداؤد کی روایت کے ساتھ یہ روایت ملا کر بیان کیا کرتے ہیں:

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَرَجُلٌ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ نَعُودُهُ، فَجَعَلَ يَقُولُ لِذَلِكَ الرَّجُلِ: سَلْنِي قَبْلَ أَنْ لَا تَسْأَلَنِي، قَالَ مَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ شَيْئًا يُعَافِيكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَامَ فَدَخَلَ الْكَنِيفَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ: مَا خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ حَتَّى لَفَظْتُ طَائِفَةً مِنْ كَبِدِي أُقَلِّبُهَا بِهَذَا الْعُودِ وَلَقَدْ سُقِيتُ السُّمَّ مِرَارًا مَا شَيْءٌ أَشَدُّ مِنْ هَذِهِ الْمَرَّةِ، قَالَ: فَغَدَوْنَا عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِ فَإِذَا هُوَ فِي السُّوقِ، قَالَ وَجَاءَ الْحُسَيْنُ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ يَا أَخِي مَنْ صَاحِبُكَ؟ قَالَ تُرِيدُ قَتْلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَئِنْ كَانَ الَّذِي أَظُنُّ لَلّٰهُ أَشَدُّ نِقْمَةً، وَإِنْ كَانَ بَرِيئًا فَمَا أُحِبُّ أَنْ يُقْتَلَ بَرِيءٌ۔

''عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اور ایک آدمی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لیے آئے، تو آپ رضی اللہ عنہ اس آدمی سے فرمانے لگے کہ اس سے پہلے کہ موقع ہی نہ رہے کوئی سوال کر لو۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا، اللہ آپ کو عافیت بخشے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اور بیت الخلا چلے گئے، پھر جب ہمارے پاس واپس لوٹے تو فرمایا: میں تمہارے پاس اپنے جگر کا ایک ٹکڑا پھینک کر آ رہا ہوں، میں اسے اس لکڑی کے ساتھ الٹ پلٹ رہا تھا۔ مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے لیکن اس

دفعہ سے زیادہ سخت پہلے کبھی نہیں پلایا گیا۔ (عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں) ہم اگلے دن پھر جب ان کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے۔ اور سیدنا جناب حسین رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے میرے بھائی! آپ کو زہر کس نے پلایا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو وہ وہی ہے جسے میں سمجھتا ہوں (کہ اسی نے زہر پلایا ہے) تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے، اور اگر وہ بری ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے قصور مارا جائے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ:37359)

حالانکہ اس روایت میں واضح ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بھی قاتل کے متعلق خبر نہیں بس ایک گمان ہے، اور جناب حسین رضی اللہ عنہ کو بھی قاتل کا علم نہیں، نہ ہی انہوں نے مرزا صاحب کی طرح investigation کرتے ہوئے کہا کہ ان کی شہادت پر خوش کون ہوا ہے، یا اس کا beneficial کون ہے کہہ کر کسی صحابی رسول پر الزام لگایا ہو، نہ ہی کسی اور صحابی سے ایسا کچھ منقول ہے، یہ خیال آیا تو آج آ کر مرزا انجینئر صاحب کو آیا ہے، لہٰذا مرزا صاحب کے یہ الٹے سیدھے منطق مردود اور بے بنیاد ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے جہلم شہر کے بہت بڑے محدث شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔ لیکن مرزا صاحب اگر انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے تو اسی بہت بڑے محدث نے آپ کی پیش کردہ ابوداؤد اور مسند احمد والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے جس کی بنا پر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین کی یا وہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوئے۔ اور اسی بہت بڑے محدث نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے تحت اس جھوٹ کا دلائل کے ساتھ جواب لکھا

ہے کہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کو زہر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، اور تفصیل کے ساتھ ان جھوٹی روایات کا رد کیا ہے جو اس سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جاتی ہیں۔ پھر فرمایا:

''یہ اتہام کے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے زہر دیا، بے حقیقت اور بے ثبوت ہے''۔

پھر آپ حفظہ اللہ اس پر اقوال ائمہ ومحدثین نقل فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شہادت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے بالکل بری ہیں (اقوال سلف):

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَعِنْدِي أَنَّ هَذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَعَدَمُ صِحَّتِهِ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ بِطَرِيقِ الْأُولَى وَالْأَحْرَى۔

''جب یہ واقعہ یزید کے متعلق ثابت نہیں، تو یزید کے والد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو بطریق اولی ثابت نہیں ہوسکتا (کہ انہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا)۔'' (البدایۃ والنہایۃ: 8/43)

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قلنا: هذا محال من وجهين: أحدهما أنه ما كان ليتقي من الحسن بأسًا وقد سلم الأمر. الثاني أنه أمر مغيب لا يعلمه إلا الله فكيف تحملونه - بغير بينة- على أحد من خلقه في زمان متباعد لم نثق فيه بنقل ناقل، بين أيدي قوم ذوي أهواء، وفي حال فتنة وعصبية، ينسب كل واحد إلى صاحبه ما لا ينبغي، فلا يقبل منها إلا الصافي، ولا يسمع فيها إلا من العدل المصمم۔

''ہمارا جواب ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینا دو وجہ

سے محال ہے:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا، کیوں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی انہیں امارت سونپ چکے تھے۔

(دوسرا یہ کہ) یہ غیبی معاملہ ہے آپ بغیر دلیل کے اسے کسی پر کیسے ٹھونس سکتے ہیں؟ ایسے دگرگوں حالات میں کہ ہم ہر ناقل پر اعتبار بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ لوگوں میں کئی خواہشات کے پجاری ہیں۔ فتنہ وفساد اور عصبیت کے عالم میں ہر کوئی اپنے مخالف کے ذمہ ناجائز باتیں لگا تا رہتا ہے، لہٰذا ان میں سے صرف صحیح بات قبول ہوگی اور پختہ اور عادل راوی پر بھروسہ کیا جائے گا۔" (العواصم من القواصم: ص 214)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُ: "إِنَّ مُعَاوِيَةَ سَمَّ الْحَسَنَ". فَهَذَا مِمَّا ذَكَرَهُ بَعْضُ النَّاسِ، وَلَمْ يَثْبُتْ ذَلِكَ بِبَيِّنَةٍ شَرْعِيَّةٍ، أَوْ إِقْرَارٍ مُعْتَبَرٍ، وَلَا نَقْلٍ يُجْزَمُ بِهِ. وَهَذَا مِمَّا لَا يُمْكِنُ الْعِلْمُ بِهِ، فَالْقَوْلُ بِهِ قَوْلٌ بِلَا عِلْمٍ۔

"یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا، اس بارے میں کوئی واضح شرعی دلیل یا اقرار معتبر یا قابل اعتماد روایت موجود نہیں ہے، اس بارے میں علم ممکن نہیں ہے، لہٰذا یہ قول بلا علم ہے۔"

(منہاج السنۃ: 4/469)

نیز فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ فَمِثْلُ هَذَا لَا يُحْكَمُ بِهِ فِي الشَّرْعِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ أَمْرٌ ظَاهِرٌ لَا مَدْحٌ وَلَا ذَمٌّ۔

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ باتفاق مسلمین شریعت میں اس طرح کے (ظنی و بلا

دلیل) معاملے کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، مدح یا ذم کا کوئی ظاہری حکم بھی لاگو نہیں ہوگا۔'' (منہاج السنۃ: 4/470، 471)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قُلْتُ: هَذَا شَيْءٌ لَا يَصِحُّ فَمَنِ الَّذِي اطَّلَعَ عَلَيْهِ؟

''میں کہتا ہوں: اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے، پس کس کے پاس اس کا ثبوت ہے؟ (کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا یا دلوایا تھا)۔'' (تاریخ الاسلام: 4/40)

مؤرخ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ما ينقل من أنّ معاوية دس إليهم السمّ مع زوجه جعدة بنت الأشعث فهو من أحاديث الشيعة وحاشا لمعاوية من ذلك۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کا زہر کی سازش میں شامل ہونا، یہ تو شیعہ کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایسی تہمت سے پاک رکھے۔'' (تاریخ ابن خلدون: 2/527)

تو آخر مرزا صاحب اہلسنت کا نام لے کر عوام کو کن کا سلیبس پڑھا رہے ہیں؟

ان اقوال کے بعد مولانا غلام مصطفیٰ حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''الحاصل: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دینا ثابت نہیں، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا جھوٹ اور اتہام ہے، کیوں کہ اس سلسلہ میں جمیع روایات من گھڑت اور خود ساختہ ہیں۔''

(مقالات السنۃ: ص 12 تا 31)

لہٰذا ائمہ اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں مرزا صاحب کی تمام فضول باتوں کی اصلیت واضح ہو جاتی ہے، اب آپ لاکھ کوششیں کرتے رہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی

شہادت پر کون خوش ہوا، یا ان کی شہادت کس کے لیے فائدہ مند تھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آپ کی دھوکے بازیاں ہیں نہ کہ علمی دلائل۔ لہٰذا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا کچھ بھی صحیح سند سے ثابت ہی نہیں تو ان کی طرف ایسی بات منسوب کرنا یا ان کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا بالکل ناجائز ہے، مرزا صاحب کوئی حق گوئی کا فریضہ سرانجام نہیں دے رہے بلکہ رافضیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی ترجمانی کر رہے ہیں، ائمہ اہل سنت تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بالکل بری قرار دیتے ہیں اور امام ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے تو آپ کے خودساختہ beneficiary والے اصول کو بھی بالکل باطل قرار دے رکھا ہے۔

رہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے پر تیروں کا چلنا تو یہ بھی غیر ثابت اور جھوٹے قصہ کہانیوں میں سے ایک ہے، اور اس قسم کے جھوٹ بیان کرنا مرزا صاحب کی مجبوری ہے، کیوں کہ بغیر جھوٹوں کا سہارا لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق منفی تاثر عام کرنا ممکن نہیں، ورنہ تو کل تک مرزا صاحب خود اس بات کا اقرار کرتے آئے ہیں کہ یہ جنازے پر تیر چلنا وغیرہ سب جھوٹ ہے، پتہ نہیں کب یہ باتیں جھوٹی ہوتی ہیں اور کب کو یہ صحیح ہو جاتی ہیں؟

لیجیے ڈیڑھ گھنٹے کی ویڈیو ہے، اور موضوع کلام یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟ دلائل آپ کے سامنے ہیں اب خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ مرزا صاحب کا مقصد حق گوئی ہے یا صحابہ پر الزام تراشی؟ اور کیا اسی کو اصول و انصاف پسندی کہا جاتا ہے؟

❁❁❁

حضرت حجر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے متعلق انجینئر صاحب کی دھوکے بازیاں

انجینئر محمد علی مرزا صاحب خود کو ایک ایماندار، حق گو، منصف اور علمی کتابی شخص قرار دیتے ہیں، اور آپ یہ دعویٰ بھی کیا کرتے ہیں کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن نہیں کرتا بلکہ صرف ان کی غلطی بیان کرتا ہوں۔ لیکن حسبِ عادت اس مقام پر بھی مرزا صاحب نے اپنی منصف مزاجی، ایمانداری اور حق گوئی کا مکمل مظاہرہ کیا ہے، آپ نے اس حوالے سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہایت گھٹیا اور جھوٹے الزامات لگائے ہیں، اور ہمیشہ کی طرح کتاب اور حوالے کے نام پر اپنی اندھی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔

مرزا صاحب کا ویڈیو لیکچر/ ایران کی فلم کا مرکزی خیال:

صحیح روایات کا ڈھونگ رچانے والے ہمارے محقق صاحب اپنی ایک ویڈیو میں کہتے ہیں:

''حجر ابن عدی شیعیانِ علی میں سے تھے، شروع کے مسلمانوں میں سے تھے، ان کو حضرت معاویہ نے ظلماً شہید کروایا۔ وہ پوری ڈیٹیل آپ کو مستدرک للحاکم میں ایک پورا چیپٹر ہے حجر ابن عدی کا، وہ سرسری ویڈیوز دیکھ کے امام حاکم نے نہیں، میری پیدائش سے بھی وہ پہلے کا ہے، ایک ہزار سال پہلے۔ وہ تیرہ حدیثیں آپ پڑھیں آپ کے آنسو نہیں رکیں گے، کس ظلم کے ساتھ حجر ابن عدی کو قتل کروایا گیا۔ صرف اس بات پہ کہ یہ جمعہ کی نماز لیٹ کر دیتے تھے، منبروں پہ سب و شتم حضرت علی پہ کرتے تھے، یہ (حجر بن عدی) مخالفت کرتے تھے۔ اور اس شخص کی قبر وہاں پہ کھودی گئی جو علاقہ حضرت عمر کے دور میں حجر ابن عدی نے فتح کیا ہوا تھا، آئے ہائے ہائے ہائے۔ اور آخری وقت میں کہا گیا کہ بچت کی ایک صورت ہے کہ حضرت علی

پہ لعنت کر دو چھوڑ دیں گے۔ انہوں نے کہا: پوری زندگی علی سے عشق کیا اب موت کو دیکھ کے تو میں حضرت علی پہ سب وشتم شروع کر دوں؟ اور کہا دو نفل پڑھنے کی اجازت دو، اور نفل تیزی سے پڑھے اور کہا: میں نے اس لیے تیزی سے پڑھے تاکہ تمہیں یہ نہ ہو کہ میں موت کو delay کرنے کے لیے نماز اس طرح پڑھ رہا ہوں، میں نے زندگی میں کبھی اتنی تیز نماز نہیں پڑھی۔ اور پھر کہا، وصیت کی لوگوں کو،- ایران والوں نے حجر ابن عدی کے اوپر جن کو آپ کہتے ہیں صحابہ کو نہیں مانتے، انہوں نے پوری ایک فلم بنائی ہے حجر ابن عدی کے اوپر یوٹیوب پر رکھی ہے اردو dubbing کے ساتھ-تو انہوں نے وہاں پبلک کو وصیت کی کہ: مجھے میری انہی بیڑیوں میں اور انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کرنا ہے، قیامت والے دن پلِ صراط پہ میں معاویہ کا گریبان پکڑوں گا۔ ان کے ساتھی بھی قتل کیے گئے صرف ایک ٹسل کے اندر کہ حضرت علی کے سپورٹر ہیں۔''

Hujar Ibne Adi | Final Part, Lecture by Ustaad Engineer Muhammad Ali Mirza

یعنی بنیادی مدعا یہ ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو ناحق اور ظلماً قتل کروایا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنر جمعہ کی نماز دیر سے پڑھاتے اور خطبے میں سیدنا جناب علی رضی اللہ عنہ پر گالم گلوچ کرتے، جبکہ جناب حجر ان کی مذمت کرتے۔

تو ہمارے انجینئر صاحب نے اس بیان میں ''مستدرک للحاکم'' کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ ان تیرہ روایات میں تفصیلات موجود ہیں۔ اور سکرین پر باقاعدہ ان تیرہ روایات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، اور بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مرزا انجینئر جیسے محقق اور علمی کتابی بغیر حوالہ دیے ہی کوئی بات کر دیں؟ لیکن یاد رہے ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی! واللہ مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق اس دیئے گئے حوالے میں ایک لفظ بھی موجود

نہیں، بلکہ یہ سب جھوٹ اور بکواس ہے، جس کا ماخذ ایران کی فلم ہے نہ کہ المستدرک۔

حضرت حجر بن عدی کی صحبت میں محدثین کا اختلاف:

اگرچہ بعض اہل علم نے حجر بن عدی کو صحابی قرار دیا ہے، لیکن یاد رہے اس سلسلے میں محدثین کا اختلاف رہا ہے، اور بعض ائمہ کرام نے ان کے صحابی ہونے کو درست قرار نہیں دیا بلکہ ان کا شمار تابعین میں کیا ہے، انہی میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أما البخاريّ وابن أبي حاتم عن أبيه وخليفة بن خياط وابن حبان فذكروه في التابعين۔

''امام بخاری، امام ابو حاتم الرازی، امام خلیفہ بن خیاط اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔''

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: 33/2)

امام ابن الجوزي رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حجر بن عدی کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہے۔ (تلقیح فهوم اہل الأثر: ص 129)

لہٰذا جب ان کی صحبت میں ہی اختلاف ہے، تو انہیں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنا، ان کا نام لے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغ دار کرنا اور ان پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے، کہ جن کی صحبت مسلمہ ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تو عرصۂ طویل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب خاص رہے، اور آپ کے حکم سے آپ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھا کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لیے کئی دعائیں فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے جہادی لشکر کو خواب میں دیکھ کر بہت

ہی خوش ہوئے اور جنت کی بشارت سنائی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت والی بادشاہت قرار دیا۔ جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ذکرِ خیر والے باب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

لہٰذا اگر جناب حجر بن عدی کو صحابی بھی تسلیم کیا جائے تو آپ کا شمار صغار صحابہ کرام میں ہوگا، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بلا شبہ آپ سے افضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریبی ہوں گے۔ لیکن یہ شیعہ حضرات اور ان کی ہمنوائی میں مرزا انجینئر صاحب حضرت حجر بن عدی کو تو صحابہ والا پورا پروٹوکول دیتے ہیں اور بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جس سے یہ سمجھ جانا چاہیے کہ جو یہ حجر بن عدی کے نام پر آئے ہائے کرتے ہیں اس کی وجہ صحابہ سے محبت نہیں بلکہ یہ ان کے لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشوں کا سامان ہے، کہ ان کا نام لے کر آپ رضی اللہ عنہ پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔ ورنہ اس سے قبل خلیفہ راشد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ناحق شہید ہوئے ہیں، تو ان کی شہادت پر تو آپ ہائے ہائے نہیں کرتے، بلکہ الٹا آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور الزام تراشی کی جاتی ہے اور پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تو اپنی غلط پالیسیوں کی وجہ سے شہید کر دیے گئے۔

اب مستدرک حاکم کی وہ تیرہ روایات ملاحظہ فرمائیں کہ جن کا حوالہ دے کر مرزا صاحب نے اپنا مدعا بیان کیا ہے۔

المستدرک للحاکم کی تیرہ روایات کا جائزہ:

روایت نمبر: 1

زیاد کے غلام کا بیان ہے کہ:

أَرْسَلَنِي زِيَادٌ إِلَى حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ وَيُقَالُ فِيهِ: ابْنُ الْأَدْبَرِ فَأَبَى أَنْ

يَأْتِيَهُ، ثُمَّ أَعَادَنِي الثَّانِيَةَ فَأَبَى أَنْ يَأْتِيَهُ قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، إِنِّي أُحَذِّرُكَ أَنْ تَرْكَبَ أَعْجَازَ أُمُورٍ هَلَكَ مَنْ رَكِبَ صُدُورَهَا۔

''مجھے زیاد نے جناب حجر بن عدی کی جانب ان کو بلانے کے لئے بھیجا، انہیں ''ابن ادبر'' کہا جاتا تھا۔ تو آپ نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس نے مجھے دوبارہ بھیجا لیکن انہوں نے اس بار بھی آنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے یہ کہہ کر ان کی طرف پیغام بھیجا کہ: میں تمہیں ایسے امور کے پیچھے پڑنے کے متعلق خبردار کرتا ہوں جن امور کے سینوں پر سوار ہونے والے بھی ہلاک ہو گئے۔''

(مستدرک للحاکم: 5972)

خیر سے بسم اللہ کرتے ہوئے پہلی روایت ہی ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی ''محمد بن زبیر الحنظلی'' ہے جو کہ سخت مجروح ہے، اسے امام ابن معین، ابو حاتم الرازی، بخاری، نسائی، ابن عدی، ابن حبان وغیرہم نے ضعیف قرار دیا۔

(تہذیب التہذیب: 9/167)

اور اس میں انجینئر صاحب کے مدعے کے مطابق کچھ بھی نہیں۔

روایت نمبر 2:

عَنْ زِيَادِ بْنِ عُلَاثَةَ قَالَ: رَأَيْتُ حُجْرَ بْنَ الْأَدْبَرِ حِينَ أَخْرَجَ بِهِ زِيَادٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ، وَرِجْلَاهُ مِنْ جَانِبٍ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ۔

''زیاد بن علاثہ نے بیان کیا: میں نے حضرت حجر بن ادبر کو دیکھا، جب زیاد نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا۔ وہ ایک اونٹ پر سوار تھے اور ان کے دونوں پاؤں ایک جانب تھے۔''

(مستدرک للحاکم: 5973)

اس میں اعمش مدلس ہیں اور روایت عن سے بیان کر رہے ہیں۔ اور مرزا

صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ مدلس کی عن والی روایت بالاجماع ضعیف ہوتی ہے، اور یہ محدثین کا متفقہ اصول ہے۔ لیکن چونکہ اب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی باری ہے تو انہیں اس سند میں اعمش نظر نہیں آیا، اور نہ ہی تدلیس کے متعلق کوئی اصول یاد ہے۔ کیونکہ اصول تو ہے ہی ایک کہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے وہ سب صحیح، اور جو کچھ ان کے فضائل میں اور ان کے حق میں مروی ہے وہ سب ضعیف اور من گھڑت ہے۔

روایت نمبر 3:

مصعب بن عبداللہ زبیری کہتے ہیں:

حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْكِنْدِيُّ يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كَانَ قَدْ وَفَدَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَشَهِدَ الْقَادِسِيَّةَ. وَشَهِدَ الْجَمَلَ، وَصِفِّينَ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَتَلَهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بِمَرْجِ عَذْرَاءَ، وَكَانَ لَهُ ابْنَانِ: عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَتَلَهُمَا مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ صَبْرًا، وَقُتِلَ حُجْرٌ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ۔

''جناب حجر بن عدی کندی کی کنیت ''ابو عبدالرحمٰن'' ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وفد کی صورت میں آئے تھے، آپ جنگ قادسیہ، جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان کو ''مرج عذراء'' مقام پر شہید کیا، ان کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن تھے، جنہیں مصعب بن عمیر نے باندھ کر قتل کیا تھا۔ حجر بن عدی 53 ہجری میں قتل کیے گئے۔''

(مستدرک للحاکم: 5974)

روایت نمبر 4:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ لَيَالِي بَعْثِ حُجْرٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ جَعَلَ النَّاسُ يَتَحَيَّرُونَ وَيَقُولُونَ: مَا فَعَلَ حُجْرٌ؟ فَأَتَى خَبَرُهُ ابْنَ عُمَرَ

وَهُوَ مُخْتَبِئٌ فِي السُّوقِ، فَأَطْلَقَ حَبْوَتَهُ وَوَثَبَ، وَانْطَلَقَ فَجَعَلْتُ أَسْمَعُ نَحِيبَهُ، وَهُوَ مُوَلٍّ۔

''حضرت نافع فرماتے ہیں: جس رات حجر بن عدی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا جا رہا تھا، لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ حجر کا کیا معاملہ بنا؟ جب ان کی خبر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، وہ اس وقت بازار میں کسی جگہ روپوش تھے، آپ نے روپوشی ختم کی اور لوگوں کے درمیان آ گئے۔ جب وہ واپس جا رہے تھے تو میں نے ان کی پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز سنی۔'' (مستدرک للحاکم:5975)

یہ روایت صحیح ہے، لیکن اس میں مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق کچھ بھی نہیں۔ اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کو بنیاد بنا کر کہنا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتلِ ناحق جانا، تو یہ درست نہیں ہے۔ صرف ان کے رونے سے ایسا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ کسی انتہائی قریبی اور عزیز کے قتل پر رونا ایک فطرتی عمل ہے، چاہے وہ کسی جرم کی وجہ ہی سے قتل ہو۔ لیکن اگر تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ قتلِ ناحق تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ناحق کے خلاف آواز کیوں نہ اٹھائی؟ اگر یہ ظلم تھا تو اس کی مذمت کیوں نہ فرمائی؟ کم از کم دو بول ہی مخالفت کے بول دیے ہوتے! چلیں یہ بھی نہیں تو دل میں ہی برا جانا ہوتا، تو لائیں ثابت کریں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے غلط کہا ہو۔ ایسا کچھ ثابت ہی نہیں، اگر ہوتا تو آپ لوگ اسے بیان کرنے سے ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ چلیں ایک منٹ کے لیے آپ کی یہ فضول کہانی بھی مان لیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ passive مزاج آدمی تھے اور حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے یا ان کی مخالفت کرنے سے بہت بچنے والے تھے، اور اس کے مقابلے میں پھر آپ فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ (active) مزاج تھے، وہ بالکل بھی کمپرومائز نہ کرتے، اور انہوں نے یزید جیسے ظالم حکمران کے خلاف آوازِ حق بلند کی اور اس کے خلاف خروج کیا۔ تو پھر

بتائیں کہ کیا جناب حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا؟ ان کے اس عمل کی مذمت کی؟ بالکل نہیں!

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ناحق قتل سمجھا، تو یہ ان کا فہم ہے، لیکن دوسری طرف جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ حاکمِ وقت اور مجتہد ہیں، آپ نے یہ قتل کسی ایسی وجہ سے بالکل بھی نہیں کروایا کہ جو مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے مکمل سوچ بچار اور باقاعدہ مشاورت کے بعد یہ قدم اٹھایا تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

روایت نمبر: 5

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ حُجْرَ بْنَ عَدِيٍّ وَهُوَ يَقُولُ: أَلَا إِنِّي عَلَى بَيْعَتِي لَا أُقِيلُهَا، وَلَا أَسْتَقِيلُهَا سَمَاعَ اللهِ وَالنَّاسِ۔

''ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حجر بن عدی کو دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے: خبردار! میں اپنی بیعت پر قائم ہوں، نہ میں نے اسے توڑا ہے اور نہ ہی توڑنے کی خواہش رکھتا ہوں، یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے کہی۔'' (مستدرک للحاکم: 5976)

اس میں سفیان ثوری مدلس ہیں، بلکہ مرزا صاحب تو فرمایا کرتے ہیں کہ اعمش اور سفیان ثوری امام المدلسین ہیں۔ اور اس بنا پر بہت سی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن مرزا صاحب جو اصول بیان کرتے ہیں وہ صرف بیان کرنے کی حد تک ہی ہوتے ہیں۔

روایت نمبر: 6

عَنْ بِشْرِ بْنِ عَبْدٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَ زِيَادٌ بِحُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بِحَبْسِهِ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ: مَرْجُ عَذْرَاءَ،

ثُمَّ اسْتَشَارَ النَّاسَ فِيهِ قَالَ: فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: الْقَتْلَ الْقَتْلَ. قَالَ: فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسَدٍ الْبَجَلِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْتَ رَاعِينَا وَنَحْنُ رَعِيَّتُكَ، وَأَنْتَ رُكْنُنَا وَنَحْنُ عِمَادُكَ، إِنْ عَاقَبْتَ قُلْنَا: أَصَبْتَ، وَإِنْ عَفَوْتَ قُلْنَا: أَحْسَنْتَ وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى، وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ قَوْلِهِ۔

''بشر بن عبد اللہ الحضری کہتے ہیں۔ جب زیاد نے حضرت حجر بن عدی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو جناب معاویہ نے ان کو ''مرج عذراء'' نامی جگہ پر قید کرنے کا حکم دیا۔ پھر لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو لوگ کہنے لگے: قتل کریں، قتل کریں۔ پھر عبداللہ بن زید بن اسد بجلی اٹھے اور کہا: اے امیر المومنین! آپ ہمارے حکمران ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں، آپ ہماری بنیاد ہیں اور ہم آپ کے ستون ہیں۔ اگر آپ سزا دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے درست کیا اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے اچھا کیا، اور معاف کرنا تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اور ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا۔ تو عبداللہ بن زید کے اس بیان (کہ معاف کرنا اچھا ہے) سے سب لوگوں نے اختلاف کیا۔'' (مستدرک للحاکم: 5977)

یہ روایت تو صریح طور پر مرزا صاحب کے خلاف ہے، اور کہانی سناتے وقت اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ بس گالیوں پر ہی زور دیا گیا ہے۔

روایت نمبر 7:

ابو مخنف کا بیان ہے کہ:

أَنَّ هُدْبَةَ بْنَ فَيَّاضٍ الْأَعْوَرَ أُمِرَ بِقَتْلِ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ، فَمَشَى

إِلَيْهِ بِالسَّيْفِ، فَارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهُ فَقَالَ: يَا حُجْرُ أَلَيْسَ زَعَمْتَ أَنَّكَ لَا تَجْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ، فَإِنَّا نَدَعُكَ فَقَالَ: وَمَا لِي لَا أَجْزَعُ، وَأَنَا أَرَى قَبْرًا مَحْفُورًا، وَ كَفَنًا مَنْشُورًا، وَسَيْفًا مَشْهُورًا، وَإِنِّي وَاللهِ لَنْ أَقُولَ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ۔

''ہدبہ بن فیاض اعور کو حکم دیا گیا کہ وہ حجر بن عدی کو قتل کر دے، وہ اپنی تلوار لے کر ان کی جانب بڑھا، تو جناب حجر پر کپکپی طاری ہوگئی، ہدبہ بن فیاض نے کہا: کیا آپ یہ دعوی نہیں کیا کرتے تھے کہ آپ موت سے نہیں گھبراتے ہیں؟ تا کہ ہم آپ کو چھوڑ دیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا: میں کیوں نہ گھبراؤں کہ میں کھودی ہوئی قبر دیکھ رہا ہوں، اور بکھرا ہوا کفن بھی، اور میں تلوار سونتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ اور اللہ کی قسم! میں ایسی بات ہرگز نہیں کہوں گا جس سے رب تعالی ناراض ہو۔'' (مستدرک للحاکم: 5978)

یہ روایت ضعیف ہے۔ ابو مخنف لوط بن یحیی سخت ضعیف بلکہ کذاب راوی ہے۔ امام ذہبی نے ساقط اور متروک قرار دیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء: 5121، دیوان الضعفاء: 3500)

اور فرمایا: لوط بن يحيى، أبو مخنف الكوفي الرافضي..... قَالَ ابْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَقَالَ أَبُوحاتم: متروك الحديث، وقال الدارقطني: أخباري ضعيف۔

''لوط بن یحیی ابو مخنف الکوفی رافضی ہے، امام ابن معین نے اسے ''لیس بثقة''، امام ابو حاتم نے ''متروک الحدیث''، اور امام دارقطنی نے ''ضعیف اخباری'' (قصے بیان کرنے والا) قرار دیا ہے۔''

(تاریخ الاسلام: 9/581)

یہ اس پر مختصر ترین جرح نقل کی گئی ہے، نیز بعض ائمہ نے تو اسے کذاب بھی قرار دیا ہے (تنزيه الشريعة: 1/98، الموضوعات لابن الجوزي: 1/406)

ایک مخصوص طبقہ اور ان کے نقش قدم پر گامزن مرزا انجینئر صاحب جو ایسے واقعات سنا کر مگر مچھ کے آنسو روتے اور ہائے ہائے کرتے ہیں وہ سب اسی اور اس جیسے کذاب راویوں کی تیار کردہ کہانیاں ہیں۔ اس قتل کے حوالے سے بھی بہت سی من گھڑت داستانیں بیان کی جاتی ہیں، تاکہ معاملے کو اور رنگ دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کے لیے راہ ہموار کیا جا سکے۔

روایت نمبر:8

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ: لَا تَغْسِلُوا عَنِّي دَمًا، وَلَا تُطْلِقُوا عَنِّي قَيْدًا، وَادْفِنُونِي فِي ثِيَابِي فَإِنَّا نَلْتَقِي غَدًا بِالْجَادَّةِ۔

''محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جناب حجر بن عدی نے کہا: تم میرا خون مت دھونا، اور نہ ہی میری بیڑیاں اتارنا اور مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفن کرنا، کیونکہ کل ہماری ملاقات اپنے نظریئے پر قائم رہتے ہوئے ہوگی۔''

(مستدرک للحاکم: 5979)

یہ روایت اس سند کے ساتھ تو ضعیف ہے، اس میں ایک راوی اشعث ہے جو کہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: 524)۔ لیکن ''مسائل الامام احمد'' میں یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مسائل احمد روایۃ ابی الفضل صالح: 2/331)۔ وہ تفصیلی روایت آگے آ رہی ہے، اور وہ بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے۔

روایت نمبر 9:

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر فرماتے ہیں:

مَا وَفَدَ جَرِيرٌ قَطُّ إِلَّا وَفَدْتُ مَعَهُ، وَمَا دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ إِلَّا دَخَلْتُ مَعَهُ، وَمَا دَخَلْنَا مَعَهُ عَلَيْهِ إِلَّا ذَكَرَ قَتْلَ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ۔

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بھی وفد کی صورت میں سفر پر گئے میں ہمیشہ ان کے ساتھ گیا۔ اور وہ جب بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میں بھی ہمیشہ ان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور ہم جب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حجر بن عدی کے قتل کا تذکرہ کرتے۔'' (مستدرک للحاکم: 5980)

یہ روایت صحیح ہے، لیکن اس میں بھی ایسی کسی بات کا کوئی وجود نہیں جو مرزا صاحب نے بیان کی ہیں۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو اس امر کے متعلق صحابہ کرام سے مشاورت کرتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بالکل ایسا نہیں کہا کہ یہ تو قتلِ ناحق ہے، یا آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسل میں انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ غلط ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور ان کی مخالفت کرتے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ تو اس قتل کے ذکر سے بھی روکتے نا کے بار بار جا کر ایک ناحق قتل کے متعلق کچھ سنتے۔

روایت نمبر: 10

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَنَّ زِيَادًا، أَطَالَ الْخُطْبَةَ، فَقَالَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ: الصَّلَاةَ! فَمَضَى فِي خُطْبَتِهِ، فَقَالَ لَهُ: الصَّلَاةَ، وَضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى الْحَصَى، وَضَرَبَ النَّاسُ بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْحَصَى، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ كَتَبَ فِيهِ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ: أَنْ سَرِّحْ بِهِ إِلَيَّ فَسَرَّحَهُ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا؟ إِنِّي لَا أُقِيلُكَ، وَلَا أَسْتَقِيلُكَ، فَأَمَرَ بِقَتْلِهِ، فَلَمَّا انْطَلَقُوا بِهِ طَلَبَ مِنْهُمْ أَنْ يَأْذَنُوا لَهُ، فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، فَأَذِنُوا لَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: لَا تُطْلِقُوا عَنِّي حَدِيدًا، وَلَا تَغْسِلُوا عَنِّي دَمًا، وَادْفِنُونِي فِي ثِيَابِي

فَإِنِّي مُخَاصِمٌ۔

''محمد بن سیرین فرماتے ہیں: جب زیاد نے خطبہ لمبا کر دیا تو حضرت حجر بن عدی نے کہا: نماز! لیکن زیاد نے اپنا خطبہ جاری رکھا، حجر نے اسے دوبارہ کہا: نماز! اور ساتھ اپنا ہاتھ زمین پر مارا، ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی ہاتھ زمین پر مارے/کنکریوں کی طرف اشارہ کیا۔ زیاد منبر سے نیچے اترا اور نماز پڑھائی، اور حجر کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب خط لکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ان کو میرے پاس بھیج دو، زیاد نے ان کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، جب حضرت حجر بن عدی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو کہا: السلام علیک یا امیر المومنین، معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں امیر المومنین ہوں؟ میں تم سے نہ کوئی بات کروں گا اور نہ ہی کچھ سنوں گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب ان کو قتل کے لئے لے کر جایا گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے مہلت کا مطالبہ کیا، تو انہیں مہلت دے دی گئی، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا: میری بیڑیاں مجھ سے نہ اتارنا اور نہ ہی میرے جسم سے میرا خون دھونا، اور مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفنا دینا، کیونکہ (قیامت کے دن) میں جھگڑا کرنے والا ہوں گا۔'' (مستدرک للحاکم: 5981)

اس کی سند ضعیف ہے، اس میں ایک راوی ''ہشام بن حسان'' مدلس ہیں، جسے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مدلسین کے تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ (طبقات المدلسین: 110)

خود تو مرزا صاحب نے رٹ لگا رکھی ہوتی ہے: مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، لیکن چونکہ اب صحابہ پر اعتراضات کرنے ہیں لہٰذا سب کچھ صحیح ہے۔

اس ضعیف روایت میں بھی آپ کے لیے کوئی دلیل نہیں، انجینئر صاحب کے

الفاظ ہیں: ”وہ تیرہ حدیثیں آپ پڑھیں آپ کے آنسو نہیں رکیں گے، کس ظلم کے ساتھ حجر ابن عدی کو قتل کروایا گیا۔ صرف اس بات پہ کہ یہ جمعہ کی نماز لیٹ کر دیتے تھے، منبروں پہ سب وشتم حضرت علی پہ کرتے تھے، یہ (حجر بن عدی) مخالفت کرتے تھے“۔ یعنی اپنے سننے والے جہلاء کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت ان کے گورنر جمعہ کی نماز لیٹ کیا کرتے تھے، حالانکہ اس میں تو صرف زیاد کا نام ہے۔ اور وہ بھی روٹین وائز نہیں بلکہ صرف ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ اور پھر اس بات کا تو کوئی نام ونشان تک نہیں کہ وہ خطبے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کر رہا تھا۔

روایت نمبر: 11

مُخَشِّيُّ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ، فَقَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا: الْبَلَدُ الْحَرَامُ، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هَذَا كَحُرْمَةِ بَلَدِكُمْ هَذَا، لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

”مخشی بن حجر بن عدی اپنے والد حجر بن عدی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا: حرمت والا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا: حرمت والا شہر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے تمہارے اس دن کی حرمت ہے، جیسے تمہارے اس مہینے کی

حرمت ہے، اور جس طرح تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔ تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔ میرے بعد کفر میں مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔''

(مستدرک للحاکم:5982)

اس سے شاید یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت حجر بن عدی صحابی ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کا سماع بھی کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ استدلال محل نظر ہے، کیونکہ یہاں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے سہو ہوا ہے۔ اصل میں یہ روایت ''مخشی بن حجیر'' نامی راوی نے اپنے والد ''حجیر رضی اللہ عنہ'' سے بیان کی ہے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خطا ہوئی اور آپ نے اسے مخشی بن حجر عن حجر بن عدی سمجھ لیا۔

امام ابن ابی عاصم، امام طبرانی اور امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہم نے یہ حدیث ''مخشی بن حجیر عن ابیہ حجیر'' کے ساتھ روایت کی ہے۔ (الآحاد والمثانی:3/302، المعجم الکبیر:4/34، معرفۃ الصحابۃ لابن مندہ: ص435)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث حضرت حجیر بن ابی حجیر الھلالی رضی اللہ عنہ کے باب کے تحت: عکرمة بن عمار، أخبرني مخشي بن حجير عن أبيه کے طریق سے نقل فرمائی ہے۔ (الاصابۃ:2/36)

علامہ مقبل بن ھادی و جناب محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ یہاں صحیح ''مخشی بن حجیر عن ابیہ حجیر'' ہے، اور امام حاکم کو اس معاملے میں وہم ہوا ہے۔ (رجال الحاکم:2/318، الجامع الکامل:9/374)

مزید یہ کہ مخشی بن حجیر کو امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد:3/270)

روایت نمبر 12:

ابراہیم بن یعقوب بیان کرتے ہیں:

قَدْ أَدْرَكَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ الْجَاهِلِيَّةَ، وَأَكَلَ الدَّمَ فِيهَا، ثُمَّ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ مِنْهُ، وَشَهِدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْجَمَلَ، وَصِفِّينَ، وَقُتِلَ فِي مُوَالَاةِ عَلِيٍّ

''حضرت حجر بن عدی نے زمانہ جاہلیت بھی پایا، اور اس زمانے میں خون بھی کھایا، پھر رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی اور آپ سے سماع بھی کیا اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور صفین میں شریک بھی ہوئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین میں شہید ہوئے۔'' (مستدرک للحاکم: 5983)

روایت نمبر 13:

عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا مُعَاوِيَةُ، قَتَلْتَ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ، وَفَعَلْتَ الَّذِي فَعَلْتَ، وَذَكَرَ الْحِكَايَةَ بِطُولِهَا۔

''مروان بن حکم کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے معاویہ! آپ نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کے ساتھ اور جو کچھ کیا، اور راوی نے مکمل واقعہ بیان کیا۔'' (مستدرک للحاکم: 5984)

یہ مختصر روایت ہے، اس کے ساتھ انجینئر صاحب مسند احمد کی روایت پیش کیا کرتے ہیں جس میں تفصیل موجود ہے۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو ناحق شہید کروایا، اور اس پر صحابہ آپ رضی اللہ عنہ کے سخت مخالف تھے، اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس عمل سے سخت ناراض تھیں۔ لیکن یہ سب سو فیصد جھوٹ ہے، یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

امام نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا: **وفيه علي بن زيد، وهو ضعيف** ''اس (کی سند) میں علی بن زید راوی ہے جو کہ ضعیف

ہے۔" (مجمع الزوائد: 1/96)

امام ابو العباس البوصیری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں: هذا إسناد ضعيف، لضعف علي بن زيد بن جدعان "یہ سند علی بن زید بن جدعان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔" (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: 1/127)

اس کی مزید تفصیلات آگے آ رہی ہیں، لہٰذا جب روایت ثابت ہی نہیں ہے تو اس سے استدلال کرنا باطل ہے۔

تو جو باتیں مرزا صاحب نے ان روایات کا حوالہ دیتے ہوئے کی ہیں وہ ذہن میں دوڑائیں، اور وہ تیرہ کی تیرہ روایات آپ کے سامنے ہیں جن کا ریفرنس سکرین پر دکھایا گیا۔ کیا کسی ایک روایت میں بھی ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا سراغ ملتا ہے جو انجینئر صاحب نے کی ہیں؟ تو کیا یہ دھوکے بازی نہیں؟ اور حوالوں کے نام پر آنکھوں میں دھول جھونکنا نہیں؟ مرزا صاحب کے اندھے مقلدین سے جب بھی بات کی جائے ان کا فرمان یہی ہوتا ہے کہ استاد محترم تو ہر بات ریفرنس دے کر کیا کرتے ہیں۔ تو یہ لیں ریفرنسز کا حال دیکھ لیں!

حیرت ہے کہ مرزا صاحب کے فالوورز کس قدر اندھے ہیں کہ اس سب کے بعد بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ انجینئر صاحب اکثر طنز کے ساتھ کہا کرتے ہیں کہ بھئی میری بخاری ایران سے نہیں چھپی وغیرہ وغیرہ، لیکن یہاں پر یہ اشکال بھی دور ہو جاتا ہے۔ اگرچہ آپ انہی کتب سے بیان کرتے ہیں ایرانی (شیعہ) کتب سے نہیں، لیکن ان ایران والوں کی صحابہ کے خلاف بنائی گئی فلمیں تو ضرور آپ کے دماغ میں چل رہی ہوتی ہیں، حوالہ کسی کتاب کا دے دیتے ہیں لیکن جو بیان کرتے ہیں وہ سب اسی فلم کا مرکزی خیال پیش کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اور اندھے مقلدین سمجھتے ہیں کہ جی یہاں تو ہر بات ریفرنس سے بیان ہوتی ہے۔ لیکن مجال ہے کہ کبھی وہ خود بھی کتاب کھول کر دیکھ لیں کہ جو ہمیں بتایا جا رہا ہے اس کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں۔

پھر جو ریفرنس دیا گیا ہے اس کی حالت بھی آپ کے سامنے ہی ہے، کسی میں ضعیف ومتروک راوی ہے، کسی میں کذاب، یا کسی میں مجہول، اور کچھ تو تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہیں اور کچھ سخت منقطع ہیں۔مگر اس کے باوجود مرزا صاحب دعوی کرتے ہیں کہ ہمارا مدعا صرف صحیح الاسناد روایات پر مشتمل ہوتا ہے۔ جناب حجر بن عدی کے قتل کے متعلق اگر ان روایات کا حال ایسا ہے تو سوچیں تاریخی روایات کا حال کیسا ہوگا؟ لہٰذا اس حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرتے ہوئے جو باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹ ہے، ان کی رتی برابر بھی حقیقت نہیں۔ اور نہ ہی انجینئر صاحب ہی اپنا یہ جھوٹا مدعا کسی صحیح روایت سے پیش کر سکتے ہیں۔ بلکہ مرزا صاحب اس مقام پر بھی ان شیعہ ذاکرین کے طرزِ عمل پر ہیں جن کے متعلق آپ خود کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ بعض جاہل ذاکرین ہیں جو کہ صحابہ پر اعتراضات کرنے کے لیے جھوٹی روایات بیان کرتے رہتے ہیں۔ چلیں وہ تو ٹھہرے جاہل، مرزا صاحب آپ تو پڑھے لکھے ہیں نہ! پھر آپ کیوں پڑھے لکھے جاہل بن جاتے ہیں؟ اور کیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جھوٹے الزامات لگاتے اور ان کی نشر واشاعت کرتے ہیں؟

ہمارے دلائل، اور تصویر کا دوسرا رخ:

مرزا صاحب کے جھوٹے دعوے پر ان کے دیے گئے۔ ریفرنسز کا حال تو آپ دیکھ چکے، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق منفی تاثر پیدا کرنے اور طعن وتشنیع کے راستے ہموار کرنے کے لیے جو اس معاملے میں طرح طرح کے رنگ بھرے گئے، اور جھوٹے من گھڑت قصے کہانیاں بیان کر کے ایک افسانہ تیار کیا گیا۔ لیکن بڑی چالاکی اور ہاتھ کی صفائی کے ساتھ مثبت پہلو کو چھپا لیا گیا جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب حجر بن عدی کا قتل یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ اس معاملے میں جلیل القدر تابعین کی رائے لی اور تمام بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک فیصلہ صادر فرمایا۔ چنانچہ شرحبیل بن مسلم ثقہ تابعی فرماتے ہیں:

لما بعث بحجر بن عدی بن الأدبر وَأَصْحَابه من الْعرَاق إِلَى مُعَاوِيَة بن أبي سُفْيَان اسْتَشَارَ النَّاس فِي قَتلهمْ، فَمنهمْ الْمشير وَمِنْهُم السَّاكِت. فَدخل مُعَاوِيَة إِلَى منزله فَلَمَّا صلى الظّهْر قَامَ فِي النَّاس خَطِيبًا فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ جلس على منبره. فَقَامَ الْمُنَادِي فَنَادَى أَيْن عَمْرو بن الْأسود الْعَنسِي؟ فَقَامَ فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ أَلا إِنَّا بحصن من الله حَصِيْن لم نؤمر بِتَرْكِهِ وقولك يَا أَمِير الْمُؤمنِينَ فِي أهل الْعرَاق أَلا وَأَنت الرَّاعِي وَنحن الرّعية أَلا وَأَنت أعلمنَا بدائهم وأقدرنا على دوائهم وَإِنَّمَا علينا أَن نقُول {سمعنَا وأطعنا غفرانك رَبنَا وَإِلَيْك الْمصير} فَقَالَ مُعَاوِيَة أما عَمْرو بن الْأسود فقد تَبرأ إِلَيْنَا من دِمَائِهِمْ وَرمى بهَا مَا بَين عَيْنِي مُعَاوِيَة ثمَّ قَامَ الْمُنَادِي فَنَادَى أَيْن أَبُو مُسلم الْخَوْلَانِيّ فَقَامَ فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ أما بعد فَلَا وَالله مَا أبغضناك مُنْذُ أَحْبَبْنَاك وَلَا عصيناك مُنْذُ أطعناك وَلَا فارقناك مُنْذُ جامعناك وَلَا نكثنا بيعتنا مُنْذُ بايعناك سُيُوفنَا على عواتقنا إِن أمرتنا أطعناك وَإِن دَعوتنَا أجبناك وَإِن سبقتنا أدركناك وَإِن سبقناك نظرناك، ثمَّ جلس. ثمَّ قَامَ الْمُنَادِي فَقَالَ أَيْن عبد الله بن مخمر الشرعبي فَقَامَ فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ وقولك يَا أَمِير الْمُؤمنِينَ فِي هَذِه الْعِصَابَة من أهل الْعرَاق إِن تعاقبهم فقد أصبت وَإِن تَعْفُو فقد أَحْسَنت. فَقَامَ الْمُنَادِي فَنَادَى أَيْن عبد الله بن أَسد الْقَسرِي فَقَامَ

فَحَمِدَ اللہ وَأثْنی عَلَیْہِ ثمَّ قَالَ یَا أَمِیر الْمُؤمِنِینَ رعیتك وولایتك وَأهل طَاعَتك إِن تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم الْعقُوبَة وَإِن تعفوا فَإِن الْعَفو أقرب للتقوی.......

''جب حجر بن عدی بن ادبر اور ان کے ساتھیوں کو عراق سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کے متعلق لوگوں سے مشاورت کی۔ تو لوگوں میں سے بعض نے مشورہ دیا اور بعض خاموش ہی رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے حجرے میں چلے گئے، اور جب ظہر کی نماز ادا کر چکے تو آپ رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر آپ اپنے منبر پر بیٹھ گئے۔ پس ایک منادی اٹھا اور اس نے آواز لگائی: عمرو بن اسود العنسی کہاں ہیں؟ تو جناب عمرو بن اسود کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: بے شک ہم اللہ کے ایسے مضبوط قلعے میں ہیں کہ جسے چھوڑنے کا ہمیں بالکل حکم نہیں (یعنی اطاعتِ امیر)، اور اے امیر المومنین! رہی آپ کی ان اہل عراق کے متعلق بات، تو یقیناً آپ حکمران ہیں اور ہم رعایا، اور بے شک آپ ان کا قصور ہم سے بہتر جانتے ہیں اور آپ ہم سے زیادہ ان کے علاج پر قادر ہیں۔ اور ہم پر تو صرف یہی لازم ہے کہ ہم کہیں: ''سَمِعْنا وَأَطَعْنا غُفْرانَكَ رَبَّنا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ'' ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (مراد یہ ہے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں قبول ہے)۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: رہے عمرو بن اسود تو یہ ذمہ داری ہم پر پھینک کر خود بری ہو گئے۔

پھر منادی کھڑا ہوا اور آواز لگائی: ابو مسلم خولانی کہاں ہیں؟ تو جناب ابو مسلم

خولانی کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا: اللہ کی قسم ہم نے جب سے آپ سے محبت کی ہے تو آپ سے بغض نہیں رکھا، جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی، جب سے آپ کے ساتھ جڑے ہیں جدا نہیں ہوئے، جب سے آپ کی بیعت کی ہے تو بیعت نہیں توڑی۔ ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں، اگر آپ ہمیں کوئی حکم کریں گے تو ہم حکم کی تعمیل کریں گے، اور اگر آپ ہمیں بلائیں گے تو ہم لبیک کہیں گے، اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے آئیں گے، اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے، پھر آپ بیٹھ گئے۔ پھر منادی اٹھا اور آواز لگائی: عبداللہ بن مخمر الشرعبی کہاں ہیں؟ تو عبداللہ بن مخمر کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثناء کے بعد کہا: اے امیر المومنین! اس معاملے میں جو آپ کا ان عراقیوں کے متعلق فیصلہ ہے، تو اگر آپ انہیں سزا دیں تو یقیناً آپ درست کریں گے، اور اگر آپ معاف کرتے ہیں تو آپ احسان کریں گے۔ پھر آواز لگانے والا کھڑا ہوا اور آواز لگائی: عبداللہ بن اسد القسری کہاں ہیں؟ پس وہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کی حکمرانی ہے اور آپ ہی کی ولایت، اور آپ کے اہل اطاعت ہیں، اگر آپ نے انہیں سزا دی تو یہ اپنے جرم کی سزا پائیں گے، اور اگر آپ نے معاف کیا تو معاف کرنا تقوی کے زیادہ قریب ہے۔“

(مسائل امام احمد روایۃ ابی الفضل صالح: 960، تاریخ دمشق: 12/224)

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا۔

(دفاع صحابہ: 501)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند متصل ہے، اور یہ ایک روایت انجینئر صاحب

کی تمام خودساختہ اور جھوٹی کہانیوں کی حقیقت واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان الفاظ پر توجہ فرمائیں: ''اِسۡتَشَارَ النَّاس فِي قَتۡلِهِمۡ '' کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کے متعلق لوگوں سے مشاورت کی۔ اور لوگ کون تھے؟ کیا صحابہ وتابعین کے علاوہ بھی لوگ تھے؟ اس واقعہ کے مطابق پہلے نمبر پر جن کی رائے لی گئی وہ عمرو بن اسود ہیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''من عباد أهل الشام وزهادهم'' یعنی آپ اہل شام کے بہت عابد اور زاہد انسان تھے۔ (الثقات: 171/5)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان من فقهاء التابعين و كبارهم......أجمعوا على أنه من العلماء الثقات۔

''یہ کبار اور فقہاء تابعین میں سے تھے، (اور) محدثین کا اجماع ہے کہ یہ علماء ثقات میں سے تھے۔'' (الاستغناء: 2/859، 860)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''کان من سادة التابعين دينا وورعا'' دین وورع کے معاملے میں آپ کا شمار بہت عظیم تابعین میں ہوتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 4/79)

اور فرمایا: ''وكان من عباد التابعين وأتقيائهم'' اور یہ تابعین میں بڑے عبادت گزار اور ان میں سب سے زیادہ متقی شخص تھے۔

(تاریخ الاسلام: 4/277)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''ثقة عابد من كبار التابعين'' کہ آپ ثقہ اور عابد تھے، اور کبار تابعین میں سے تھے۔ (تقریب: 4989)

تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے یہ بالکل نہیں کہا کہ امیر المومنین! آپ تو قتلِ ناحق کرنے جا رہے ہیں۔ اور اگر آپ ایسا کریں تو ظلم کا ارتکاب،

کریں گے۔ بلکہ آپ نے تو فرمایا: ''سَمِعْنا وَأَطَعْنا'' یعنی جو آپ کہیں گے ہم سنیں گے اور جو فیصلہ فرمائیں گے ہم قبول کریں گے۔ تو اگر یہ قتل ویسا ہی تھا کہ جیسے یہ روافض اور ان کی ہمنوائی میں جناب انجینئر صاحب بیان کرتے ہیں تو اتنے عظیم تابعی کو اس کی مخالفت کرنی چاہیے تھی یا حمایت؟ نافرمانی کرنی چاہیے تھی یا اطاعت؟

دوسرے نمبر پر جناب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، ان کے متعلق چند علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''من كبار التابعين وعبادهم''
آپ کبار اور بہت عبادت گزار تابعین میں سے ہیں۔
(الثقات للعجلی: 2043)

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''كان من عباد أهل الشام وزهادهم''
آپ اہل شام کے بڑے عبادت گزار اور زاہد انسان تھے۔ (الثقات لابن حبان: 5/18)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''فهو معدود في كبار التابعين..... كان فاضلا ناسكا عابدا، وله كرامات وفضائل۔'' ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ فاضل، زاہد اور عابد شخص تھے آپ کے فضائل و کرامات بھی ہیں۔ (الاستیعاب: 3175)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے: ''سید التابعین بالشام'' یعنی شام کے رہنے والے تابعین کا سردار قرار دیا ہے۔ (تاریخ الاسلام: 5/292)

تو اگر یہ ناجائز قتل تھا، اور حجر بن عدی کو صرف سیدنا جناب علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے قتل کیا گیا، یا اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ناخلف جانشین اور جابر اور ظالم حکمران تھے تو کیا سید التابعین ابو مسلم خولانی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی تبصرہ ہوتا؟

ان کا قول انجینئر صاحب کے لیے کسی تھپڑ سے کم نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انسان میں شرم اور غیرت ہونی چاہیے، کہاں اتنے کبار تابعین کی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے

اس قدر عقیدت اور محبت، اور ان کے لیے دل میں اتنی عزت، اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا ایسا جذبہ ہے، اور کہاں یہ نیچ سوچ کے مالک حضرات کا ان کے متعلق گستاخانہ اور انتہائی غیر مناسب رویہ ہے۔

بہر حال جناب ابو مسلم خولانی نے بھی معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا، کہ اگر آپ انہیں قتل کر دیں تو بھی درست ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول، کہ "ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں، اگر آپ ہمیں کوئی حکم دیں گے تو ہم حکم کی تعمیل کریں گے" سے یہی مقصود ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ امیر المومنین! یہ سراسر قتلِ ناحق ہے، آپ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسل میں انہیں قتل کروانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس میں آپ کی مخالفت کریں گے اور اطاعت نہیں کریں گے، (کیوں کہ امیر کی اطاعت صرف بھلائی کے کاموں میں ہے، برائی کے کام میں کوئی اطاعت نہیں۔ (صحیح بخاری: 7257)

پھر ان کے بعد والوں نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھرپور حمایت کی، اور ان کے قتل کو درست قرار دیا۔ تو بھئی یہ کیسا قتلِ ناحق ہے جس کی مشاورت میں عظیم تابعین موجود ہیں؟ وہ اس کی مذمت نہیں کرتے، الٹا اس قتل کو درست قرار دیتے ہیں؟ لہٰذا اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل ایسا بالکل بھی نہیں تھا کہ جیسا انجینئر صاحب بتا رہے ہیں۔ ورنہ کسی ایک آدمی نے تو ایسی کوئی بات کہی ہوتی جس سے مرزا صاحب کے ان افسانوں کی تائید ہوتی ہو۔

اور اسی طرح مستدرک للحاکم کی روایت میں ہے کہ حجر بن عدی کے قتل کرنے کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے مشورہ طلب کیا، اور سب نے با یک زباں ہو کر قتل کرنے کا کہا:

عَنْ بِشْرِ بْنِ عَبْدٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَ زِيَادٌ بِحُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بِحَبْسِهِ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ: مَرْجُ عَذْرَاءَ، ثُمَّ اسْتَشَارَ النَّاسَ فِيهِ قَالَ: فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: الْقَتْلُ

الْقَتْلُ. قَالَ: فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسَدٍ الْبَجَلِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْتَ رَاعِينَا وَنَحْنُ رَعِيَّتُكَ، وَأَنْتَ رُكْنُنَا وَنَحْنُ عِمَادُكَ، إِنْ عَاقَبْتَ قُلْنَا: أَصَبْتَ، وَإِنْ عَفَوْتَ قُلْنَا: أَحْسَنْتَ وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى، وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ قَوْلِهِ۔

''بشر بن عبد اللہ الحضری کہتے ہیں۔ جب زیاد نے حضرت حجر بن عدی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ''مرج عذراء'' نامی جگہ پر قید کرنے کا حکم دیا۔ پھر لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو لوگ کہنے لگے: قتل کریں، قتل کریں۔ پھر عبداللہ بن زید بن اسد بجلی اٹھے اور کہا: اے امیر المومنین! آپ ہمارے حکمران ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں، آپ ہماری بنیاد ہیں اور ہم آپ کے ستون ہیں۔ اگر آپ سزا دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے درست کیا اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے اچھا کیا، اور معاف کرنا تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اور ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا۔ تو عبداللہ بن زید کے اس بیان (کہ معاف کرنا اچھا ہے) سے سب لوگوں نے اختلاف کیا۔'' (مستدرک للحاکم: 5977)

کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب حجر کو ظلماً شہید کروایا، اور یہ محض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تُسل کی بنا پر تھا؟

کیا یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فیصلہ تھا؟ انہوں نے تو حاضرینِ مجلس سے مشورہ مانگا تو چند ایک کو چھوڑ کر سب نے قتل کرنے کا ہی مشورہ دیا۔ تو کیا اب بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ہی قابل طعن ہیں؟ مرزا صاحب نے جاہل ذاکرین کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹے الزامات تو لگائے ہیں، لیکن کیا یہ حقائق بھی عوام کے سامنے بیان

کیسے ہیں؟ یہ مستدرک للحاکم کی روایت تو انہی تیرہ روایات میں سے ایک ہے کہ جن کا حوالہ دے کر مرزا صاحب نے دھوکا دیا ہے۔

اور ہمارا سوال ہے کہ اگر تو یہ قتل قتلِ ناحق تھا تو اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردِ عمل کیا تھا؟ صحابہ کرام تو عمل بالمعروف ونہی عن المنکر کا سب سے اعلیٰ نمونہ تھے۔ کیا کسی صحابی نے اسے ناجائز قتل قرار دیا؟ کیا کسی نے اس کی مذمت کی؟ کیا کسی نے اس کے خلاف کلمہ حق بلند کیا؟ بالکل نہیں! اگر ایسا کچھ ثابت ہوتا تو آپ اسے بیان کرنے سے ہرگز پیچھے نا رہتے۔ تو آخر کیا وجہ ہے کہ صحابہ نے اس معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی مخالفت نہیں کی؟ جبکہ انہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر نصیحت فرمائی تھی کہ میرے بعد اگر حکمرانوں میں کوئی برائی دیکھو تو جس قدر ہو سکے اس کی مخالفت کرنا اور اسے روکنے کی کوشش کرنا، چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِی أُمَّۃٍ قَبْلِی إِلَّا کَانَ لَہُ مِنْ أُمَّتِہِ حَوَارِیُّونَ وَأَصْحَابٌ، یَأْخُذُونَ بِسُنَّتِہِ، وَیَقْتَدُونَ بِأَمْرِہِ، ثُمَّ إِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہِمْ خُلُوفٌ یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ، وَیَفْعَلُونَ مَا لَا یُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِیَدِہِ فَہُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِلِسَانِہِ فَہُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِقَلْبِہِ فَہُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْإِیمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ"۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے مجھ سے پہلے جتنی بھی امتوں میں نبی بھیجے، تو ان انبیاء کی امت میں سے ان کے کچھ حواری اور صحابہ ہوتے تھے جو ان کی سنت پر چلتے اور ان کے حکم کی اتباع کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے (نا اہل) جانشین بن جاتے، کہ وہ ایسی باتیں کہتے کہ جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے

اور ایسے کام کرتے کہ جن کا انہیں حکم نہ دیا گیا ہوتا، چنانچہ (میرے بعد تم لوگوں میں سے) جس نے ان (جیسے نا اہل جانشینوں) کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے، اور جس نے اپنی زبان سے ان کے خلاف جہاد کیا تو وہ بھی مومن ہے، اور جس نے اپنے دل کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، لیکن اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے (یعنی کہ جو دل میں بھی برا نہ جانے)۔'' (صحیح مسلم:50)

دل سے جہاد کرنے سے مراد ہے کہ دل میں برا جانا جائے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (صحیح مسلم:49)

اور ایک حدیث میں ہے:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا صَلَّوْا"۔

'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر ایسے حکمران لگائے جائیں گے جن میں اچھائی بھی ہوگی اور برائی بھی، لہٰذا جس نے (ان کے کسی برے کام کو) ناپسند کیا، وہ بری ہو گیا، اور جس نے انکار کیا وہ بچ گیا، لیکن جو (ان کے غلط کاموں پر) راضی ہوا اور ان کی تابعداری کی (یعنی اس کے لیے وعید ہے)''۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔'' (صحیح مسلم:1854)

لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مسئلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی مخالفت نہیں کی، نہ ہی کسی قسم کا کوئی اعتراض کیا۔ نہ تو کسی نے ہاتھ سے روکا، نہ تو کسی نے زبان سے ان کی مذمت کی اور نہ ہی کسی نے دل میں اسے ناحق قتل جانا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع تھے اور کسی ایک نے بھی بیعت نہ توڑی۔

جس سے مزید واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی ناجائز خون نہیں بہایا، نہ ہی کوئی ظلم کیا، یہ سب تو روافض اور ان کی ہمنوائی میں مرزا انجینئر صاحب کے گھڑے ہوئے افسانے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

چلیں یہ تو تھا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ، عین ممکن ہے کہ انجینئر صاحب ان صحابہ کے متعلق یہ تاویل کر دیں کہ یہ تو passive nature تھے، ایسا تھا ویسا تھا۔ لیکن ہمیں بتایئے کہ سیدنا جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے کیا کردار ادا کیا تھا؟ وہ تو مرزا صاحب کے بقول بڑے active nature تھے، چنانچہ ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

> ”او بھائی نواسہ رسول ہوگا تو دل میں برا جانے گا؟ جو ایمان کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہوں گے، جن کے genes میں prophet کے genes شامل ہوں گے، جن کا خون prophet کا خون ہوگا وہ کیسے کر سکتے ہیں کمپرومائز؟ وہ تو سامنے آئیں گے۔ اور پھر سیدنا حسین کا منصب ایک عام عالم کا نہیں تھا، نواسہ رسول تھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب قرآن پاک کی میں ایک آیت پڑھتا ہوں یہ ہمارے چودہ طبق روشن کر دے گی، سورۃ المائدہ کی 63 نمبر آیت، اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے بزرگوں کو ان کے جو بڑے بڑے لاٹ پادری تھے ان کے مولوی، ان کو address کیا ہے: ﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ کیوں نہیں

روکا ان کے بزرگوں نے؟ ربانی اللہ والے بنتے پھرتے ہیں! کیوں نہیں روکا ان کے ربانی اللہ والے لوگوں نے، اور ان کے مولویوں نے ان کو گناہ کی بات کرنے سے اور ان کو حرام خوریاں کرنے سے ان کے مولویوں ان کے بزرگوں نے کیوں نہیں روکا؟ کتنے برے کرتوت وہ کیا کرتے تھے! مولوی کمپرومائز کرتے رہے کتنا بڑا طعنہ اللہ نے یہود (کو دیا)۔ او بھائی جو یہود و نصاری کو طعنہ مل رہا ہے ہمیں بھی ملے گا؟ (کیا) سیدنا حسین کو نہیں پوچھا جانا تھا قیامت والے دن کہ تم تو نواسہء رسول تھے، تمہارے سامنے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دھجیاں بکھیری جا رہی تھیں تم نے یہ کیوں نہیں روکا؟ بالکل پوچھا جانا تھا اور انہوں نے الحمدللہ اپنا حق ادا کیا ہے، انہوں نے یہ کر کے ہمیں تو اصلاح تک پہنچایا اپنی آخرت بھی بچالی ہے"۔

61- Mas'alah, HUSAINIAT our Yazeediat ka TAHQEEQI Jaizah -47:39

لیکن اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جبریہ اور ظالمانہ تھی، اور قتلِ حجر بن عدی بھی ناحق اور ناجائز تھا تو بتایئے اس قتل کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا کون سا حق ادا کیا؟ ہمیں کس اصلاح تک پہنچایا؟ اور اپنی آخرت کس طرح بچائی؟ کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور صلح توڑی، یا ان پر تلوار اٹھائی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا؟ بالکل نہیں! خود محمد علی مرزا انجینئر صاحب بھی اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"جی جی ہاں! جنت کا شہزادہ صلح کر لے ہماری صلح ہی ہے الحمدللہ، میں حسینی ہوں نہ، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے 20 سال میں کوئی تلوار نہیں حسین نے اٹھائی معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف، ہماری صلح ہے۔ لیکن......"

My 1st Interview to TLP's Reporter Jibrar Khan [30-Questions] 55:21

اس "لیکن" کے بعد وہی چونکہ، چنانچہ، اگرچہ، مگرچہ کا جال ہے جس سے مرزا

صاحب ہر مثبت پہلو کو گھما پھرا کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں، ان شاء اللہ اس کا تسلی بخش جواب بھی ''صلح حسن'' کے عنوان کے تحت دیا جائے گا۔

بہر حال آپ دیکھیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال امیر المومنین رہے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تک آپ کی حکومت نہیں ٹوٹی۔ نہ ہی دیگر صحابہ کسی قسم کی مزاحمت کرتے ہیں اور نہ ہی اس بیس سالہ دور میں کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی میدان میں اترے، یا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس قتلِ حجر بن عدی کو لے کر ہی کوئی مذمت کی ہو، ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ قتل قتلِ ناحق نہیں تھا، ورنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی بھلا خاموش رہنے والے تھے؟ کیا انہوں نے ظلم سے آنکھیں پھیر لیں؟ کیا وہ کمپرومائز کرتے رہے؟ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ اس معاملے میں تو انہیں اور بھی زیادہ متحرک ہونا چاہیے تھا کہ ایک تو ناجائز قتل ہو رہا ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ سب ان کے والدِ محترم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسل میں ہو رہا ہے۔ لیکن انہوں نے ہاتھ یا زبان سے روکنا تو دور، دل میں بھی اسے غلط نہیں سمجھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب پرلے درجے کے جھوٹے اور مکار انسان ہیں، کہ ایسی گھڑی ہوئی کہانیاں بیان کرتے ہیں کہ جن کی تصدیق ان کے اپنے ہی بیانات نہیں کرتے۔

نوٹ: یہ عبارت جو انجینئر صاحب کی ویڈیو سے اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہے، اس میں انہوں نے آگے جا کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر ایک جھوٹی روایت پیش کی ہے کہ انہوں نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا، کہ جو کچھ تم شریعت کے ساتھ کر رہے ہو اور میں خاموش ہوں، بس اپنے بھائی کی صلح پر قائم ہوں............۔ تو عرض ہے کہ یہ سب جھوٹی روایات مرزا صاحب سے قبل ان کے استاد اسحاق جھالوی بھی بیان کرتے آئے ہیں، لیکن نہ تو کبھی وہ اس کی کوئی صحیح سند پیش کر سکے اور نہ ہی ان کے گمراہ کن مشن پر گامزن ان کے شاگرد جناب انجینئر صاحب ہی۔ لیکن دھوکہ عوام الناس کو کیا دیا گیا ہے؟ جی

صرف صحیح الاسناد روایات، صحیح الاسناد روایات، اور اسی تاریخ کو جعلی، جھوٹی، من گھڑت اور کوڑ کباڑ کہتے ہیں۔ خیر اس خط والے واقعہ کے جھوٹ ہونے کے لیے انجینئر صاحب کا وہ بیان ہی کافی ہے، جو ہم پیچھے نقل کر چکے، کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تو نواسہ رسول تھے، ان کا منصب کوئی عام عالم کا نہیں تھا، وہ تو کمپرومائز کر ہی نہیں سکتے تھے، وہ تو میدان میں آئیں گے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت اور ان کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قتل کے حوالے سے مذمت نا کرنے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ ان سب نے اسے ناحق قتل نہیں جانا۔ اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو کسی صحابی نے ظالمانہ حکومت بھی قرار نہیں دیا، بلکہ صحابہ کرام کے تاثرات تو اس کے بالکل برعکس ہیں، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح یہ قول مروی ہے:

مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ۔

"میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو حکومت کا حقدار نہیں دیکھا۔" (الامالی فی آثار الصحابۃ لعبد الرزاق: 97، السنۃ للخلال: 677)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب يعني معاوية۔

"میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/161)

شیخ غلام مصطفیٰ امن پوری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا۔ (دفاع صحابہ: 504)

ذرا سوچیں! اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ظالم حکمران تھے، اور حجر بن عدی کا قتل ایسا ہی ہے جیسا انجینئر صاحب بتا رہے ہیں تو کیا ان صحابہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

یہی تبصرہ ہوتا؟

چلیں صحابہ سے نہیں تو کسی تابعی سے ہی ثابت کر دیں کہ انہوں نے حجر بن عدی کے قتل کو قتلِ ناحق قرار دیا ہو، اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی مذمت کی ہو؟! اور ہو بھی کیسے جبکہ اتنے عظیم تابعین سے مشاورت کے بعد ہی یہ قدم اٹھایا گیا تھا۔ اور نہ ہی بعد کے محدثین میں سے کسی نے ایسی کوئی بات کہی، نہ ہی انہیں غلط قرار دیا۔ بلکہ وہ تو ان کی حکومت کے بارے بہت اچھی رائے رکھتے ہیں۔

اگر بالفرض یہ مان بھی لیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس قتل کے معاملے میں غلط تھے، تو جناب پھر بھی ان پر طعن درست نہیں، کیوں کہ انہوں نے اس حوالے سے صحابہ و تابعین سے مشاورت کی، اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا۔ تو جب (صاحب علم اور متقی) حاکم اجتہاد کرتا ہے تو اس معاملے میں غلطی کرنے پر وہ قابلِ گرفت نہیں ہوتا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ"۔

"سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جب کوئی حاکم اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور اگر وہ درستگی کو پہنچا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے، اور جب وہ اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔"

(صحیح بخاری: 7352)

جب بات صحابہ کے اس باہمی اختلاف کی آتی ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر ہوا، اور کہا جاتا ہے کہ دونوں طرف صحابہ کا اجتہاد ہے لہٰذا دونوں گروہ اجر کے مستحق ہیں۔ تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ بھئی یہ حدیث حاکم کے بارے میں ہے کہ اگر وہ غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر سیدنا

علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل و صفین میں غلطی پر ہوتے، یعنی وہ یہ جنگیں غلط بھی لڑتے تو ان کے لیے ایک اجر تھا۔ تو عرض ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تو حاکم ہیں، اور اگر انہوں نے یہ قتل اجتہاد کی بنا پر کیا ہے تو وہ قابل طعن کیوں؟

سیدہ عائشہ کی قتلِ حجر بن عدی کے حوالے سے جناب معاویہ کی مخالفت؟

سیدنا معاویہ حضرت عائشہ کی نظر میں رضی اللہ عنہم:

مرزا صاحب کی زیرِ بحث ویڈیو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک واقعہ سے شروع ہوتی ہے۔ اس ویڈیو کے پہلے parts میں مرزا صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دو بھائیوں سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر کے قتل کا ذکر کیا، اور ان دونوں کے قتل کا جھوٹا الزام جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے۔ جس کی حقیقت ہم اگلے باب میں بیان کرنے والے ہیں۔ بہر حال ان دونوں کے قتل کا الزام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگانے کے بعد جناب انجینئر صاحب کہتے ہیں:

''اس پورے context میں اب آپ کو وہ حدیث سمجھ آئے گی جو مسند امام احمد میں موجود ہے، المستدرک للحاکم کے اندر موجود ہے اور شعیب الأرنووط جو مسند امام احمد کی تحکیم کرنے والے ہیں انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ بڑی ڈیٹیل حدیث ہے، اس میں آتا ہے کہ حضرت معاویہ اپنے دور میں حضرت عائشہ سے ملنے کے لیے آئے، سیدہ عائشہ نے کہا کہ اے معاویہ! تجھے اللہ کا خوف نہیں آتا جو کچھ تو نے حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا............اور تجھے ڈر نہیں لگتا کہ میں ایک بندہ مقرر کروں جو چھپ کے تیرے اوپر وار کرے اور تجھے قتل کر دے۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غصہ کس Level کا تھا کہ میں گوریلا وار کروا کے تجھے مروا نہ دوں! تو انہوں نے کہا کہ ام

المومنین! ہم آپ سے یہ expect نہیں کرتے کہ آپ ایسا کریں گی، کیونکہ ہم نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ: مومن کبھی چھپ کے وار نہیں کرتا۔۔۔۔ پھر کہا کہ اماں یہ بتائیں، آپ کا جو میں نے خرچہ پانی لگایا ہوا ہے اس معاملے میں تو کوئی۔۔۔ آپ کو شکایت نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے اس معاملے میں کوئی شکایت نہیں، یہ شکایت تھی جو میں نے تمہیں کی ہے۔تو انہوں نے کہا: اماں یہ کام چھوڑیں ہمیں اپنے کام دنیاوی چلانے دیں، ہمارا معاملہ اور اللہ کا معاملہ ہے، ہمیں ہماری سیاست والے معاملات میں آپ دخل نہ دیں۔آپ اندازہ کریں! اور یہ ہمیں تاریخ سے روایتیں لا کے دیتے ہیں کہ جی وہ جناب جی! حضرت عائشہ کہتی تھیں: میری زندگی بھی معاویہ کو لگ جائے۔ (پھر انجینئر صاحب اوران کے سامنے بیٹھے صم بکم عمی بھی ہنسے، تو اس پر کہا:) یہ تو تم لوگوں کی ہنسیاں بتا رہی ہیں کہ یہ روایات کس نے گھڑی ہیں، کیونکہ حدیثیں کچھ اور بتا رہی ہیں! یہ کوئی شخص کہے گا جس کے بھائی قتل ہوئے ہوں؟ جس نے اتنا قتلِ عام دیکھا ہو؟''

مرزا صاحب کی بیان کردہ روایت ضعیف ہے:

جو روایت انجینئر صاحب نے یہاں مسند احمد اور مستدرک للحاکم کے حوالے سے بیان کی ہے یہ انہی تیرہ روایات میں سے ایک آخری روایت ہے جن کی تفصیل آپ پڑھ چکے۔اور خیر سے یہ روایت بھی ضعیف ہے جسے بیان کر کے انجینئر صاحب غلط تاثر دے رہے ہیں۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''**وفیه علی بن زید، وهو ضعیف**'' اس (کی سند) میں علی بن زید راوی ہے جو ضعیف ہے۔(مجمع الزوائد: 1/ 96)

امام ابوالعباس البوصیری رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''هذا إسناد ضعيف، لضعف علي بن زيد بن جدعان'' یہ سند علی بن زید بن جدعان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ:1/127)

اور یاد رہے اصل روایت میں یہ بات بالکل بھی نہیں کہ: ''ہمیں اپنے دنیاوی کام چلانے دیں، ہمارا معاملہ اور اللہ کا معاملہ ہے، ہماری سیاست والے معاملات میں آپ دخل نہ دیں''۔ بلکہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''فَدَعِينَا وَإِيَّاهُمْ حَتَّى نَلْقَى رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ'' آپ ہمارا اور ان کا معاملہ چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم اپنے رب عز وجل سے جا ملیں۔ یعنی ان کی مراد یہ ہے کہ یہ معاملہ جب اللہ کے حضور پیش ہوگا تو وہاں حق کے ساتھ فیصلہ ہو جائے گا۔ اب ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے کہ جو مرزا صاحب نے بیان کی اور جو اس ضعیف روایت میں ہے؟

اور بھئی یہ ''خرچہ پانی'' کیسا لہجہ ہے؟ مرزا صاحب جان بوجھ اپنی بازاری اور روایتی زبان استعمال کرتے ہوئے ایسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جن سے ممکنہ حد تک صحابہ کے متعلق غلط تاثر دینے کی کوشش کی جا سکے۔ اصل عبارت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''كَيْفَ أَنَا فِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَكِ، وَفِي حَوَائِجِكِ'' یعنی میں آپ کے معاملے میں اور آپ کی حاجات وضروریات کی دیکھ بال کے حوالے سے کیسا ہوں؟

امام حاکم وشعیب الأرنؤوط کے نام پر انجینئر صاحب کا سفید جھوٹ:

ایک تو ضعیف روایت بیان کی، اوپر سے اس جعلی روایت کو اپنی تحریفات کے ذریعے مزین کیا، پھر ظلم کے اوپر ظلم یہ کہ یہ دعویٰ بھی بالکل بے خوف اور مطمئن ہو کر مکمل یقین کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ اس روایت کو امام حاکم اور علامہ شعیب الأرنووط نے صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے! امام حاکم نے قطعاً اس روایت کو صحیح نہیں کہا، جسے شوق ہو وہ مستدرک حاکم کھول کر دیکھ سکتا ہے۔

رہا جناب شعیب الأرنووط کا اسے صحیح کہنا تو یہ بھی درست نہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی اس مکمل روایت کو نہیں بلکہ فقط اس میں موجود حدیث کے ٹکڑے کو صحیح کہا ہے، جو انجینئر صاحب نے اس مفہوم سے بیان فرمائی ہے کہ: ''مومن کبھی چھپ کر وار نہیں کرتا۔'' مراد یہ ہے کہ یہ مرفوع حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ جس کی بنیاد پر علامہ صاحب نے اس ٹکڑے کو صحیح کہا۔

چنانچہ یہ روایت مسند احمد میں حدیث نمبر: 16832 کے تحت موجود ہے، جناب شعیب الأرنووط صاحب نے اس روایت کی تخریج میں لکھا ہے: ''صحیح لغیرہ''۔ صحیح کے ساتھ لفظ ''لغیرہ'' بھی ہے جناب صاحب! یعنی کہ یہ حدیث کسی دوسری روایت کی وجہ سے صحیح ہے، نا کہ لذاتہ۔

اور وہ شاھد کون سا ہے جس کی بنا پر آپ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے؟ تو اس کی نشاندہی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد ١/٩٦، وقال: رواه أحمد والطبراني في الكبير.... وفيه علي بن زيد، وهو ضعيف. قلنا: ويشهد له حديث الزبير بن العوام السالف برقم (١٤٢٦) و(١٤٣٣)، وإسناده حسن في الشواهد، فيصح به۔

''اور اس حدیث کو علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں ذکر کر کے فرمایا: اور اس (کی سند) میں علی بن زید ہے جو کہ ضعیف ہے۔ ہم کہتے ہیں: حضرت زبیر بن عوام کی حدیث جو کہ 1426 اور 1433 نمبر کے تحت گزری ہے اس روایت کے لیے شاھد ہے اور اُس کی سند شواھد کے ساتھ حسن ہے، پس اس شاھد کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔''

(مسند احمد، الرسالۃ: ج28 ص44، 45)

اور جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

1426_جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَقَالَ: أَلَا أَقْتُلُ لَكَ عَلِيًّا؟ قَالَ: لَا، وَكَيْفَ تَقْتُلُهُ وَمَعَهُ الْجُنُودُ؟ قَالَ: أَلْحَقُ بِهِ، فَأَفْتِكُ بِهِ، قَالَ: لَا، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْإِيمَانَ قَيَّدَ الْفَتْكَ، لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ "۔

1433_عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلزُّبَيْرِ: أَلَا أَقْتُلُ لَكَ عَلِيًّا؟ قَالَ: كَيْفَ تَقْتُلُهُ؟ قَالَ: أَفْتِكُ بِهِ، قَالَ: لَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ، لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ "۔

''یعنی کسی آدمی نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں جناب علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان نے دھوکے کے قتل سے روک دیا ہے، مومن کسی کو دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔''

لیجیے! جس روایت کی بنا پر وہ اس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں اس میں حضرت عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہما کا دور دور تک کوئی ذکر تک نہیں۔ لہٰذا علامہ صاحب کی تصحیح کا دارومدار صرف اور صرف اس روایت میں موجود مرفوع حدیث پر ہے، نا کہ اس میں موجود واقعہ پر۔ اور یہ واقعہ ان کے نزدیک بھی ضعیف ہی ہے، کیونکہ انہوں نے یہاں پر بھی اور مسند احمد کی تخریج میں کئی مقامات پر اس روایت کی سند میں موجود راوی ''علی بن زید'' کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تو آپ نے دیکھا کہ کس طرح مرزا صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ اپنی من گھڑت کہانی کو تقویت دینے کے لیے اس روایت کو صحیح بنا دیا ہے، جو کہ سخت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ''علی بن زید'' ہے جو سخت ضعیف ہے، محدثین کے اقوال پیشِ خدمت ہیں۔

علی بن زید محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے :

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''علی بن زید لیس بشیء فی الحدیث'' علی بن زید حدیث کے معاملے میں کچھ بھی نہیں۔

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری:353)

یعنی روایتِ حدیث میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔اور ایک جگہ فرمایا:

''ضعیف''

(الضعفاء الکبیر للعقیلی :3/229)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''لیس بالقوی'' یہ قوی نہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:6/186)

اورفرمایا:''لیس بشیء '' یہ کچھ بھی نہیں۔(الکامل لابن عدی:6/335)

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ضعیف قرار دیتے۔

(الضعفاء للعقیلی :3/229)

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا:''لیس بقوی'' یہ قوی نہیں، اور کہا:''یکتب حدیثه ولا یحتج به''یعنی اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن یہ قابل حجت نہیں۔(الجرح والتعدیل :6/187)

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''لیس بقوی''۔

(الجرح والتعدیل:6/187)

امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''ضعیف''(سنن دارقطنی:248)

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ضعیف کہا اور فرمایا:''لا یحتج به''۔

(الطبقات الکبریٰ:7/252)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:'' اختلط فی کبرہ '' یہ بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔(المعرفۃ والتاریخ :2/741)

امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”واھی الحدیث، ضعیف“۔
(احوال الرجال: 185)

امام ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا، اور فرمایا: ”وکان یغالی فی التشیع “یعنی یہ غالی شیعہ تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 6/344)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”علی بن زید ضعیف ہے۔“ (سنن نسائی: 3881)

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس سے حجت نہیں پکڑی اور اس کے متعلق کہا:

”فَإِنَّ فِي الْقَلْبِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ“ کیونکہ میرے دل میں علی بن زید بن جدعان کے متعلق کچھ (اشکال) ہے۔
(صحیح ابن خزیمۃ: 3/70)

نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں (بلا سند) امام ابن خزیمہ کا یہ قول نقل کیا: ”لا أحتج به لسوء حفظه“ میں اس راوی کے برے حافظے کی وجہ سے اس سے حجت نہیں پکڑتا۔ (میزان الاعتدال: 3/128)۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن زید کو اپنی ضعیف راویوں پر مشتملکتاب میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ روایت بیان کرنے میں بہت زیادہ وہم اور خطا کا شکار ہوتا، لہٰذا اس سے حجت نہ پکڑی جائے۔

(المجروحین: 2/103)

امام ابو جعفر العقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 3/229)

امام ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”لیس بالقوی“ اور فرمایا: ”لا یحتج بحدیثه“۔ (السنن الکبری للبیہقی: 1/253، 1/659)

امام ابو احمد الحاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”لیس بالمتین عندھم“ یہ محدثین کے نزدیک مضبوط نہیں۔ (الأسامی والکنی: 1549)

امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''لیس بشیء،لیس بحجة ''۔
(اکمال تہذیب الکمال:9/323)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''ضعیف'' (المحلی:5/260)

امام الجورقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ سے ایک روایت کوضعیف بلکہ باطل قرار دیا اور پھر امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تضعیف نقل کی۔
(الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر:2/188)

امام ابو الفضل ابن القیسرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: '' ضعیف'' اور اسے ''لَيْسَ بِشَيْءٍ فِي الحَدِيث'' قرار دیا (ذخیرۃ الحفاظ:1/235،1/560)

امام عبد الحق الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ '' یعنی اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (الاحکام الوسطی:2/328)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا۔ (الضعفاء والمتروکون:2373)

امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت پر جرح کرتے ہوئے فرمایا کہ علی بن زید ضعیف ہے۔ (بیان الوھم:5/410)

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضعیف کہا۔ (البدر المنیر :8/227،2/100)

امام عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ''۔
(مختصر سنن ابی داود:3/24)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ضَعِيفُ الحَدِيثِ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ''۔
(زاد المعاد:3/239)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا اور ایک مقام پر فرمایا: ''لَهُ مُنْكَرَاتٌ كَثِيرَةٌ''۔ (تفسیر ابن کثیر:1/733،5/218)

امام ابو العباس البوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا۔
(اتحاف الخیرۃ المہرۃ:1/488)

اور فرمایا: ''والجمهور على تضعيفه'' اور جمہور محدثین نے اسے ضعیف

قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: 1/31)

امام نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر اسے ضعیف لکھا ہے لیکن ایک جگہ جرح مفسر کرتے ہوئے فرمایا: "**وَفِيهِ ضَعْفٌ لِسُوءِ حِفْظِهِ**" اس کے برے حافظے کی وجہ سے اس میں ضعف ہے۔ (مجمع الزوائد: 5/74)

اور ہماری زیرِ بحث روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "**وَفِيهِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، وَهُوَ ضَعِيف**" اس میں علی بن زید ہے جو کہ ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد: 1/96)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ضعیف لکھا ہے۔ (التقریب: 4734)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سلسلة الاحاديث الضعيفة" میں جگہ جگہ اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر فرمایا: "وهذا إسناد ضعيف، رجاله ثقات؛ غير علي بن زيد، وهو ابن جدعان، وهو ضعيف كما تقدم مرارا"، یہ سند ضعیف ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں سوائے علی بن زید کے، اور وہ ابن جدعان ہے، اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ پہلے کئی مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے۔
(سلسلۃ الضعیفۃ: 13/379)

اور مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی مرتبہ اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔
(مقالات-1 ص: 320، فتاوی-3 ص 398)

تو انجینئر صاحب ایسی ضعیف روایت کی بنا پر عوام کو غلط تاثر دے رہے ہیں، اور اس ضعیف روایت کی آڑ میں ایک صحیح روایت کو من گھڑت اور تاریخی روایت قرار دے کر اس کا مذاق بنا رہے ہیں۔ آپ کی معلومات کے لیے بتا دیں کہ یہ کوئی تاریخ کی بے سند روایت نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خواہش فرمائی کہ اللہ میری عمر بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے، بلکہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہے۔

"میری عمر بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگ جائے" روایت کی تحقیق:

عن عائشة، قالت: ما زال بي ما رأيت من أمر الناس في

الفتنة، حتى إني لأتمنى أن يزيد الله عز وجل معاوية من عمري في عمره۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ''فتنے کے دور میں میں لوگوں کے حالات کا مشاہدہ کرتی رہی، حتی کہ میں تمنا کیا کرتی کہ اللہ عزوجل میری عمر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے۔''

(الطبقات لابی عروبۃ: ص41)

فتنے سے مراد وہ فتنہ ہے جو خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد صحابہ کے مابین قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر بہت بڑے اختلاف کا سبب بنا۔ یہاں تک کہ صحابہ کے مابین جنگیں تک ہوگئیں۔ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی اور رشتہ دار تھے۔ انہوں نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آگے قصاصِ عثمان کا مقدمہ رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی۔ اور یہ شرط رکھی کہ آپ قاتلینِ عثمان میرے حوالے کر دیں پھر میں آپ کی بیعت کرلوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کرنے والوں پر بھی جنگ مسلط کر دی، جس کی تفصیلات ان شاء اللہ آگے جلد دوم میں بیان ہوں گی۔ بہر حال یہاں غور کریں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر فخر اور رشک کر رہی ہیں، اور ان کی صدارت سے بھی کتنا خوش تھیں، اب اس سے مرزا صاحب کے بہت سے اشکالات کا حل نکل رہا ہے۔ کیوں کہ انجینئر صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات و اشکالات کا زیادہ تر حصہ اسی پر مشتمل ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، وہ خود خلافت چاہتے تھے لیکن ظاہری طور پر قصاصِ عثمان کو بہانہ بنائے ہوئے تھے، ایسے تھا ویسے تھا۔ لیکن جب اس حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اتنی بڑی شہادت آ گئی تو اس روایت کو ہی من گھڑت اور جھوٹا قرار دینے میں آپ نے عافیت سمجھی۔ کیوں کے بند کمرے میں بیٹھ کر کسی بھی جھوٹ کو سچ کہہ دینا اور سچ کو جھوٹ قرار دے دینا کوئی مشکل کام تو ہے نہیں، جو چاہے کہے جاؤ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول اس سند سے مروی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، وَهِلَالُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَا: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَثْمَةَ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ....

اس سند میں تمام راوی ثقہ ہیں اور سند بھی متصل ہے، راویوں کے متعلق محدثین کی تصریحات انتہائی اختصار سے ملاحظہ فرمائیں:

1-ہلال بن بشر:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ثقة'' (تسمیۃ الشیوخ:162)

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے الثقات میں ذکر کیا اور کہا: ''مستقیم الحدیث''۔ (الثقات:9/248)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ قرار دیا۔ (الکاشف:2/340)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ثقہ کہا۔ (التقریب:7329)

2-محمد بن خالد بن عثمہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ (الجرح والتعدیل:7/243)

امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''صالح الحدیث'' (الجرح والتعدیل: 7/243)

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''لا باس به'' اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الجرح والتعدیل: 7/243)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''صدوق'' (الکاشف:4822)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صدوق یخطیء'' صدوق ہے اور کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ (التقریب:5847)

3-سلیمان بن بلال:

یہ صحیح بخاری ومسلم کے راوی ہیں۔
امام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ قرار دیا۔(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری:719)
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"لا باس به، ثقة"۔
(الجرح والتعدیل:4103)
امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا۔(الطبقات الکبری:5/420)
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا"ثقة امام"(الکاشف:2073)
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ثقہ قرار دیا۔(التقریب:2539)

4-علقمہ بن ابی علقمہ:

آپ سے بھی شیخین(بخاری ومسلم)نے روایت لی ہے۔
(صحیح بخاری:1836،صحیح مسلم:1203)
امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا۔(تاریخ یحیی بن معین روایۃ الدوری:867)
امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"صالح الحدیث،لا باس به"۔
(الجرح والتعدیل:6/406)
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے"الثقات"میں ذکر کیا۔(الثقات:7/291)
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا۔(تاریخ الاسلام:8/497)
امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"ثقة علامة"۔(التقریب:4679)

5-مرجانہ ام علقمہ:

امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو"ثقة"قرار دیا۔(الثقات للعجلی:2115)
امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی"الصحیح"میں ان سے حدیث نقل کی۔
(صحیح ابن خزیمہ:3079)
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب"الثقات"میں ذکر کیا۔
(الثقات:5/466)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔ (سنن ترمذی:876)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا۔ (التمہید:20/108)

علامہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج میں (حدیث نمبر 4375 کے تحت) فرماتے ہیں: "مرجانة ام علقمة وثقها ابن حبان و الترمذی (876) والحاکم و الذهبی، وحديثها لا ينزل عن درجة الصحة" کہ "مرجانہ ام علقمہ کو امام ابن حبان، ترمذی، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ان کی حدیث درجہ صحت سے گرتی نہیں"۔ یعنی ان کی بیان کردہ حدیث صحیح ہے۔ لہٰذا کم از کم انجینئر صاحب کے اصولوں کے مطابق تو یہ مجہولہ بالکل نہیں، جبکہ ائمہ نے انہیں ثقہ کہا اور ان کی احادیث کی تصحیح کی ہے۔

جب اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، کوئی کذاب راوی بھی نہیں، نہ ہی کوئی منکر الحدیث، متروک الحدیث اور سخت ضعیف قسم کا راوی ہے تو بھئی آخر اسے گھڑا کس نے ہے؟

لیکن اس کے باوجود بھی ہماری پیش کردہ صحیح الاسناد روایات بھی من گھڑت قرار پاتی ہیں، اور انجینئر صاحب جو بھی جھوٹ اور کباڑ لا کر بیان کرتے پھریں وہ سب صحیح ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک سخت ضعیف روایت کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس صحیح قول کو تاریخی من گھڑت روایت قرار دے دیا گیا، لیکن دلیل؟ اور اس ثابت شدہ قول کا مذاق بنایا گیا، یہ کہہ کر کے بھلا جس کے بھائی قتل ہوئے ہوں وہ ایسی بات کرے گا؟ اس سب کے پیچھے مشن صرف ایک ہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو کچھ وارد ہے اسے غلط اور جھوٹ ثابت کرنا ہے، اور ان پر ہر طرح کا الزام لگا کر صحیح ثابت کرنا ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم تو کوئی الزام نہیں لگاتے نہ کوئی بغض رکھتے ہیں بلکہ صرف غلطی بیان کرتے ہیں۔ غلطی تو قرآن نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی بیان کی ہے! مرزا صاحب کے مقلدین حضرات ذرا غور تو کریں کہ کیا قرآنِ مجید کا یہی اسلوب ہے؟

پھر مرزا صاحب اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر تبصرے کے بعد محض دھوکہ دینے کے لیے علی بن جعد کا قول پیش کرتے ہیں، حالانکہ علی بن جعد کے قول کا اس قتل سے کوئی تعلق ہی نہیں، مرزا صاحب نے صرف مزید غلط تاثر دینے کے لیے اسے یہاں ذکر کیا ہے، کہ جب کوئی اور دلیل نہ مل سکی۔ علی بن جعد کا قول اور اس کا تسلی بخش جواب مرزا صاحب کی ویڈیو ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلاف کی نظر میں'' کے تحت بیان کیا جائے گا (ان شاء اللہ) کیونکہ اسے یہاں ذکر کرنا بھی بے کار اور طوالت کا باعث ہے۔

تو انجینئر صاحب اپنے مدعے پر ائمہ میں سے کوئی ایک قول بھی پیش نہیں کر سکے کہ کسی نے اس قتل کے حوالے سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی ہو اور اس قتل کو قتلِ ناحق قرار دیا ہو۔ ہاں لیکن اس کے خلاف قول ضرور مروی ہے!

جناب حجر بن عدی کے قتل کے متعلق امام ابوبکر ابن العربی کا قول:

امام ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الأصل أن قتل الإمام بالحق، فمن ادعى أنه بالظلم فعليه الدليل. ولو كان ظلمًا محضًا لما بقي بيت إلا لعن فيه معاوية۔

''اصل یہ ہے کہ امام (خلیفہ) اگر کوئی قتل کرتا ہے تو وہ حق کے ساتھ ہی قتل کرتا ہے، پس اگر کوئی دعوی کرے کہ یہ قتل ناحق ہوا تو اس کے ذمہ دلیل ہے۔ اگر یہ قتل ناحق ہوتا تو ہر گھر سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی جاتی۔''

(العواصم من القواصم: 1/213)

یعنی اگر یہ قتلِ ناحق ہوتا تو صحابہ وتابعین آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ضرور کوئی آواز اٹھاتے، یا کم از کم آپ کے اس عمل کو برا ہی جانتے، لیکن ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر بن عدی کو

مفسد سمجھتے ہوئے قتل کروایا تھا۔اور جو اس روایت میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہمارے معاملے کو چھوڑ دیں حتی کہ ہم اللہ کے سامنے پیش ہوں۔تو اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں تم تو زیادہ حق رکھتے ہو کہ ان کے اس معاملے کو چھوڑ دو، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہو جائیں (اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے)۔

تو مرزا صاحب! اسلاف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تو قول مروی ہے لیکن ان کے خلاف نہیں۔لہٰذا ہم ہی اسلاف کے نقش قدم پر ہیں اور آپ روافض کے، ہاں! بس نام اہل سنت کا لیتے ہیں۔

بہر حال جب صحابہ واہل بیت میں سے کسی نے اس قتل کو قتلِ ناحق قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس حوالے سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی طعن کیا، نہ ہی اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ قرار دیا، تو کیا آپ ان سے زیادہ علم وعمل والے ہیں؟ لہٰذا خیر اسی میں ہے کہ ہم بھی اپنی زبانوں کو بند ہی رکھیں۔

❁❁❁

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائیوں کے قتل کا الزام اور اس کی حقیقت

محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کا قتل:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا بڑا مقام و مرتبہ تھا اور وہ آپ کے لیے دعائیں کیا کرتی تھیں، جو کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ لیکن چونکہ اہلِ باطل اور فتنہ پرور لوگوں کا مشن ہی یہی ہے کہ جو بھی ہو جائے ہم نے امت میں فساد ہی پھیلانا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق منفی تاثر ہی عام کرنا ہے۔ لہٰذا انجینئر صاحب کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کس طرح ہضم ہو سکتی تھی، تو آپ نے متبادل چال یہ چلی کہ لوگوں میں یہ تاثر عام کیا جائے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت ناراض تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ناحق قتل کیے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ تو جب یہ فضا قائم کر لی تو بڑے آرام کے ساتھ کہہ دیا کہ جی وہ سب جھوٹ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کرتی کہ میری عمر بھی معاویہ کو لگ جائے، بھلا جس کے دو دو بھائی قتل کیے گئے ہوں وہ ایسی باتیں کرے گا؟ پھر ہم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول دلائل سے ثابت کیا جسے انجینئر صاحب نے ''تاریخی روایت'' کہہ کر جھٹلایا۔ اب لفظ تاریخی روایت اور ان کی ہنسی ذہن میں رکھتے ہوئے ان کا یہ اعتراض بھی دیکھ لیں کہ کون سی صحیح الاسناد روایت پیش کی گئی ہے۔ تو مرزا صاحب اپنی ویڈیو میں کہتے ہیں:

> ''سیدہ عائشہ کے بھائی تھے ایک محمد ابن ابی بکر، ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا تھا.......... محمد بن ابی بکر مصر کے گورنر تھے تو ظاہر ہے یہ کوفے سے دور تھا شام کی باؤنڈریز لگتی تھیں، وہاں سے حضرت معاویہ کی

چھاپا دار جو ٹیمیں ہیں وہ حملے کرتی تھیں تو محمد بن ابی بکر کو قتل کروا دیا، حتی کہ ایک گدھے میں ان کی لاش رکھ کے اس کو آگ لگا دی، استغفر اللہ! اور اس کے اوپر اجماع ہے کوئی دنیا میں اس کا انکار نہیں کرے گا، ہماری اہل سنت کی تمام کتابوں میں موجود ہے جتنی بھی صحابہ کرام کی بائیوگرافی پہ لکھی گئی ہیں۔ آپ چاہے تاریخ طبری پڑھ کے دیکھ لیں، (اور) تاریخ ابن کثیر، آپ الاستیعاب پڑھ کے دیکھ لیں، (اور) ابن اثیر کی اُسد الغابہ جس کی شرح ابن حجر عسقلانی نے ''الِاصابۃ'' لکھی آٹھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی اس میں لکھے ہیں، اردو میں ترجمہ ہو کے آ چکی ہے آپ اس میں محمد بن ابی بکر کا پڑھ لیں ان کے ساتھ کیا ہوا۔''

Mohammad Bin Abi Bakar Brothers of Hazrat Ayesha A.S

لیجیے! تاریخ، تاریخ، تاریخ اور تاریخ۔ وہ بات الگ ہے کہ جو یہ حوالے دے رہے ہیں ان میں ایسا کچھ ہے بھی یا نہیں، اس سے قبل ان تاریخ کی کتابوں کی کیا حیثیت ہے سنیے ہمارے منصف مزاج اور حق گو صاحب کی زبانی۔

انجینئر صاحب کے نزدیک تاریخی روایات کی حیثیت اور انکا دوغلہ پن:

ہمارے منصف مزاج انجینئر صاحب اپنی ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

''دیکھیں جی جو تاریخ ہے اس میں تو جھوٹ سچ سب کچھ مکس ہے ٹھیک ہے نہ، طبقات ابن سعد ہو یا تاریخ ابن کثیر ہو یا تاریخ ابن جریر ہو امام طبری کی یا تاریخ ابن خلدون ہو یا تاریخِ دمشق ہو ابن عساکر کی، اب اس میں یعنی جھوٹ سچ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے، سندیں بیان کر دی گئی ہیں، صحیح ضعیف کے فیصلے کوئی نہیں لگے ہوئے، تو اس لیے ان کی authenticity as such کوئی نہیں رہتی، آپ کس طرح اس میں جھوٹ اور سچ میں جو

ملاوٹ ہے وہ کس طریقے سے علیحدہ کر سکتے ہیں؟ آپ نہیں کر سکتے، مشکل کام ہے!"

History Books of Islam- Tareekhi Kitabon mein Zaeef Ahadith & Riwayat

چونکہ بات قتل کی ہو رہی ہے لہٰذا ایک اور تحفہ قبول کیجیے:

"تاریخی روایتیں جو ہیں ان کی اسناد کی تحقیق ہونی چاہیے، یہ نہیں ہے کہ کوئی واقعہ بھی اپنے مطلب کا ملا جس میں کسی صحابی کی توہین آئی تو بیان کرنا شروع کر دیا، بغیر اس کے دیکھے کہ یہ ثابت ہے کہ نہیں۔ مثال کے طور پر یہ شیعہ کے جو عام ذاکرین، رافضی جو ذاکرین ہیں جاہل قسم کے، محرم کے دنوں میں وہ بیان کر رہے ہوتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے اوپر دروازہ پھینکا.......... اب یہ سٹوری چونکہ مطلب کی تھی لہٰذا وہ اہل تشیع میں جو رافضی ٹائپ کے لوگ ہیں غالی رافضی، انہوں نے لے کے تو بیان کی یہ.................."

Azmat e Sahaba r.a, Radd ul Munafiqeen aur Sunni Shia Ikhtelaf ka Jaizah - 1:37:17

اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ انجینئر صاحب جاہل شیعہ ذاکر ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی یاد رہے کہ ان کے اصول کسی صورت نہیں بدلتے۔ اب آتے ہیں مدعے کی طرف:

المختصر یہ کہ جناب محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا، اور انہیں قتل کر کے ایک گدھے کی لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا، اور اس پر "اجماع" ہے۔

غور کریں یہ ساری باتیں بیان کر کے انجینئر صاحب نے کسی ایک کتاب کا کوئی مخصوص ریفرنس بیان نہیں کیا، جو کہ ان کا مخصوص انداز ہوتا ہے بلکہ بڑی دلیری کے ساتھ اس پر اجماع کا دعوی کر دیا کہ صحابہ کرام کی سیرت پر لکھی جانے والی تمام کتب میں یہ

واقعہ موجود ہے، تاکہ کوئی صحیح سند پیش کرنے سے جان ہی چھوٹ جائے۔

اس بات سے قطع نظر کہ اجماع کے اصول کیا ہیں اور جس طرح مرزا صاحب بتا رہے ہیں اس سے اجماع منعقد ہوتا بھی ہے یا نہیں، یعنی ایک واقعہ اگر کئی کتب میں منقول ہو تو وہ درجہ صحت کو پہنچ جاتا ہے؟ ساری کتابوں کو بھی چھوڑیں کہ کیا واقعی تمام کتب میں یہ واقعہ موجود ہے یا نہیں، ہم صرف مرزا صاحب ہی کی ذکر کردہ کتابوں کی عبارات (جن میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا ذکر ہے) آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں، پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا کہ جو قصہ انجینئر صاحب نے بیان کیا ہے کیا ان کتب میں اس واقعہ پر اتفاق ہے؟

محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک ضروری وضاحت:

تفصیلات سے قبل یہ جان لیجیے کہ اول تو محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ صحابی نہیں ہیں، بلکہ آپ چند ماہ کے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے، ہمیں اس پر زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود انجینئر صاحب نے بھی اس ویڈیو میں انہیں تابعی ہی قرار دیا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسی ویڈیو میں انجینئر صاحب نے ان کا تعارف تو کروایا ہے لیکن ایک بات جو یہاں نہایت قابلِ ذکر تھی کا ذکر تک نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے پہلے جن باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کو محصور کر رکھا تھا، ان کے خلاف شورش برپا کی گئی تو ان میں یہ محمد بن ابی بکر بھی شامل تھے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "وكان أحد الرءوس الذين ساروا الى حصار عثمان" ....یعنی یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں کے سرغنہ تھے۔ (تاریخ الاسلام: 3/ 601،600)۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی، لیکن بعد میں پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ (ثقہ) سے حسن سند کے ساتھ مروی ہے:

شَهِدَ مَقْتَلَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ........ قُلْتُ: فَهَلْ نَدِيَ مُحَمَّدٍ

بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِشَيْءٍ مِنْ دَمِهِ. فَقَالَ: مَعَاذَ اللهِ دَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: لَسْتُ بِصَاحِبِهِ، وَكَلَّمَهُ بِكَلَامٍ فَخَرَجَ وَلَمْ يَنْدَ مِنْ دَمِهِ بِشَيْءٍ۔

''میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر موجود تھا (پھر مکمل واقعہ بیان کیا، جس پر راوی محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ) تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شامل تھے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: معاذ اللہ! وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر (حملہ کرنے کی غرض سے) داخل ضرور ہوئے تھے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم مجھے قتل کرنے والے نہیں، اور کچھ اور بھی بات کی، تو محمد بن ابی بکر واپس لوٹ آئے اور ان کے قتل میں شریک نہ ہوئے۔''

(مسند اسحاق بن راھویہ: 4/261)

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے فرمایا ''سندہ حسن''۔

(دفاع صحابہ: 132)

لیکن چونکہ ان پر (محاصرے میں شریک ہونے کی وجہ سے) ایک ٹیگ لگ چکا تھا، لہٰذا یہی وجہ ہے کہ خود ان کی بہن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے اس فعل کی وجہ سے ان سے سخت خفا تھیں اور ان کے خلاف بد دعا بھی کرتیں۔ جناب طلق بن خشاف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَفَدْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِنَنْظُرَ فِيمَ قُتِلَ عُثْمَانُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَرَّ مِنَّا بَعْضٌ إِلَى عَلِيٍّ، وَبَعْضٌ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَبَعْضٌ إِلَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهَا، فَرَدَّتِ السَّلَامَ........ فَقُلْتُ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، فِيمَ قُتِلَ عُثْمَانُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ

اللهُ عَنْهُ؟ قَالَتْ: قُتِلَ وَاللهِ مَظْلُومًا، لَعَنَ اللهُ قَتَلَتَهُ، أَقَادَ اللهُ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ بِهِ، وَسَاقَ اللهُ إِلَى أَعْيُنِ بَنِي تَمِيمٍ هَوَانًا فِي بَيْتِهِ، وَأَهْرَاقَ اللهُ دِمَاءَ بَنِي بُدَيْلٍ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَسَاقَ اللهُ إِلَى الْأَشْتَرِ سَهْمًا مِنْ سِهَامِهِ، فَوَاللهِ مَا مِنَ الْقَوْمِ رَجُلٌ إِلَّا أَصَابَتْهُ دَعْوَتُهَا۔

''ہم مدینہ کی طرف یہ جاننے کے لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کس وجہ سے قتل ہوئے وفد کی صورت میں روانہ ہوئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم میں سے بعض حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے، اور بعض سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف اور بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس گئے۔ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انہیں سلام کہا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا: اے ام المومنین! امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کیوں شہید کر دیے گئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ ناحق قتل کیے گئے ہیں، اللہ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے، اللہ محمد بن ابی بکر سے اس کا بدلہ لے، اور اللہ بنو تمیم کے گھر کی طرف ان کی آنکھوں کے سامنے رسوائی لائے، اور اللہ بنو بدیل کا خون گمراہی پر بہائے، اور اللہ اشتر نخعی کی طرف اپنے تیروں میں سے کوئی تیر بھیجے۔ (جناب طلق بن خشاف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم! ان سب لوگوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بددعا لگ گئی۔''
(المعجم الکبیر: 1/88)

اس کی سند حسن ہے۔ طلق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ: 7/60)

یہ وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ مرزا صاحب نے ان کے قتل کے قصے میں جو تاریخ کی کتب کا حوالہ دیا ہے وہاں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ انہیں قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل کیا گیا تھا۔

اجماع کے جھوٹے دعوے کی حقیقت:

اب آیئے مرزا صاحب کے جھوٹے اجماع کے دعوے کی حقیقت جانتے ہیں۔ انجینئر صاحب سے قبل محدثین میں سے کسی نے اس (قتل کے) واقعہ کے متعلق اجماع کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا، البتہ وہ تو اس سلسلے میں اختلاف نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس حوالے سے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''**وقد اختلفت الرواية فيمن قتله**'' ان کے قتل کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
(کشف المشکل: 4/416، 417)

امام ابو العباس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''**واختلف في كيفية قتل محمد بن أبي بكر**'' اور حضرت محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کی کیفیت کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔ (المفہم: 4/24)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالکل یہی بات کہی۔ (اکمال المعلم: 6/228)

امام ابوزکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا: ''**واختلفوا في صفة قتل محمد هذا**'' محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کی کیفیت کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔
(شرح النووی علی مسلم: 12/212)

اتنے سارے محدثین کہہ رہے ہیں کہ ان کے قتل کے سلسلے میں اختلاف ہے، لیکن انجینئر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے اجماع کا دعوی کر دیا ہے صرف اپنے جھوٹ کو تقویت دینے کے لیے۔ کیا مرزا صاحب کوئی محدث، مفکر یا مجتہد ہیں کہ ایسے ہی اجماع کے دعوے کرتے پھرتے ہیں؟ یا یہ کوئی کھیل تماشہ ہے کہ جب چاہا جہاں چاہا اپنے باطل مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اجماع کا جھوٹا دعوی کر دیا، کچھ تو اللہ کا خوف کریں! آپ جیسے جھوٹے اجماع کے دعوے داروں پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل فٹ بیٹھتا ہے کہ:

من ادعی الاجماع فھو کذب۔

''جو اجماع کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔''

(مسائل الامام احمد روایۃ عبداللہ: ص:439)

یہ انجینئر صاحب کی عادت ہے کہ جب انہیں کوئی اور چارہ نا ملے تو متواتر اور اجماع کا جھوٹا دعوی کر دیتے ہیں۔

بہر حال اس سلسلے میں سخت اختلاف ہے کہ محمد بن ابی بکر کس طرح قتل ہوئے اور قتل کس نے کیا، وہ اس حوالے سے مختلف تاریخی روایات نقل کرتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے اور ایک قول یہ۔ لہٰذا جب معاملہ ایسا ہو تو کسی ایک قول کو پکڑ کر اس پر اجماع کا دعوی کر دینا کسی جاہل ہی کا کام ہے۔ یہاں ہم دیگر محدثین کی عبارات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف انجینئر صاحب کے حوالوں سے یہ بات ثابت کر دیتے ہیں کہ جو واقعہ آپ نے بیان کیا ہے دوسری تمام کتب تو دوران چند کتابوں کا بھی اس واقعہ پر اتفاق نہیں۔

''الاستیعاب لابن عبدالبر'' میں جناب محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے حوالے سے لکھا ہے:

ثم ولاه مصر، فقتل بها، قتله معاوية بن حديج صبرا، وذلك في سنة ثمان وثلاثين. ومن خبره أن علي بن أبي طالب ولي في هذه السنة مالك بن الحارث الأشتر النخعي مصر، فمات بالقلزم قبل أن يصل إليها، سم في زبد وعسل، قدم بين يديه فأكل منه، فمات، فولى علي محمد بن أبي بكر، فسار إليه عمرو بن العاص فاقتتلوا، فانهزم محمد بن أبي بكر، فدخل في خربة فيها حمار ميت، فدخل في جوفه فأحرق في جوف الحمار. وقيل: بل قتله معاوية بن حديج۔

''پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا تو انہیں قتل کر دیا گیا، انہیں

حضرت ''معاویہ بن حدیج'' رضی اللہ عنہ نے باندھ کر قتل کیا اور یہ واقعہ 38 ہجری میں پیش آیا۔ ان کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسی سال مالک بن حارث اشتر النخعی کو مصر کا امیر مقرر کیا مگر وہ قلزم پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا، اسے زہر دیا گیا جو مکھن اور شہد میں ملایا گیا تھا، اس نے اسے کھایا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا امیر مقرر کیا پھر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کی طرف گئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے قتال کیا، محمد بن ابی بکر کو شکست ہوگئی اور وہ ایک کھنڈر میں جا چھپے جہاں ایک مردہ گدھا تھا تو وہ گدھے کے پیٹ میں داخل ہو گئے لیکن انہیں گدھے کے پیٹ میں ہی جلا دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔'' (الاستیعاب: 2320)

مرزا صاحب! معاویہ بن حدیج لکھا ہے نہ کہ معاویہ بن ابی سفیان جو کہ بنو امیہ سے ہیں، معاویہ بن حدیج ایک دوسرے صحابی ہیں اور ان کا تو بنو امیہ سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی سارے کا سارا الزام سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ پر لگایا جا رہا ہے۔ اور آپ نے جو محمد بن ابی بکر کو قتل کرنے اور ان کی لاش کو جلانے پر اجماع نقل کیا ہے اس کا کیا بنا؟ صحابہ کی سیرت پر لکھی جانے والی تین عظیم کتب کا جو آپ نے حوالہ دیا ہے ان میں سب سے قدیم یہی ''الاستیعاب'' امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کتاب ہے، اور یہاں تو قتل کے سلسلے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں، کہ یہ بھی منقول ہے اور یہ بھی منقول ہے۔ لیکن انجینئر صاحب کے بقول تو اس میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، بلکہ اس پر تو اجماع منعقد ہے!

''أسد الغابة'' میں جناب محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کا تذکرہ کچھ یوں کیا گیا ہے:

ولما ولي مصر، سار إليه عمرو بن العاص فاقتتلوا، فانهزم

مُحَمَّد ودخل خربة، فأخرج منها وقتل، وأحرق في جوف حمار ميت. قيل: قتله معاوية بن حديج السكوني. وقيل: قتله عَمرو بن العاص صبرا.

''اور جب یہ مصر کے والی مقرر ہوئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور یہ آپس میں لڑے، محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی اور وہ ایک ویران جگہ میں داخل ہو گئے۔ انہیں وہاں سے باہر نکال کر قتل کر دیا گیا اور ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں جلا دیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ: انہیں حضرت معاویہ بن حدیج السکونی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے باندھ کر قتل کیا۔''

(أسد الغابة: 4/326)

لیجیے یہاں تو تین مختلف اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ایک قول کے مطابق قتل کرنے والے جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں اور قتل کی کیفیت یہ ہے کہ قتل کرنے کے بعد گدھے کی لاش میں ڈال کر آگ لگائی گئی، جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے باندھ کر قتل کیا۔ اور تیسرے قول کے مطابق حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔ جبکہ ''الاستیعاب'' کے حوالے سے پیچھے گزرا کہ حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ نے باندھ کر قتل کیا، یا دوسرے قول کے مطابق یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر خود ہی مردہ گدھے کی لاش میں گھس گئے، اور انہیں اسی میں جلا کر قتل کر دیا گیا، کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ بہر حال یہ انجینئر صاحب کی فقہ ہے یہاں سب کچھ ہوسکتا ہے۔

''الإصابة'' میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ذکر میں لکھتے ہیں:

وشهد محمد مع الجمل وصفّين، ثم أرسله إلى مصر أميرا، فدخلها في شهر رمضان سنة سبع وثلاثين، فولي إمارتها

لعلي، ثم جهّز معاوية عمرو بن العاص في عسكر إلى مصر، فقاتلهم محمد، وانهزم، ثم قتل في صفر سنة ثمان، حكاه ابن يونس، وقال: إنه اختفى لما انهزم في بيت امرأة فأخذ من بيتها فقتل۔

''اور محمد بن ابی بکر جنگِ جمل اور صفین میں شریک ہوئے، پھر انہیں مصر کی طرف امیر بنا کر بھیجا گیا، آپ رمضان کے مہینے میں 37 ہجری میں مصر میں داخل ہوئے اس وقت مصر کی امارت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تیار کیا اور اسے مصر کی طرف بھیجا، محمد بن ابی بکر نے ان سے جنگ کی لیکن شکست کھائی اور صفر 38 ہجری میں قتل کر دیے گیے۔ یہ ابن یونس نے بیان کیا ہے، اور کہا: کہ جب انہیں شکست ہوگئی تو وہ ایک عورت کے گھر میں چھپ گئے تھے لیکن وہاں سے نکال کر انہیں قتل کیا گیا۔''

(الإصابۃ: 6/194)

مرزا صاحب نے سب سے آخر پر ''الاصابۃ'' کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں پڑھ لیں محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ حالانکہ جو کہانی آپ نے بیان کی ہے اس میں تو ایسا کچھ بھی نہیں۔ تو جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اس واقعہ پر اجماع بالکل بھی نہیں ہے، لہٰذا دوسرا راستہ صرف یہی ہے کہ مرزا صاحب اپنے مدعے کو صحیح الاسناد روایات سے ثابت کریں کہ جناب محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا، اور انہیں قتل کرنے کے بعد گدھے کی لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا۔

اول تو ان حوالہ جات میں اس بات کی صراحت ہی نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہو، اور دوسرا یہ کہ ان مصنفین نے اس واقعہ کی کوئی متصل سند بھی پیش نہیں کی اور نہ ہی یہ شرط رکھی ہے کہ ہم صرف وہی روایات نقل کریں گے جو صحیح

سند سے ثابت ہوں۔ اور پھر انہوں نے کوئی بات بالجزم نہیں کہی بلکہ اس سلسلے میں صرف تاریخی روایات ذکر کی ہیں۔ لہٰذا ان سے تو آپ کا مدعا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

تاریخ طبری کی جعلی روایت اور انجینئر صاحب کی حق گوئی کا نمونہ:

ہاں! تاریخ طبری کا جو مرزا صاحب نے حوالہ دیا ہے، بلکہ سرفہرست اسی کتاب کا نام لیا ہے تو وہاں اس واقعہ کی سند موجود ہے، تو وہ سنہری سند اس طرح ہے کہ:

قال أبو مخنف: فحدثني محمد بن يوسف بن ثابت الأنصاري، عن شيخ من أهل المدينة، قال......

تو ''ابو مخنف'' ایک سخت ضعیف، متروک الحدیث اور جھوٹا راوی ہے جیسا کہ پیچھے مرزا صاحب کی پیش کردہ مستدرک للحاکم کی تیرہ روایات کی تحقیق میں روایت نمبر: 7 کے تحت چند حوالہ جات بھی پیش کیے گئے۔ اور ابو مخنف اسے ''محمد بن یوسف بن ثابت انصاری'' نامی راوی سے روایت کرتا ہے، اس کا نام محمد بن یوسف بھی آتا ہے، اس کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لا یعرف حالہ'' اس کا حال معلوم نہیں، یعنی مجہول ہے (میزان الاعتدال: 9883)۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجہول قرار دیتے ہوئے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعیفۃ: 3/ 56، سنن ابی داوٗد، دارالسلام تحت الحدیث: 3885)

اور وہ روایت کس سے کر رہا ہے؟ عن شيخ من أهل المدينة، ایک آدمی جو بذات خود مجہول ہے وہ کہہ رہا ہے مجھے میرے کسی مدنی استاد نے یہ قصہ بیان کیا، کوئی نام پتہ معلوم نہیں! سبحان اللہ۔ تو یہ حال ہے انجینئر صاحب کے اجماع، ریفرنسز اور صحیح الاسناد روایات کا۔

پھر مزید یہ کہ مرزا صاحب ایک حق گو اور منصف آدمی ہونے کے ناطے اس روایت کا ایک اہم حصہ بیان ہی نہیں کرتے، کہ جس میں بالکل واضح طور پر موجود ہے کہ محمد بن ابی بکر کا قتل کس جرم کی بنیاد پر ہوا۔ اور اگر یہ بتاتے تو جو جھوٹ کی عمارت آپ

نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق منفی تاثر دینے اور ان پر تنقید کے راستے ہموار کرنے کے لیے کھڑی کی تھی وہ تو ملیا میٹ ہو کر رہ جاتی۔ خیر تاریخ طبری کی اسی روایت میں ہے:

......فَقَالَ لَهُمْ مُحَمَّد: اسقوني من الماء، قَالَ لَهُ مُعَاوِيَة بن حديج: لا سقاه الله إن سقاك قطرة أبدا! إنكم منعتم عُثْمَان أن يشرب الماء حَتَّى قتلتموه صائما محرما. فتلقاه الله بالرحيق المختوم...... قَالَ لَهُ مُعَاوِيَة: إني إنما أقتلك بعثمان، قَالَ لَهُ مُحَمَّد: وما أنت وعثمان! إن عُثْمَان عمل بالجور، ونبذ حكم القرآن، وَقَدْ قَالَ الله تعالى: وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولئِكَ هُمُ الْفاسِقُونَ، فنقمنا ذَلِكَ عَلَيْهِ فقتلناه......

''تو محمد بن ابی بکر نے انہیں کہا کہ مجھے پانی پلاؤ، تو جناب معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا: اللہ اسے کبھی پانی کا ایک قطرہ نہ پلائے جو تمہیں پانی پلائے، تم لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی (پینے سے) روکے رکھا حتیٰ کہ انہیں روزے کی حالت میں قتل کر دیا جبکہ ان کا خون حرام تھا۔ پس اللہ نے رحیق المختوم کے ساتھ انہیں سیراب کیا۔ حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کر رہا ہوں۔ محمد بن ابی بکر نے کہا: آپ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہے؟ عثمان نے تو ظلم کیا تھا اور قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔ تو ہم نے انہیں اس جرم کی سزا دی اور انہیں قتل کر دیا۔'' (تاریخ طبری: 5/104)

تاریخ ابن کثیر میں بھی یہ قصہ اسی طرح موجود ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ: 7/314)

یہ ہے مرزا صاحب کی حق گوئی اور منصف مزاجی۔ الزام علماء پر ہے کہ جی انہوں نے حق چھپایا ہے، یا یہ آدھی روایتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ تو انجینئر صاحب پر ان کے اندھے بہرے گونگے فالوورز کی مہربانی ہے کہ وہ مرزا صاحب کے بیان کردہ حوالوں کو کبھی کھول کر دیکھتے نہیں ہیں ورنہ کسی کی کیا مجال ہے کہ صحابہ کرام کے خلاف دو لفظ بھی بول دے وہ بھی کتابوں کے نام پر۔ خیر اس روایت میں واضح ہے کہ محمد بن ابی بکر کو قصاص عثمان میں قتل کیا گیا اور مدعا علیہ اپنے جرم کا اعتراف بھی کر رہا ہے۔

نوٹ: بعض لوگ محمد بن ابی بکر کی لاش کو مردہ گدھے میں ڈال کر جلائے جانے والا اعتراض کرتے ہوئے مصنف ابن ابی شیبہ (30709) والی روایت پیش کرتے ہیں جبکہ وہ بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (المحلی: 9/400)

صحیح مسلم میں اس جھوٹے قصے کا اشارہ؟

جناب انجینئر صاحب اسی ویڈیو میں فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ ''اشارۃً'' موجود ہے، تو چلیں وہ اشارہ بھی دیکھ لیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شُمَاسَةَ. قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ، فَقَالَتْ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ. فَقَالَتْ: كَيْفَ كَانَ صَاحِبُكُمْ لَكُمْ فِي غَزَاتِكُمْ هَذِهِ؟ فَقَالَ: مَا نَقَمْنَا مِنْهُ شَيْئًا، إِنْ كَانَ لَيَمُوتُ لِلرَّجُلِ مِنَّا الْبَعِيرُ فَيُعْطِيهِ الْبَعِيرَ، وَالْعَبْدُ فَيُعْطِيهِ الْعَبْدَ، وَيَحْتَاجُ إِلَى النَّفَقَةِ فَيُعْطِيهِ النَّفَقَةَ. فَقَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَا يَمْنَعُنِي الَّذِي فَعَلَ فِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخِي أَنْ أُخْبِرَكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: "اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ"۔

''عبدالرحمٰن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی سوال کی غرض سے گیا، تو انہوں نے دریافت کیا: تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا: اہل مصر میں سے ہوں۔ پھر انہوں نے دریافت فرمایا: اس جنگ میں تمہارے امیر کا تم لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک رہا؟ میں نے کہا: ہمیں ان میں کوئی بات بری نہیں لگی، اگر ہم میں سے کسی شخص کا اونٹ مر جاتا تو وہ اسے اونٹ دے دیتے، اور اگر غلام مر جاتا تو وہ اسے غلام دے دیتے اور اگر کسی کو خرچ کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کو خرچ دے دیتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے معاملے میں اس نے کیا ہے وہ مجھے اس سے نہیں روکتا کہ میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) ''اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی بھی معاملے کا والی بنے اور ان (اپنے ماتحتوں) پر سختی کرے، تو اس پر سختی فرما، اور جو شخص میری امت کے کسی بھی معاملے کا والی بنے اور ان کے ساتھ نرمی والا معاملہ کرے، تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما!''

(صحیح مسلم:1828)

مستخرج ابی عوانہ میں صراحت موجود ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس امیر کے متعلق دریافت فرما رہی ہیں وہ حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ تھے: (مستخرج ابی عوانۃ:7466)۔ تو جو باتیں مرزا صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے کی ہیں ان میں سے کس چیز کا اشارہ اس روایت میں مل رہا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا یا کرنے کا حکم دیا کیا اس بات کا اشارہ ہے؟ یا محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کو گدھے کی کھال میں جلائے جانے کا کوئی اشارہ؟ ایسے اشارے مرزا صاحب کے جاہل مقلدین کی سمجھ میں تو آسکتے ہیں لیکن ہم اس بات سے قاصر ہیں کہ اتنی دور کے

اشارے سمجھ سکیں۔

بہر حال اگر آپ کو تاریخی روایات ہی سنانی ہیں تو لوگوں کو یہ بھی بتائیں کہ ان روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر تو محض الزام لگایا گیا ہے جبکہ آپ کے بیان کردہ حوالہ جات میں ایسا کچھ بھی ثابت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کا اس قتل میں کسی قسم کا کوئی کردار تھا۔ یاد رہے انجینئر صاحب نے اس جھوٹے واقعہ کی بنیاد پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ثابت شدہ قول کو تاریخی اور من گھڑت قول قرار دیا تھا۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھیں انجینئر صاحب کے بقول وہ کسی صحابی پر کوئی الزام نہیں لگا رہے نا ہی گستاخی والا کوئی معاملہ ہے بلکہ وہ بس غلطی بیان کرتے ہیں جیسا کہ قرآن بھی انبیاء کی غلطی بیان کرتا ہے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام:

(محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کا الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگانے کے بعد انجینئر صاحب کہتے ہیں) ''تو سیدہ عائشہ اس وجہ سے حضرت معاویہ سے ناراض تھیں۔ یہ تو ایک بھائی کا آپ نے سنا، ایک دوسرا بھائی تھا ''عبدالرحمٰن بن ابی بکر''.......... اس کے بارے میں آپ صحیح بخاری اٹھا کے دیکھ لیں- 4827-نمبر حدیث ہے انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق۔ مروان جب حجاز کا گورنر ہوتا ہے مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے وہ بار بار یزید ابن معاویہ کا ذکر کرتا ہے تا کہ وہ بیعت لے حضرت معاویہ کے بعد ان کے بیٹے کے لیے .... تو بخاری کے الفاظ ہیں عبد الرحمن بن ابی بکر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس حاکمِ وقت کو کچھ کہا، اب امام بخاری نے یہ نہیں بتایا کہ کیا کہا، مروان کو غصہ آیا اس نے کہا: پکڑو اسے گرفتار کرو.......... تو سیدنا عبد الرحمٰن بن ابوبکر فوراً جا کے مسجد نبوی کے ساتھ

adjacent اماں عائشہ کا حجرہ تھا اس میں جا کے چھپ گئے..........تو مروان کا غصہ نہیں ٹھنڈا ہوا اس نے باہر سے کہا: ہاں ابوبکر کے بیٹے! تو ہی ہے نا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی ہے، سورۃ الاحقاف آیت نمبر: 17، کہ یہ کہتا ہے کہ: میرے ماں باپ مجھے کہتے ہیں کہ جب ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ سے زندہ کیے جائیں گے، یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ابوبکر کے بیٹے! یہ تیرے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو اپنے ماں باپ کو کہتا تھا کہ قرآن اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، نعوذ باللہ اتنا بڑا جھوٹ بولا! تو سیدہ عائشہ سے برداشت نہیں ہوا وہ حجرے کے اندر سے ہی بولیں، انہوں نے کہا: آلِ ابوبکر کے بارے میں کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی ہے سوائے سورۃ النور کی وہ آیات جو میری براءت میں نازل ہوئی تھیں۔''

پھر مرزا صاحب کہتے ہیں:

''اچھا! اب ظاہر ہے جب یہ دشمنی ہو تو آپ کیا سمجھتے ہیں دشمنی ختم ہوتی ہے؟ ساری اہل سنت کی تاریخی کتابیں جن کا میں نے حوالہ دیا ہے اس میں ملتا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر پھر جا کے چھپ گئے، کچھ عرصے بعد کسی غار سے ان کی لاش ملی، وہ لاش لا کے پھر مکے میں دفنایا گیا ان کو قبر کے اندر۔ اب ظاہر ہے کہ یہ غار میں ایک بندہ چھپا ہو وہاں سے لاش ملے تو، نا معلوم افراد، چند نا معلوم افراد تھے، اور وہ نامعلوم افراد کون سے ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اس سسٹم کے beneficiary تھے۔ ہم نام نہیں کسی کا لیتے، جہاں نام تھا میں نے نام لے کے کہا، جہاں نام نہیں ہے صرف نامعلوم افراد ہیں وہ آپ کو خود پتہ چل جائے گا کون نامعلوم افراد ہیں۔''

Abdur Rahman Bin Abi Bakar, Brothers of Hazrat Ayesha A.S

دیکھیں! مرزا صاحب کی اس ساری گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں۔ پہلا یہ کہ سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر مروان کے مابین کچھ تلخ کلامی ہوتی ہے، عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے جاتے ہیں اور پھر مروان کے کلام پر جو بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، یہ ایک حصہ ہے۔ اس کے لیے جناب انجینئر صاحب حوالوں پر حوالے دیئے جاتے ہیں، جی صحیح بخاری میں بھی یہ روایت ہے، مستدرک للحاکم میں بھی ہے بڑی تفصیل کے ساتھ، سنن نسائی الکبری میں بھی موجود ہے، اور یہ تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں امام ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں سورۃ الاحقاف آیت نمبر: 17 کے تحت یہ تمام روایات جمع کر دی ہیں، اور دورانِ ویڈیو سکرین پر بھی ساتھ ہی ساتھ حوالے دکھائے جا رہے ہیں (حالانکہ جس تفصیلی روایت کا انجینئر صاحب نے تذکرہ کیا ہے اسے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک کی تلخیص میں منقطع قرار دیا ہے، جو کہ جرح مفسر ہے)۔ اب دیکھیں کہ یہ کس طرح لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں، اپنی ناکارہ اور جاہل عوام کو ان حوالوں میں الجھا دیا کہ جس سے ان کو بہت ہی اچھا تاثر ملتا ہے کہ واہ جی واہ ہر بات ریفرنس سے بیان ہو رہی ہے۔ اب وہ دماغی طور پر اس طرح مطمئن (صحیح پوچھیں تو hypnotize) ہو چکے ہوتے ہیں کہ اب جو چاہے باتیں کرتے جاؤ یہ نہیں سوچیں گے کہ اس کا ریفرنس کیا ہے، یہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ تو آپ غور کریں کہ مرزا صاحب نے پہلے حصے میں تو بہت سے حوالے دیئے ہیں لیکن گفتگو کا دوسرا حصہ جو کے بنیادی مدعا تھا کہ جی اس واقعہ کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کسی غار میں جا کر چھپ گئے اور پھر وہاں سے ان کی لاش برآمد ہوئی وغیرہ وغیرہ، تو اس کا کیا ریفرنس دیا گیا ہے؟ اس کے لیے ہمیشہ کی طرح وہی دھوکہ دیا کہ:

ساری اہل سنت کی ''تاریخی کتابیں'' جن کا میں نے حوالہ دیا ہے............۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ تو صحیح الاسناد روایات پر چلتے ہیں اور تاریخ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حکمرانوں کی لکھوائی گئی تاریخ ہے، تاریخ جھوٹی ہے، تاریخ کی

حیثیت کھوٹے سِکّوں کی مانند ہے، اور تاریخ کی جھوٹی بے سند روایات سنانے والے ذاکرین حضرات کو آپ جاہل ذاکرین قرار دیتے ہیں۔لیکن اتنی خوبصورت باتیں کرنے کے بعد آپ خود بھی جاہل ذاکر بن کر جھوٹی تاریخ بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور سلام ہے آپ کے سننے والوں کو جنہیں آپ کا یہ دوغلہ پن نظر ہی نہیں آتا۔ دوسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ جناب جن تاریخ کی کتب کا میں نے حوالہ دیا ان سب میں یہ واقعہ موجود ہے۔ ویڈیو دیکھیں کس تاریخ کی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے؟ سکرین پر کون سا ریفرنس دکھایا گیا ہے؟

جبکہ ویڈیو کی شروعات پر لکھا گیا ہے "references attached" یعنی امام صاحب جو بھی بات کریں گے سکرین پر اس کا ریفرنس دکھایا جائے گا۔ حوالہ دیتے بھی کیسے جب آپ کو بھی معلوم ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ ہاں لیکن اس کے خلاف ایک صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جناب عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کسی غار میں جا کر نہیں چھپے اور نہ ہی وہ قتل کیے گئے بلکہ ان کی وفات طبعی طور پر ہوئی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تو طبعی طور پر ہوئی:

ام علقمہ کا بیان ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ بَيْتَ عَائِشَةَ فَصَلَّتْ عِنْدَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَحِيحَةٌ فَسَجَدَتْ، فَلَمْ تَرْفَعْ رَأْسَهَا حَتَّى مَاتَتْ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ، إِنَّ فِي هَذِهِ لَعِبْرَةً لِي فِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، رَقَدَ فِي مَقِيلٍ لَهُ قَالَهُ، فَذَهَبُوا يُوقِظُونَهُ فَوَجَدُوهُ قَدْ مَاتَ، فَدَخَلَ نَفْسَ عَائِشَةَ تُهْمَةُ أَنْ يَكُونَ صُنِعَ بِهِ شَرٌّ، وَعُجِّلَ عَلَيْهِ فَدُفِنَ وَهُوَ حَيٌّ، فَرَأَتْ أَنَّهُ عِبْرَةٌ لَهَا، وَذَهَبَ مَا كَانَ فِي نَفْسِهَا مِنْ ذَلِكَ۔

"ایک عورت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے

کے قریب نماز پڑھی اور وہ بالکل ٹھیک تھی، اس نے سجدہ کیا تو اس نے اپنا سر نہیں اٹھایا اور (سجدے کی حالت میں ہی) وفات پا گئی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کی ذات کے لیے ہیں جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے، بے شک اس واقعہ میں میرے لیے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نصیحت ہے، وہ اپنی قیلولہ گاہ میں سونے کے لیے گئے تھے اور جب لوگ انہیں اٹھانے کے لیے گئے تو انہوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ وفات پا چکے تھے، اور میرے دل میں ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ ان کے ساتھ کچھ برا ہوا ہے اور لوگوں نے ان کے متعلق عجلت سے کام لیا اور انہیں زندہ ہی دفن کر دیا گیا۔ تو جب میں نے اس عورت (کی اس قدر اچانک موت) کو دیکھا تو اس سے مجھے نصیحت حاصل ہوئی اور جو میرے دل میں اس حوالے سے خدشہ تھا وہ دور ہو گیا۔"

(مستدرک للحاکم: 6011)

اس کی سند حسن ہے۔

لیجیے یہ تو حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے گھر سے گواہی مل رہی ہے کہ وہ تو اپنی آرام گاہ میں ہی سونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے۔ نہ ہی کسی غار میں چھپنے کی بات ہے اور نہ ہی وہاں سے ان کی لاش برآمد ہونے کا کوئی ثبوت۔ اور ائمہ کرام نے بھی ان کی وفات کے ذکر میں یہی لکھا ہے کہ وہ نیند کی حالت میں فوت ہوئے تھے:

امام ابو القاسم البغوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے ذکر میں امام یحیی بن سعید کا قول نقل کرتے ہیں کہ "توفی عبد الرحمٰن بن ابی بکر فی نوم نامه" سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نیند کی حالت میں فوت ہوئے۔ (معجم الصحابۃ للبغوی: 4/417)

امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "توفی بمکة فی نومة نامها"

آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں نیند کی حالت میں فوت ہوئے۔ (معرفۃ الصحابۃ: 4/1815)

اور یہی بات امام ابن عبد البر، امام ابن کثیر، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بیان میں کہی ہے۔ (الاستیعاب: 2/826، البدایۃ والنہایۃ: 8/89، أسد الغابۃ: 3/364، الاصابۃ: 4/276)

لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے بلکہ طبعی طور پر فوت ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے جو کہانی مرزا صاحب نے بنائی ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ اگرچہ صراحت کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا نام تو نہیں لیا لیکن جو اس ویڈیو کی تمام سیریز دیکھے گا اسے جج کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ مرزا صاحب حق گوئی کے نام پر صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزامات لگا رہے ہیں، اور بہانہ یہ پیش کرتے ہیں کہ جی قرآن نے بھی انبیاء کی غلطی بیان کی ہے تو اس سے کیا ان کی توہین لازم آتی ہے؟ ہم بس یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ آپ حق گوئی کے نام پر کر رہے ہیں تو آپ سے بہت ہی اچھے طریقے کے ساتھ یہ کارنامہ روافض حضرات بھی سرانجام دے رہے ہیں، اور وہ آپ سے اچھی سٹوریاں گھڑ لیتے ہیں، لہٰذا آپ قرآن کے راستے پر نہیں انہی کے راستے پر ہیں۔

بہر حال جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق رنگ نہیں بھرے، اور نہ ہی کسی صحابی کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں تو آپ کو بھی اپنی رافضیت کی دکان بند ہی رکھنی چاہیے۔

مرزا صاحب کی دوغلی پالیسی:

یہاں تو معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا تو ان پر اعتراض کرنے کے لیے آپ نے ضربیں تقسیمیں لگا کر ایک فلم تیار کر لی، لیکن اب مرزا صاحب کا دوسرا چہرہ بھی دیکھ لیں، ایک ویڈیو میں فرماتے ہیں:

''انصار سارے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، یہ انصاری ہی تھے نہ جو

حضرت علی کو بھی خلیفہ بنانا چاہتے تھے ابوبکر کے موقع پر۔ اور انہی میں سعد ابن عبادہ تھے وہ خود بھی بننا چاہتے تھے، انہوں نے بیعت نہیں کی تھی حضرت ابوبکر کی اور دیکھیں حضرت ابوبکر نے ان کو قتل نہیں کروایا اختلاف رائے کیا۔ لیکن باقی انصاریوں نے بیعت کر لی انہوں نے پوری زندگی بیعت نہیں کی حضرت ابوبکر کی۔''

اس پر سوال کرنے والا کہتا ہے: ہوئے تو ویسے قتل ہی ہیں!

انجینئر صاحب جواب دیتے ہیں: ''قتل ہوئے ہیں لیکن پتہ نہیں کس نے مارے ہیں، لیکن (انہوں نے) حضرت عمر کی بھی بیعت نہیں کی اگر مارنا ہوتا تو اس وقت حضرت ابوبکر مار دیتے، وہ حضرت عمر کے دور میں شہید ہوئے ہیں ابوبکر کے دور میں نہیں ہوئے۔

Mas'alah 157, part- B 1:30:52

تو دیکھیں بات یہاں بھی سیاسی اختلاف اور بیعت نہ کرنے کی ہی ہے، بلکہ مرزا صاحب کے بقول تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بننا چاہتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے قتل کا الزام سیدنا ابوبکر یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر نہیں لگایا گیا۔ تو کیا کوئی شخص آپ کے اس beneficiary والے فضول منطق کی بنیاد پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر لگا سکتا ہے کہ نہیں؟ تو جس طرح اس قتل کا الزام حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر لگانا جائز نہیں اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگانا باطل ہے، اور یہ عمل محض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام تراشی ہے۔ اور ایسے طرزِ عمل سے فتنہ و فساد پھیلانا تو مقصود ہو سکتا ہے لیکن علم اور حق کی تشہیر بالکل نہیں۔ اس طرح تو کسی کو بھی کسی کے قتل کا beneficiary بنا کر اسے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی آپ نے یہی ڈھونگ رچایا۔ اور اسی طرح روافض کرتے ہیں، نبی علیہ السلام کی وفات کے beneficiary ابوبکر و عمر

کو قرار دے کروہ ان حضرات کے متعلق اشکالات پیدا کرتے ہیں۔لہٰذا انجینئر صاحب اور رافضیوں کے طریقۂ واردات اور حق گوئی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ہمیں تو کسی عام مسلمان کے متعلق یہ اجازت نہیں کہ ہم کسی کے متعلق بدگمانی کریں، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کا سب سے افضل اور خیر والا طبقہ قرار دیا ہے لہٰذا ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم ان حضرات پر الزام تراشی اور بدگمانی سے بچیں۔ یہی اہل سنت کا منہج ہے جبکہ صحابہ پر الزامات لگانا اور ان کے متعلق غلط تاثر عام کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے، جس پر مرزا صاحب گامزن ہیں۔

تنبیہ: ایک روایت ذکر کی جاتی ہے کہ جب سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں لینے سے انکار کر دیا۔ (مستدرک للحاکم: 6015)
جبکہ یہ روایت غیر ثابت ہے، اس میں ایک راوی ''ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز'' ہے جو کہ ضعیف اور منکر الحدیث راوی ہے۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 1/ 406)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کا جھوٹا الزام

جناب عبداللہ بن بریدہ کا بیان ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ، ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ، فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ، فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ، وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا، وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرَ اللَّبَنِ، أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي۔

''میں اور میرے والد (سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا تو ہم نے کھانا کھایا، پھر مشروب لایا گیا، جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا (نوٹ: عربی زبان میں ہر پینے کی چیز کے لیے لفظ ''شراب'' استعمال ہوتا ہے)، پھر اسے میرے والد کو پیش کیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اُسے کبھی نہیں پیا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے حرام قرار دیا ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قریشی نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھے دانتوں والا تھا، تو جوانی کے ان دنوں میرے لیے دودھ سے زیادہ بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں تھی، اور اچھی گفتگو کرنے والا انسان بھی جو کہ مجھے اچھی باتیں سنائے (مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا)۔''

(مسند احمد: 22941)

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے اس روایت کے متعلق لکھا:

''سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن بریدہ سے حسین بن واقد کی روایت منکر ہوتی

ہے (اور یہ روایت اسی طریق سے ہے)۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبد الله بن بريدة الذي روى عنه حسين بن واقد ما أنكرها۔

''عبد اللہ بن بریدہ کی وہ روایات، جو اس سے حسین بن واقد بیان کرتا ہے، کس قدر منکر ہیں!'' (العلل ومعرفۃ الرجال: 1420)

یہ جرح مفسر ہے، جسے رد نہیں کیا جا سکتا۔''

(دفاع صحابہ: 531)

اگر اس روایت کو صحیح بھی مانیں تو اس سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی۔ لیکن مرزا صاحب نے اس روایت کا ترجمہ بگاڑ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی تھی۔ آپ نے اپنے ریسرچ پیپر ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر'' میں صفحہ نمبر: 15 پر یہ روایت ان الفاظ سے ذکر کی ہے:

''سیدنا عبد اللہ بن بریدہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرشی نشست (یعنی قالین) پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا جو ہم نے تناول کیا، پھر ہمارے سامنے ایک مشروب لایا گیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پینے کے بعد (وہ مشروب والا برتن) میرے والد کو پکڑا دیا تو انہوں (سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب سے اِس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نوش نہیں کیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں قریشی نوجوانوں میں سب سے حسین ترین اور خوبصورت دانتوں والا نوجوان تھا اور جوانی کے اُن دنوں میرے لیے دودھ اور اچھے قصہ گو آدمی سے بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں ہوتی تھی۔''

اب مرزا صاحب نے اس روایت میں دو مقامات پر ڈنڈی ماری ہے۔ایک یہ کہ اس روایت۔کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جملے ''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مشروب کو حرام قرار دیا ہے اس کے بعد میں نے کبھی بھی اُسے نہیں پیا'' کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور بریکٹ میں لکھا: ''(سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب سے اِس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے..........''۔اور دوسرا گھپلا یہ مارا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسی جملہ ''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مشروب کو حرام قرار دیا ہے۔'' میں لفظ ''اُس'' کی بجائے ''اِس'' لکھ دیا ہے۔اب اس سے تاثر یہ دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو وہ مشروب پیا، لیکن جب اسے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھایا تو اس پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس مشروب کو حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے اسے نہیں پیا۔تو اس طرح سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو مشروب پیا وہ شراب تھی۔

حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، اس روایت کے عربی متن میں سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کا کوئی جملہ ہے ہی نہیں، بلکہ سارا کلام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نقل کیا گیا ہے۔روایت تو اس طرح ہے:

ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ، فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ، فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...

''پھر ہمارے پاس کھانا لایا گیا جسے ہم نے کھایا، پھر ہمارے پاس پینے کی کوئی چیز لائی گئی، پس اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا، پھر اسے میرے والد کو پیش کیا، پھر کہا: جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے حرام قرار دیا ہے میں نے اُسے کبھی نہیں پیا۔''

تو دیکھیں عربی عبارت میں بالکل صاف ہے کہ وہ مقولہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے جسے انجینئر صاحب نے بریکٹ ڈال کر سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور اسی کو تو تحریف کہتے ہیں ورنہ تحریف کس بلا کا نام ہے؟

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جملے کی نسبت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف کی ہے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفِرَاشِ ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا. ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرُ اللَّبَنِ وَإِنْسَانٌ حَسَنُ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي۔

''جناب عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد (سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا تو ہم نے کھانا کھایا، پھر ایک مشروب لایا گیا جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا، پھر اسے میرے والد کو پیش کیا۔ پھر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قریشی نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور ان میں سب سے زیادہ اچھے دانتوں والا تھا، تو جوانی کے ان دنوں میرے لیے دودھ سے زیادہ بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں تھی، اور اچھی باتیں کرنے والا انسان بھی جو کہ مجھے اچھی باتیں سنائے۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح وفي كلام معاوية شيء تركته۔

''اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کلام میں کچھ گڑ بڑ (غلطی یا نکارت) ہے جسے میں نے چھوڑ دیا ہے۔'' (مجمع الزوائد: 5/42)

اب دیکھیں کہ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا کون سا جملہ نقل نہیں کیا کہ جس کے متعلق آپ اشارہ فرما رہے ہیں؟، تو وہ ہمارا یہی زیرِ بحث جملہ ہی ہے، اور امام صاحب اس جملے کی نسبت جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کر رہے ہیں، جس سے مرزا صاحب کی خود ساختہ بریکٹ جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مزید تقویت ملتی ہے کہ عبد اللہ بن بریدہ کی حسین بن واقد کے واسطے سے روایات منکر اور غلط ہوتی ہیں، واللہ اعلم۔ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ یہی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے لیکن اس میں یہ جملہ موجود ہی نہیں۔

اور اسی جملے کے متعلق دوسرا دھوکہ یہ دیا گیا ہے کہ ''جب سے اُس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، میں نے اُسے کبھی نہیں پیا'' میں ''اُس مشروب'' کو ''اِس'' مشروب بنا کر یہ تاثر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مشروب کو حرام قرار دیا وہ یہی مشروب ہے جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پی رہے تھے۔ جبکہ عربی متن میں ہے: ''مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ'' اب جب کہ ''شربته'' اور ''حرمه'' میں ''ہُ'' ضمیر آئی ہے، تو اس کا ترجمہ ''اُس'' بنتا ہے نہ کہ ''اِس''! مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ میں علماء کی عربی کی غلطیاں نکال سکتا ہوں، لیکن پہلے ان کی اپنی عربی کی حالت تو دیکھ لیں۔

بہر حال اس روایت کا صحیح ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی مشروب پیا پھر اسے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کو دیا، پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی شراب (یا کوئی نشہ آور نبیذ) نہیں پی جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ مجھے پینے میں دودھ سب سے زیادہ پسند ہے۔ تو اس روایت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب سے بہت زیادہ بچنے والے تھے، جبکہ ان کے دشمن اسی روایت سے ان پر شراب نوشی کا الزام لگا رہے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی مسند احمد والی سند ہی کے ساتھ یہ روایت موجود ہے جو کہ بات کو مزید واضح کر دیتی ہے، چنانچہ اس میں ہے کہ عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأَتَى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا، وَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ، فَإِنِّي آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ وَالْحَدِيثُ الْحَسَنُ۔

''میں اور میرے والد (حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ) جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، تو انہوں نے میرے والد کو چارپائی پر بٹھایا، اور کھانا لے کر آئے، ہم نے اسے کھایا، اور ایک مشروب لائے جسے آپ رضی اللہ عنہ نے پیا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جوانی کے دنوں مجھے دودھ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت محسوس نہیں ہوتی تھی، اور یقیناً آج بھی میں نے دودھ کو اسی طرح پکڑا ہے جس طرح اس سے پہلے بھی لیا کرتا تھا، اور اسی طرح اچھی گفتگو (بھی میں بڑے شوق سے سننا پسند کرتا ہوں)۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: 30560)

لہٰذا اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی حرام مشروب نہیں بلکہ دودھ ہی نوش فرما رہے تھے، بصورت دیگر پاس بیٹھے صحابی سخت مخالفت

کرتے۔ لہٰذا انجینئر صاحب کا اعتراض اور اشکال باطل ہے۔ ہم مرزا صاحب کو کھلا رافضی شیعہ تو نہیں کہتے لیکن یہ سارا چال چلن انہی کا ہے، جس طرح وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انصار کے ساتھ بدسلوکی کرتے؟

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر'' میں صفحہ نمبر: 28 پر لکھتے ہیں:

''المستدرک للحاکم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزبان بنے تھے، جب غزوہ روم میں شریک ہوئے تو (امیر لشکر) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''کیا تم قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل نہیں؟'' اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کیا، پھر غزوہ سے واپسی پر بھی ایسا ہی سلوک کیا اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم (انصاریوں) سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تم لوگ کن کن آزمائشوں میں مبتلا ہو گے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تم صبر ہی کرو۔ اس (گستاخی) پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے اور قسم کھائی کہ پوری زندگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کلام نہیں کروں گا۔ جب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو وہاں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کو ملنے کے لیے آئے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے آج ویسے ہی گھر خالی کر دوں گا جیسے آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمان نوازی کے لیے کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے گھر والوں کو وہاں سے نکل جانے

کا حکم دیا اور سارا گھر ساز و سامان سمیت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو تحفے میں دے دیا، پھر پوچھا کوئی اور حاجت؟ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ پر چار ہزار درہم کا قرضہ ہے اور مجھے اپنی زمین پر کام کرنے کے لیے آٹھ غلاموں کی ضرورت ہے۔ اس پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم اور چالیس غلام تحفے میں دے دیئے۔"

اور اس کے لیے انجینئر صاحب نے حوالہ دیا "المستدرک للحاکم: 5935" اور "المستدرک للحاکم: 5941۔"

اس سے مرزا صاحب اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انصار کے ساتھ بدسلوکی کیا کرتے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی طور پر انصار کے ساتھ محبت اور حسنِ سلوک کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

یہی مرزا انجینئر صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:

"یہ لا کر [جعلی روایتیں] مصنف ابن ابی شیبہ سے کہ جی ایک بدو آ گیا، اس میں [اعمش مدلس] ہے عن سے روایت کر رہے، وہ جعلی روایتیں دور کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں................"۔

Ilmi o tahqiqi majlis no.10 -1:52:45

اور ایک ویڈیو میں ارشاد فرماتے ہیں:

"صحیح سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ چیز ثابت نہیں، وہ روایت [ضعیف ہے اصول محدثین پر] جو ترمذی و ابو داؤد میں ہے، [حبیب بن ابی ثابت] جو ہے اس میں [مدلس] راوی ہیں اور [عن] سے روایت کر رہے ہیں۔"

70 – a -Mas alah :complete NAMAZ-e-MUHAMMADI-1:49:50

تو انجینئر صاحب تو کبھی بھی ایسی روایت کسی صحابی کے خلاف پیش نہیں کرنے

والے جو اصولِ محدثین پر جعلی اور ضعیف ہو؟ منصف مزاجی اور حق گوئی کا تو یہی تقاضا ہے! لیکن یہی تو ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نہ تو یہ منصف مزاج ہیں اور نہ ہی حق گوئی ہی سے ان کا کوئی لینا دینا ہے۔ بلکہ یہ پرلے درجے کے دوغلے، جھوٹے، فراڈ اور دھوکے باز انسان ہیں۔ اب ذرا ان کی پیش کردہ روایت کی سند کا دیدار کریں:

أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ، ثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، ثَنَا [الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ] عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ، أَتَى مُعَاوِيَةَ (المستدرک للحاکم:5935)

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، ثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، ثَنَا فِرْدَوْسٌ الْأَشْعَرِيُّ، ثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ [حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ] عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (المستدرک للحاکم:5941)

پہلی میں اعمش مدلس روایت عن کے صیغہ کے ساتھ، دوسری سند میں حبیب بن ابی ثابت مدلس اور روایت عن سے۔ اور یہ روایت انجینئر صاحب اپنے ریسرچ پیپر ”واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر [72 صحیح الاسناد] احادیث کی روشنی میں“ میں لے کر آئے ہیں اشد ضرورت کے تحت۔

مرزا صاحب خصوصی طور پر مسئلہ تدلیس کو لے کر بہت فخر کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ ہم ہی نے یہ اصول متعارف کروایا ہے، اور ایک جگہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو یہ اصول بچے بچے کو رٹوا دیا ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، بلکہ مسئلہ تدلیس پر اپنی ایک ویڈیو میں صحیح مسلم کے مقدمے سے یہ اصول بار بار بیان کیا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، اور پھر اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے کہتے ہیں:

”میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج یہ ہمارا پلیٹ فارم اللہ کے فضل سے علمِ حدیث کے حوالے سے

جو خدمت کر رہا ہے آج اگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو یقیناً گریڈنگ میں پہلا نمبر ہمارے اس پلیٹ فارم کو دیتے، کہ ہم نے امام مسلم کے اس منہج کو جو محدثین کا منہج انہوں نے ایک جگہ جمع کیا تھا وہ عام بندے تک پہنچا دیا ہے۔"

Imam MUSLIM became SHIAH ? Mudallis ki ANN wali Rawayat ZAEEF? 8:27

اور ان کے علاوہ بھی انجینئر صاحب بے شمار دعوے کر چکے ہیں، لیکن یقین جانیے یہ شخص محض لوگوں کو سبز باغ دکھاتا ہے، اور لوگ اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں کہ یہ تو بڑا اصولی انسان ہے۔ جبکہ یہ اصول وضوابط صرف بیان کر دینا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ ایک منصف مزاج آدمی اور حقیقی محقق پر فرض ہے کہ اپنے بیان کردہ اصول و قوانین کے مطابق خود عمل بھی کرے، جبکہ انجینئر صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ جو روایات ان کے باطل مقاصد کو پورا کرنے میں مدد دیتی ہیں وہ خواہ ان کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق ضعیف اور غیر ثابت ہی کیوں نہ ہوں انہیں لازمی طور پر صحیح الاسناد کا دھوکا دے کر بیان کر دیتے ہیں، اور عوام کو ان کی مکاری کا پتہ بھی نہیں چل پاتا۔

اصولِ محدثین پر ایک روایت اگر ضعیف ہے تو کسی ایک آدھ کے اسے صحیح کہہ دینے سے وہ صحیح تو نہیں ہو جاتی، لیکن جب کوئی ضعیف روایت انجینئر صاحب کے حق میں ہو تو اس کے لیے یہ دھوکا دیتے ہیں کہ فلاں امام نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، حالانکہ یہ سراسر بے اصولی اور ناانصافی ہے۔ بہر حال اس روایت کی تخریج میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ "قال الامام حاکم والامام الذهبي: إسناده صحيح"، اور پڑھنے والے کو یہ دھوکہ دیا کہ یہ روایت تو اصولِ محدثین پر صحیح ہے، جبکہ بات ایسی نہیں ہے۔ مرزا صاحب اپنے متعلق یہ جھوم جھوم کر کہتے ہیں کہ میں تو بابی نہیں بلکہ علمی کتابی ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سب سے بڑے بابی ہیں۔ جب آپ کے اصول کے مطابق روایت ضعیف ثابت ہو چکی، تو اس کے بعد کسی امام سے اس روایت کی تصحیح بطورِ دلیل پیش کرنے کا کیا مطلب ہے؟

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں ''اعمش'' اور ''حبیب بن ابی ثابت'' مدلس ہیں اور انہوں نے اپنے سماع کی صراحت نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ ''اس طرح کی روایات سے ہمارے دور کے علماء حجت نہیں پکڑتے'' (التوحید لابن خزیمۃ : 1/86)۔ اور جناب انجینئر صاحب خود بھی اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس پر محدثین کا اجماع ہے۔ تو اب ہم آپ کے بیان کردہ اجماع اور محدثین کے طے کردہ اصولوں کو مانیں یا حاکم و ذہبی کی تصحیح کو؟ ظاہری بات ہے اگر آپ واقعی علمی کتابی ہیں اور بابی نہیں، تو اصول وضوابط کی روشنی میں ان کی بات کو رد کریں گے۔ کیونکہ آپ ہی کا بیان ہے کہ:

''علم کے میدان میں جذبات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، پھر نشتر ہاتھ میں ہوتا ہے پھر سرجن کا کام تو یہ ہے کہ چاہے کوئی شیخ الحدیث لیٹا ہوا ہے چاہے کوئی ڈاکٹر لیٹا ہوا ہے وہ چیرا لگائے گا، اس کو یہ نہیں کہہ سکتے یار تو چیرا کیوں لادتا شیخ الحدیث نو؟ اپنڈکس کڈن واسطے چیرا تے لانا پینے، تو چاہے کوئی بھی بڑے سے بڑی بزرگ ہستی ہے جہاں پہ علمی دلائل ہیں وہاں ہم کہیں گے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے، اس غلطی کے اوپر ان کی علمی گرفت کی جا سکتی ہے۔''

Masalah 157 a -1:30:10

لیکن جب اپنا مطلب ہو تو یہی مرزا صاحب کسی کی غلطی کو ہی (علمی دلائل کے مقابلے میں) بطورِ حجت پیش کرتے ہیں۔

امام حاکم و ذہبی نے دونوں میں سے صرف پہلے طریق کو صحیح کہا ہے، جبکہ اس میں اعمش مدلس ہیں، اور روایت عن سے بیان کر رہے ہیں۔ محدثین نے اعمش کی تدلیس (والی روایات) کو غیر مقبول قرار دیا ہے، امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالُوا لَا يُقْبَلُ تَدْلِيسُ الْأَعْمَشِ۔

''محدثین نے فرمایا ہے کہ اعمش کی تدلیس غیر مقبول ہے۔''

(التمہید: 1/30)

اور انجینئر صاحب نے تدلیس اور ضعیف روایات کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کئی مرتبہ یہ بات کہی ہے کہ یہ اصول ''مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے'' کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور آپ چند روایات پیش کیا کرتے ہیں کہ (بقول مرزا صاحب) اگر انہیں صحیح مان لیا جائے تو ہم بے ایمان ہو جائیں۔ چنانچہ مسئلہ: 36 ''ضعیف الاسناد احادیث کا فتنہ'' میں پہلی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مثال نمبر ایک، امام یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب ہے ''المعرفہ والتاریخ'' اس میں جلد نمبر تین پر صفحہ 771 کے اوپر متصل پوری صحیح سند کے ساتھ سوائے ایک سُقم کے یہ روایت موجود ہے کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالی عنہ صحابی رسول، اور بخاری اور مسلم کی احادیث کے تحت یہ وہ صحابی ہیں جن کو منافقین کے نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے تھے، انہوں نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا، تو کہا کہ یہ منافق ہے! ابوموسی اشعری، بیڑا غرق ہو گیا، سیدنا ابوموسی اشعری تو فارغ ہو گئے اس حدیث کے تحت، کیونکہ حذیفہ بن یمان کہہ رہے ہیں، ان کو تو حضور نے منافقین کے (نام بتائے تھے)، تو ابوموسی اشعری بھی فارغ، ان کی تمام احادیث بھی فارغ! متصل سند ہے، بالکل ٹھیک ہے، صرف ایک چھوٹا سا سُقم ہے کہ اس میں امام اعمش جو ہیں وہ مدلس ہیں، انہوں نے تدلیس کی ہے.......... لہٰذا یہ حدیث ہوئی ضعیف، اور یہ امام مسلم نے بھی لکھ دیا ہے صحیح مسلم کے مقدمے میں کہ مدلس کی عن والی روایت کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے جب تک سماع کی تصریح نا مل جائے۔''

پھر اسی قسم کی چند روایات ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ اگر ان کو صحیح ماننا ہے تو

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی منافق مانیں۔ پھر ایک نہایت سنہری جملہ کہا کہ: ''ہم ایک اصول رکھیں گے، دوغلی پالیسی نہیں!''۔تو بتایئے کہ کیا انجینئر صاحب کا ایک ہی اصول ہے؟ کیا آپ دوغلے انسان نہیں؟ اگر ایمانداری اور اصول پسندی کا تھوڑا سا بھی مادہ ہوتا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اس جیسی روایات ہرگز پیش نا کرتے۔ لہٰذا ہم مرزا صاحب کا ہی جواب انہیں لوٹاتے ہیں کہ اگر مستدرک کی اس روایت کو ماننا ہے تو پھر حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی منافق مانیں، آپ کی دوغلی پالیسی یہاں نہیں چلے گی۔

اور اسی طرح انجینئر صاحب کی ویڈیو ''علمی و تحقیقی مجلس نمبر: 10 '' دیکھیں کہ کس طرح اعمش کی روایت کو جعلی روایت ،جعلی روایت کہہ رہے ہیں۔ (دورانیہ 1:52:45) جبکہ دعویٰ ان کا کیا ہے کہ جی ''ہم ایک اصول رکھیں گے، دوغلی پالیسی نہیں!''

مسئلہ تدلیس کے بیان میں انجینئر صاحب اپنے جاہلیت کے نسب پر فخر کرنے کے حوالے سے ایک حدیث اکثر پیش کیا کرتے ہیں (مسند احمد: 21234، مشکوٰۃ المصابیح 4902)، اور فرماتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح مانیں تو اس سے نبی علیہ السلام کی گستاخی ہوتی ہے، اور اسے بیان کر کے استغفر اللہ، نعوذ باللہ اور توبہ توبہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

> ''اب اس روایت کو ہم ضعیف ثابت ہی اس اصول کی بنا پر کرتے ہیں کہ اس میں حسن بصری مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں''۔ اور اسی روایت کے بیان میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''حسن بصری کے مقابلے میں اعمش اور سفیان ثوری تو شے ہی کوئی نہیں، حسن بصری تو تابعی ہیں، اور تابعی بھی ایسے کہ ان سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احادیث لی ہیں۔''

یعنی اس بیان سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جب حسن بصری جیسے مدلس کی عن

والی روایت ضعیف ہے تو اعمش کی معنعن روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ لیکن دوسری طرف مرزا صاحب خود ہی مکمل ڈھٹائی کے ساتھ اعمش کی یہی عن والی روایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرتے ہیں، اور پھر دعویٰ بھی یہ ہے کہ ہم نے اپنے ریسرچ پیپر میں صرف صحیح الاسناد روایات درج کی ہیں۔ یہ بات خود انجینئر صاحب کو بھی معلوم ہے کہ ان کے ریسرچ پیپر میں ضعیف الاسناد روایات بکثرت موجود ہیں، لیکن مرزا صاحب نے اس حوالے سے بھی عوام کو دھوکہ دینے کے لیے بڑی ہوشیاری کرتے ہوئے ایک منطق پیش کیا ہے۔ لہٰذا آپ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے ریسرچ پیپر میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ جسے کسی نا کسی محقق نے صحیح نا کہا ہو''۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اصول ہی باطل ہے! اگر اس طرح کوئی ضعیف روایت صحیح ہو سکتی ہے تو مسند احمد کی یہ روایت بھی آپ کے ریسرچ پیپر کی شرط پر صحیح ہے کہ جس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا بھی آپ گستاخی تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث کو امام ابن حبان، امام ضیاء الدین المقدسی اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہم نے صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح ابن حبان: 3153، الاحادیث المختارۃ: 1244، السلسلۃ الصحیحۃ: 269)، نیز علامہ شعیب الأرنووط نے بھی مسند احمد کی تخریج میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ تو جب ان محققین کے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کے باوجود بھی یہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں بنتی، تو پھر آپ کے ریسرچ پیپر میں موجود وہ تمام ضعیف روایات کس طرح صحیح بن سکتی ہیں جن کی تصحیح آپ نے کسی نا کسی محقق سے نقل کی ہے، یہ تو محض صحیح الاسناد روایات کے نام پر دھوکہ ہے اور کچھ نہیں۔

بہر حال یہ مثالیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ روایات انجینئر صاحب کے نزدیک بالکل ضعیف اور غیر ثابت ہیں، اور انجینئر صاحب انہیں ''خطرناک روایات'' قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ اعمش اور حسن بصری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہیں تو مستدرک حاکم کی زیرِ بحث روایت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جس میں یہی ''اعمش مدلس'' عن کے صیغے سے روایت بیان کر رہے ہیں۔

مزید عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس روایت پر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح نقل فرمائی ہے، جبکہ اہل علم آپ کی تصحیحات پر اعتماد نہیں کرتے (کہ جب آپ منفرد ہوں)، بلکہ انہیں شدید متساہل قرار دیتے ہیں، کیونکہ آپ نے نا صرف ضعیف بلکہ کئی موضوع روایات کو بھی صحیح قرار دے رکھا ہے، ہمیں اس پر اپنی طرف سے دلائل دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ خود انجینئر صاحب نے بھی اپنی تحقیقی ویڈیو (ضعیف الاسناد احادیث کا فتنہ- 1:20:33 اور علمی و تحقیقی مجلس نمبر 15 -1:58:55) میں یہ بات بیان کر رکھی ہے، اور مرزا صاحب خود بھی مختلف مقامات پر امام حاکم کی تصحیحات کو رد کرتے ہیں۔ (علمی و تحقیقی مجلس نمبر 3، دورانیہ 30:55)۔ لہٰذا اس مقام پر امام حاکم کا حوالہ دینا بھی انجینئر صاحب کا فریب ہے۔ اور رہے علامہ ذہبی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی یہ اصول بیان کر رکھا ہے کہ جب مدلس ضعفاء سے تدلیس کرنے والا ہو تو اس کی عن والی روایت مردود اور ضعیف ہوتی ہے۔ (الموقظۃ: ص 45)، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام اعمش کے متعلق یہ صراحت کر رکھی ہے کہ آپ ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کیا کرتے۔ (میزان الاعتدال: 2/224)۔ لہٰذا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا بھی فضول ہے۔

نوٹ: انجینئر صاحب نے اپنے ریسرچ پیپر میں مستدرک حاکم کی یہ روایت نقل کر کے دو حوالے دیئے ہیں، (المستدرک للحاکم: 5935) اور (المستدرک للحاکم: 5941)۔ اور ساتھ ہی لکھا: "قال الامام حاکم والامام الذهبی : إسناده صحیح"۔ لیکن انجینئر صاحب نے یہاں پر بھی دھوکہ دیا ہے۔ آپ نے دونوں روایات کو ایک ہی متن میں جمع کر کے لکھ دیا، اور یہ تاثر دیا کہ حاکم و ذہبی نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا ہے، یا یہ ایک ہی طریق ہے۔ جبکہ یہ دو الگ الگ طرق ہیں، اور امام حاکم و ذھبی نے پہلے طریق کو صحیح کہا ہے، اور اس میں یہ الفاظ نہیں کہ "جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدسلوکی والا معاملہ کیا اور ان کی طرف توجہ نہیں دی"، یہ الفاظ دوسرے طریق میں ہیں جسے ان

میں سے کسی نے صحیح نہیں کہا، لیکن انجینئر صاحب نے چالاکی کے ساتھ اس روایت کو بھی صحیح باور کرانے کی کوشش کی ہے، ہاں وہ بات الگ ہے کہ طریق دونوں ہی ضعیف ہیں۔

اگر مرزا صاحب کا کوئی مقلد یہ خیال کرے کہ ہمارے امام صاحب نے تو اس روایت کے دو طریق پیش کیے ہیں لہٰذا اس سے روایت کو تقویت مل جاتی ہے۔تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دیں، کیونکہ آپ کے علمی کتابی محقق کے نزدیک ضعیف جمع ضعیف روایت پکی ضعیف ہوتی ہے، اس عنوان پر انجینئر صاحب کی باقاعدہ ایک ویڈیو بھی یو ٹیوب پر دیکھی جاسکتی ہے:

Ek se ziyada Zaeef Ahadees Hassan hoti hen! ilmi Jawab by Engineer Muhammad Ali Mirza

اور پیچھے مسند احمد کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جس میں مرزا صاحب کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی ہے، وہ بھی دو مختلف اسانید سے مروی ہے۔ مرزا صاحب تو صرف حسن بصری والا طریق ہی بیان کیا کرتے ہیں، جبکہ مسند احمد ہی میں اس کا دوسرا طرق بھی موجود ہے، کہ جس میں حسن بصری کی بجائے سفیان ثوری مدلس ہیں، اور انہوں نے سماع کی صراحت نہیں کی (مسند احمد: 21218)۔ اب جو فیصلہ اس روایت کے متعلق ہوگا وہی حکم مستدرک حاکم کی روایت پر لگایا جائے گا۔

نیز جناب انجینئر صاحب ایک روایت کہ جس کی ان کی نظر میں دو اسانید تھیں کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوداؤد والی روایت محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابن ماجہ میں سفیان ثوری مدلس ہیں۔

(علمی و تحقیقی مجلس نمبر 27، دورانیہ-2:39:11)

اور حاکم کی اس روایت میں یہ بیان ہے کہ جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی حاجت رکھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی حاجت کو پورا نہیں کیا۔ جبکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ نہایت سخی اور اپنی رعایا کا بہت زیادہ

خیال رکھنے والے تھے، کوئی بھی آپ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔

حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ". قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ۔

''میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: اے ابو فلاں! کیا خوب آئے ہو!۔ (راوی کا بیان ہے کہ) اور یہ جملہ عرب لوگ (استقبال وخوش آمدید کے طور پر) بولتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سنانے آیا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا ہو، اور وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے نا ملے (اور ان کے لیے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حجاب فرما لے گا، جب کہ وہ ضرورت مند، محتاج اور فقیر ہو گا''۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حاجات کی دیکھ بھال کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔'' (سنن ابوداود: 2948)

اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا'' (تاریخ دمشق: 59/173، السنۃ للخلال: 678)۔ جناب غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا۔

(دفاع صحابہ: 505)

اس روایت کے ذیل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی مروی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو اس قدر مال وتحائف سے نوازا کہ آپ سے پہلے کسی خلیفہ نے اتنا نہیں نوازا'' (السنۃ للخلال: 679)، اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تو مدنی ہی ہیں! حق گوئی کا جذبہ رکھنے والے دشمنانِ صحابہ آخر یہ سب روایات کیوں بیان نہیں کرتے؟

انصار صحابہ کے گستاخ انجینئر صاحب خود ہیں:

جس غیر ثابت روایت سے مرزا صاحب یہ تاثر دیتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی (نعوذ باللہ)، اس روایت اور جھوٹے الزام کی حقیقت تو آپ جان چکے۔ لیکن صحابہ پر کیچڑ اچھالنے اور گستاخی گستاخی کی رٹ لگانے والے اس بات کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ہم خود سر سے لے کر پیر تک گستاخیوں کے دلدل میں ڈوبے ہیں، اور انکا وجود ہی گستاخی ہوتا ہے۔ یہ ہمارے حق گو مرزا انجینئر صاحب ہیں کہ اگر خود پر غور کریں، اپنے گریبان میں جھانکیں، اپنا محاسبہ کریں تو انہیں کوئی گستاخ گستاخ ہی نا لگے، لیکن یہ تب ہوتا ہے جب انسان میں غیرت کا مادہ کچھ باقی ہو۔ بہر حال مرزا صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تو صرف ایک انصاری صحابی کی گستاخی کا جھوٹا الزام لگا رہے ہیں لیکن خود ان کی تہذیب، تمیز، اخلاقیات اور صحابہ کے ادب کا حال یہ ہے کہ ایک ہی سوال کے جواب میں ایک آدھ نہیں بلکہ انصار صحابہ کے ایک گروہ کی بار بار گستاخی کی، جن صحابہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر انصاری صحابی بھی موجود تھے۔ کیا فتح مکہ کے موقع پر بعض صحابہ موت کے ڈر کی وجہ سے ایمان لائے تھے؟ اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

> ''جی جی قرآن میں آیا ہے جی، کہ ان لو بتاؤ چار مہینوں کا ٹائم ہے یا تو اسلام قبول کریں یا جزیرہ نما عرب چھوڑ کر چلے جائیں، ورنہ قتل کیے جائیں گے.......... تو کچھ چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ نے اسلام قبول کرلیا، موت

کے ڈر کی وجہ سے۔لیکن وہ اسلام قابل قبول ہے، وہ آفر اللہ کی طرف سے تھی۔ اسی لیے تو ہم حضرت ابوسفیان کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کیوں نہیں کہتے۔لیکن ان کو باقیوں کے ساتھ کمپیئر کرنا اور اتنا بڑھانا چڑھانا کہ مولا علی کے مقابلے پر لا کر کھڑا کر دینا یہ ظلم ہے۔ پھران کا سٹیٹس ہم لوگوں کو کلئر کرتے ہیں کہ یہ لوگ کون ہیں۔ بخاری و مسلم میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے حضرت ابوسفیان کو 100 اونٹ گفٹ کر دیئے غزوہ حنین کے موقع پر، صفوان کو 100 اونٹ دے دیے، ٹھیک ہے۔تو انصاری چند جو لونڈے لپاڑے تھے، نوجوان لڑکے.......... لونڈے لپاڑے یہ عربی اردو ڈکشنری میں آپ دیکھیے گا، لونڈے لپاڑے وہ ہوتے ہیں جو کم عمر کے بچے ہیں جن کے ذہن ابھی اتنے پختہ نہیں ہوتے،.......... یہاں یہ تو پنجابی میں ذرا کسی اور معنوی میں استعمال ہوتے ہیں، نوخیز لڑکے آپ کہہ لیں اردو میں، چھوکرے کہہ لیں۔تو چند چھوکرے تھے انہوں نے کہا کہ اس شخص پہ اس کے قبیلے کی محبت غالب آ گئی ہے۔ رسول اللہ کے بارے میں کلماتِ کفر بک دیئے.......... ۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی علیہ السلام کو بتا دیا کہ آپ کے چند نوجوان اصحاب نے یہ ورڈنگ دی ہے آپ کے بارے میں۔ نبی علیہ السلام نے ان کو بلایا، ساتھ کچھ سینئر بھی آ گئے سفارش لے کے، کہا: یا رسول اللہ! یہ بچے تھے ان کی زبان سے ایسی بات نکل گئی اللہ اور اس کا رسول عذر قبول کر لے۔حضور نے کہا: ٹھیک ہے عذر قبول ہے، آپ کی عادت تھی درگزر کرنے کی ورنہ 295C لگتی سیدھی سیدھی اور اس زمانے میں جب اللہ کے نبی سامنے موجود ہیں۔ نبی علیہ السلام نے پھران کا یہ جو کیڑا تھا نا دماغ سے وہ نکالا، آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ دنیا کا مال لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو

اپنے ساتھ لے جاؤ؟ اللہ کی قسم اگر پوری دنیا ایک گھاٹی میں چلے اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا، میرا جینا مرنا انصار کے ساتھ ہے............"

Exclusive Podcast with Engineer Muhammad Ali Mirza Full Podcast Mian Imran Arshad - 1:05:13

ایمانِ ابوسفیان و معاویہ رضی اللہ عنہما ہمارا موضوع نہیں، لیکن اتنا ضرور عرض کرتے چلیں کہ مرزا صاحب نے تو اپنی دکان کے شٹر پر یہ لکھ رکھا ہے کہ ہم ہر بات مستند حوالوں اور دلائل کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو اتنے سالوں سے یہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں کہ- فتح مکہ پر اعلان کیا گیا کہ یا تو ایمان قبول کرو یا جزیرۂ عرب چھوڑ کر چلے جاؤ، تو حضرت معاویہ وابوسفیان وغیرہ نے اس ڈر سے اسلام قبول کرلیا- جناب علمی کتابی صاحب اس کی دلیل کیا ہے؟ مرزا صاحب نے بڑی جرأت کے ساتھ یہ تاثر پیش کیا ہے کہ جی قرآن میں موجود ہے...... حالانکہ یہ مرزا صاحب کی جہالت ہے! ان کا اشارہ سورت التوبہ کی ابتدائی آیات کی طرف ہے جن کا دور دور تک فتح مکہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ آٹھ ہجری میں پیش آیا جبکہ سورت التوبہ تو نو ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی سو فیصد جھوٹ ہے کہ سیدنا معاویہ و جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے حتی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر لا کر کھڑا کیا جاتا ہے، یہ کیڑا آپ ہی کے دماغ میں ہے۔

اب آتے ہیں مرزا صاحب کی بازاری زبان کی طرف، تو انجینئر صاحب انصار صحابہ کی جماعت کو کہہ رہے ہیں "لونڈے لپاڑے"۔ سامنے بیٹھے بت نما انسان نے بھی تعجب کا اظہار کیا تو جناب انجینئر صاحب لونڈے لپاڑے کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کم عمر کے ایسے بچے جن کے ذہن اتنے پختہ نہیں ہوتے۔ حالانکہ جنہیں یہ بچے کہہ رہے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگیں لڑتے رہے ہیں اور یہ واقعہ بھی جہاد سے واپسی کا ہی ہے، جبکہ انجینئر صاحب خود کبھی اپنے حجرے (اکیڈمی) سے باہر نہیں نکلے۔ دوسرا یہ کہ مسند احمد

کی حدیث میں موجود ہے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی ان انصار صحابہ کی تائید میں کھڑے تھے، جس کی صراحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں کی ہے (مسند احمد :11730، فتح الباری:8/50)۔ لہٰذا انجینئر۔ ساحب نے ایک جلیل القدر انصاری صحابی اور ان قابل احترام ہستیوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کر کے گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

اور یہ کہاں لکھا ہے کہ عربی یا اردو ڈکشنری میں جو بھی لفظ آ گیا وہ positive معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے negative معنوں میں نہیں، اور صحابہ کرام کے لیے اس کا استعمال درست ہے۔ ''رَاعِنَا'' کا لفظ عربی زبان میں مستعمل ہے اور اس کا بالکل مثبت معنی ہے کہ ''ہمارے ساتھ رعایت کیجیے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ الفاظ استعمال کیا کرتے تھے، لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہودی اس لفظ کو کھینچ کر بولتے جس سے اس کے negative معنی بن جاتے تو اللہ نے قرآن نازل کر دیا کہ اب کوئی صحابی بھی یہ لفظ استعمال نہ کرے بلکہ اس کے متبادل الفاظ استعمال کیے جائیں (سورۃ البقرۃ:104، سورۃ النساء:46)۔ تو جب ایسے مثبت لفظ سے منع کر دیا گیا جب اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا دروازہ کھلتا تھا، تو ان بازاری الفاظ کی کیا اوقات رہ جاتی ہے جن کا آپ دفاع کر رہے ہیں۔ بہر حال کسی گستاخ کے نزدیک گستاخی کا کوئی پیمانہ اور کرائٹیر یا (Criteria) نہیں ہوتا، اور نہ ہی دنیا کا کوئی گستاخ یہ کہتا ہے کہ میں گستاخ ہوں، بلکہ وہ ہمیشہ خود کو سچا اور اپنی بکواسات کو درست ثابت کرنے کے لیے تاویلات کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں انجینئر صاحب کی وضاحتوں کی کوئی ضرورت نہیں، ہم ان الفاظ پر کوئی تفصیلی گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرتے، کیونکہ کسی سنجیدہ شخص کہ جو با ادب اور تہذیب یافتہ ہے اور جس کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ہوگی اسے یہ سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں، اور جو صحابہ کے گستاخ اور پرلے درجے کے بد اخلاق لوگ ہیں انہیں یہ سب سمجھانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ لہٰذا ایسے جہلاء سے ہمارا صرف یہی سوال ہے کہ کیا تم لوگ یہ الفاظ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے استعمال کر سکتے ہو؟ بلکہ ان عظیم ہستیوں کو

چھوڑ کر کیا اپنے باپ دادا کو لونڈے لپاڑے یا چھوکرے کہہ سکتے ہو؟ آخر وہ بھی تو کبھی جوان ہی تھے۔ قطعاً اس کی کوئی جرأت نہیں کرے گا، حالانکہ کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کی افضل ترین ہستیاں اور کہاں تمہارے باب دادا۔

صرف ایک گستاخی نہیں، بلکہ پہلے تو ان انصار صحابہ کی طرف ان الفاظ کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی قوم کی محبت غالب آ گئی" کی نسبت کی، حالانکہ انہوں نے ایسے الفاظ کہے ہی نہیں، پھر ان صحابہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کلمات کفر" بک" دیے، (بکنا مطلب بکواس کرنا)۔ بخاری و مسلم کی روایت میں تو ایسے کوئی الفاظ نہیں اور مسند احمد کی روایت میں بھی صرف اتنا ہے کہ: "قَالَ قَائِلُهُمْ: لَقِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهُ" ان میں سے "ایک شخص" نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے جا ملے۔ اور مقصود یہی تھا کہ آپ نے انہیں غنیمتوں سے نوازا ہے لیکن ہمیں کچھ نہیں ملا حالانکہ ہم بھی جہاد میں برابر شریک تھے۔ لیکن انجینئر صاحب اسے بکواس اور کلمہ کفر باور کرا رہے ہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں آپس میں اونچی آواز سے گفتگو کریں تو قرآن کا اتنا سخت فیصلہ نازل ہو جائے کہ ایسا کرنے سے تمہارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں۔ (سورۃ الحجرات، صحیح بخاری: 4367)۔ لیکن اگر-نعوذ باللہ- یہ کلمات بکواس اور کفر تھے تو قرآن خاموش کیوں رہا؟ اور جب صحابہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو انہیں برا بھلا بالکل نہ کہا، اور نہ ہی اسے گستاخی و کفر یا نعوذ باللہ بکواس شمار کیا۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو انصار کے فضائل بیان کیے، جس سے انکی شان اور مقام و مرتبہ اور بڑھ گیا۔ لہٰذا صحابہ نہیں بلکہ ان کے نام پر مرزا صاحب بکواس کر رہے ہیں۔

یہیں پر بس نہیں، انجینئر صاحب نے تو اس مقام پر ہیٹ ٹرک پوری کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انصار صحابہ کا اشکال دور کیا اور ان کی اصلاح فرمائی تو جناب اس کا تذکرہ اپنی آبائی زبان میں یوں کرتے ہیں کہ: "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے

دماغ سے کیڑا نکالا''۔ اب ہم معاملہ عوام کے سپرد کرتے ہیں کہ فیصلہ کریں انصار صحابہ کے گستاخ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے یا مرزا انجینئر؟

اور اس مثال سے یہ اشکال بھی دور ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے گستاخ ہیں، ہم مقدمۃ الکتاب میں وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے کہ انجینئر صاحب کو صرف حضرت معاویہ، عمرو بن عاص اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم ہی سے مسئلہ ہے۔ بلکہ مرزا صاحب رافضیت کے سفر پر گامزن ہیں جس میں دن بدن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بغض انسان میں بڑھتا چلا جاتا ہے، بات چھوٹے صحابہ سے شروع ہوتی ہے اور پھر اس کورس کی تکمیل کبار صحابہ کرام پر جا کر ہوتی ہے۔

ان گستاخیوں کے بعد جو انجینئر صاحب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری غنیمتیں طلقاء یعنی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو دے دیں، اور انصار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ دنیا لے جانے والے ہیں اور تم اللہ کے رسول کو۔ اس کی وضاحت یہاں مقصود نہیں کہ یہ ہمارا موضوع نہیں، صرف اتنا بتاتے چلیں کہ صحیح بخاری ہی کی حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ساتھ ساتھ دیگر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری: 4333) اب اس حدیث سے جو منفی تاثر آپ نے سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق دیا ہے کیا وہی کچھ مہاجرین صحابہ کے متعلق کہنے کے لیے تیار ہیں؟

❁❁❁

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر صدقہ فطر کی سنت کو بدلنے کا اعتراض

مرزا محمد علی انجینئر صاحب اپنی ایک ویڈیو میں کہتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو کریکٹر بخاری اور مسلم میں آیا ہے، آپ کا دل مانتا ہے کہ ان کی حدیثیں لی جائیں؟ کہ جنہوں نے دین کے اندر اتنی اتنی چیزیں بگاڑ دیں۔ صدقہ فطر بدل دیا، عید کا خطبہ پہلے شروع کروا دیا، سیدنا علی پر لعنت منبروں پر شروع کروائی، اور اس قسم کی کئی چیزیں ہیں، حضرت عمر کی توہین کی، صحیح بخاری سے 4108 نمبر حدیث۔ یہ تو پورا ایک ٹاپک ہے، (پھر اپنا ریسرچ پیپر اٹھا کر کہتے ہیں) یہ ایٹم بم پڑھ لیجیے گا بعد میں، میں بار بار پڑھیا اے اینو اللہ دیو بندیو، میں ایڈا وڈا جناب امت تے احسان کیتے، اللہ نے میرے کولوائے کم لیے۔''

Saheh BUKHARI main Imam BUKHARI r.a nay SHIAH say AHADITH kewn len ??? (Engineer Muhammad Ali Mirza) 2:40

اب ان اعتراضات کی بنا پر ان کا دل نہیں کرتا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ احادیث جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر امت تک پہنچائیں انہیں قبول کیا جائے۔ اب خیر مرزا صاحب کے دل کا علاج تو ہمارے بس میں نہیں، ہاں یہ ضرور بتا سکتے ہیں کہ یہ سب اعتراضات آپ ہی کے گھڑے ہوئے ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔ اب آیئے اس اعتراض کی حقیقت بھی جان لیتے ہیں جو انہوں نے اپنے ریسرچ پیپر میں لکھ کر امت پر اتنا بڑا احسان کر دیا ہے۔ مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر'' میں حدیث نمبر: 29 کے تحت لکھتے ہیں:

''صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں (رمضان کا) فطرانہ، ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) اشیائے خوردنی (یعنی اناج مثلاً گندم اور جَو وغیرہ) کا نکالا کرتے، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع جَو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع منقیٰ نکالا کرتے تھے۔ پس یہ سنت عمل اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (شام سے) حج یا عمرے کے لیے آئے اور انہوں نے منبر پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں کہ شامی گندم کے 2 مد (نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہیں''۔ چنانچہ لوگوں نے بھی اسی (رائے واجتہاد) پر عمل شروع کر دیا تو سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو زندگی بھر اسی طرح (سنت کے مطابق فطرانہ ایک صاع ہی) نکالتا رہوں گا جیسے میں زندگی بھر نکالتا رہا ہوں۔'' (صحیح مسلم:2284)

یعنی اس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں ''گندم''، جَو، کھجور، پنیر وغیرہ میں سے ایک صاع فطرانہ میں نکالا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گندم کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اس کا نصف صاع (یعنی دو مد) بھی ادا کرنے سے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ اور یہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی۔

ہمیشہ کی طرح یہاں بھی مرزا صاحب نے اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے دھوکہ دیا اور صحیح مسلم کی اس حدیث میں تحریف کی ہے۔ صحیح مسلم تو کیا حدیث کی کسی کتاب میں ''صحیح سند'' کے ساتھ یہ موجود نہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ''گندم'' ایک صاع ادا کیا کرتے تھے۔ یہ گندم کا لفظ انجینئر صاحب نے اپنی طرف سے بریکٹ لگا کر روایت میں داخل کیا ہے۔ بلکہ دوسری روایات

میں جو وضاحت آئی ہے وہ مرزا صاحب کی قائم کردہ بریکٹ کے بالکل خلاف ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ. وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ، وَالزَّبِيبُ، وَالْأَقِطُ، وَالتَّمْرُ۔

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں عید الفطر کے دن طعام (کھانے) میں سے ایک صاع نکالتے تھے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ان دنوں) ہمارا کھانا جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھا۔''

(صحیح بخاری: 1510)

اب بالکل واضح ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس بات کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اس دور میں ہمارا طعام (غلہ/کھانا) جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھا! کہیں ''گندم'' کا ذکر آیا ہے؟ بلکہ گندم کی تو نفی موجود ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ تَكُنِ الصَّدَقَةُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا التَّمْرُ وَالزَّبِيبُ وَالشَّعِيرُ، وَلَمْ تَكُنِ الْحِنْطَةُ۔

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صدقہ صرف کھجور، کشمش اور جو میں سے ادا کیا جاتا تھا اور گندم میں سے نہیں ادا کیا جاتا تھا۔''

(صحیح ابن خزیمۃ: 2406)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں:

وَهٰذِهِ الطُّرُقُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالطَّعَامِ فِي حَدِيثِ أَبِي

سَعِيدٍ غَيْرُ الْحِنْطَةِ۔

''اور یہ تمام طرق اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''الطعام'' سے مراد گندم کے علاوہ غلہ ہے۔''

(فتح الباری: 3/373)

مزید فرمایا:

وَقَالَ ابن الْمُنْذِرِ أَيْضًا لَا نَعْلَمُ فِي الْقَمْحِ خَبَرًا ثَابِتًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنِ الْبُرُّ بِالْمَدِينَةِ ذٰلِكَ الْوَقْتَ إِلَّا الشَّيْءَ الْيَسِيرَ مِنْهُ، فَلَمَّا كَثُرَ فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ رَأَوْا أَنَّ نِصْفَ صَاعٍ مِنْهُ يَقُومُ مَقَامَ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ۔

''امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گندم کے معاملے میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی ایسی ثابت روایت نہیں جانتے کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے، اور اُس وقت مدینہ میں گندم بالکل تھوڑی مقدار میں تھی، پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں گندم کی پیداوار بڑھ گئی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ اس گندم کا نصف صاع (گندم مہنگی ہونے کی وجہ سے) جَو کے ایک صاع کے قائم مقام ہے۔'' (فتح الباری: 3/374)

لہٰذا ثابت ہوا کہ جناب انجینئر صاحب نے اپنا الو سدھارنے کے لیے ترجمے میں لفظ ''گندم'' لکھ کر حدیث میں واضح طور پر تحریف کی ہے۔ اور یہی ان کا اس امت پر بہت بڑا احسان ہے۔ مسئلہ صرف اتنا سا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گندم (عام) میسر نہیں تھی، تو اسے فطرانہ میں بھی نہیں نکالا جاتا تھا، لیکن جب بعد میں گندم میسر آئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ چونکہ گندم دوسری اشیائے خوردنی سے بہت زیادہ مہنگی ہے لہٰذا اگر گندم کا نصف صاع بھی ادا کر دیا جائے تو جائز ہے۔ اب صحابہ کے اس اجتہاد

پر سنت کی مخالفت کا فتویٰ کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟ ہاں! علمی طور پر اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اعتراض ہی کرنا ہے تو صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہی کیوں؟ جبکہ مرزا صاحب ہی کی پیش کردہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے و اجتہاد پر عمل کیا۔ اور ظاہری بات ہے لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ اگر یہ معاملہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ انجینئر صاحب تاثر دے رہے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی رائے پر عمل کرنے کی بجائے ان کی مخالفت کرتے۔ اور رہے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، تو انہوں نے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا ان کی موافقت کرنے والے حضرات پر طعن نہیں کیا، اور نہ ہی ان پر سنت کی مخالفت کا فتویٰ لگایا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ کے مابین یہ مسئلہ اجتہادی تھا، لہٰذا کسی نے دوسرے پر تنقید نہیں کی، تو انجینئر صاحب! آپ کی کیا حیثیت ہے کہ آپ ان حضرات پر اعتراض کریں؟

اور یہ فتویٰ صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہی نہیں بلکہ آپ کے علاوہ بھی کئی کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے:

عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ قَالَ: خَطَبَنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: "أَدُّوا زَكَاةَ الْفِطْرِ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ"۔

''ابو اشعث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: زکاۃ الفطر میں گندم کے دو مد (نصف صاع) ادا کرو۔''

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: 9/39)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ عَبْدٍ أَوْ حُرٍّ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ۔

''صدقہ فطر ہر مسلمان، چھوٹے اور بڑے، غلام یا آزاد پر گندم میں سے دو مد (نصف صاع) ہے، یا کھجور اور جو میں سے ایک صاع ہے۔''

(سنن دار قطنی: 2125)

صحیح مسلم کی جو روایت مرزا صاحب نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے پیش کی ہے، وہی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ صَاعًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ: مِنْ كُلِّ شَيْءٍ صَاعٌ إِلَّا مِنَ الْبُرِّ، فَإِنَّهُ يُجْزِئُ نِصْفُ صَاعٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَهْلُ الْكُوفَةِ يَرَوْنَ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ۔

''یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے، ان کے نزدیک ہر چیز میں ایک صاع ہی واجب ہے، اور یہی امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ''اہل علم صحابہ'' کا فرمان ہے کہ ہر چیز میں ایک صاع ہے ماسوائے گندم کے، اس کا نصف صاع بھی کافی ہے۔ یہی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔''

بہت سے کبار تابعین سے بھی منقول ہے کہ صدقہ فطر میں گندم کا نصف صاع ہے:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ، عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ۔

''امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدقہ فطر ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام ہر انسان کی طرف سے گندم کا نصف صاع ہے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: 10338)

عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ۔

''امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (صدقہ فطر) ہر انسان کی طرف سے گندم کا نصف صاع ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: 10339)

عَنْ شُعْبَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ الْحَكَمَ، وَحَمَّادًا، فَقَالَا: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ. قَالَ: وَسَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، وَسَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَا: مِثْلَ ذَلِكَ۔

''امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان سے (صدقہ فطر کے متعلق) سوال کیا، تو دونوں حضرات نے فرمایا: گندم میں سے نصف صاع ہے۔ پھر امام شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن قاسم اور سعد بن ابراہیم سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا (رحمۃ اللہ علیہم)۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: 10348)

عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيٍّ يُقْرَأُ بِالْبَصْرَةِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ۔

''امام ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عدی کے نام رمضان کے صدقے کے متعلق لکھا گیا خط سنا جو کہ بصرہ میں پڑھا گیا کہ: ہر چھوٹے بڑے، آزاد یا غلام، مرد یا عورت پر گندم میں سے نصف صاع ہے، یا کھجور میں سے ایک صاع۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: 10352)

یہاں تک کہ امام ابن المنذر اور علامہ طحاوی نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی میں گندم کا نصف صاع کافی ہے۔ (الإجماع لابن المنذر: 1/48، الإقناع لابن المنذر: 1/183، شرح معانی الآثار للطحاوی: 3143)۔ اگرچہ یہ اجماع کا دعوی صحیح نہیں ہے، لیکن اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلاف میں ایک بہت بڑی جماعت

کا یہ مؤقف رہا ہے۔ تو کیا انجینئر صاحب ان تمام صحابہ وتابعین اور ان سے بعد کے ائمہ کے متعلق وہی کچھ کہیں گے جو آپ نے بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا ہے؟ اور کیا ان سب کے متعلق آپ کا دل مانتا ہے کہ ان کی احادیث لی جائیں؟ آپ نے امت پر احسان کرنے کی بجائے امت کے ساتھ بہت بڑا فراڈ کیا ہے۔ آپ نے اس ریسرچ پیپر میں ضعیف روایات بیان کر کے، صحیح روایات میں بریکٹ کے نام پر تحریفات کر کے، احادیث کے معنی ومفہوم بگاڑ کر، مثبت پہلو کو چھپا کر دھوکے پر دھوکہ دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ فطر کی سنت کو تبدیل ہرگز نہیں کیا، بلکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دونوں قسم کی آراء پائی جاتی تھیں، اور کسی صحابی نے دوسرے صحابی پر سنت کی مخالفت کا فتویٰ نہیں لگایا۔ اگر کسی کو یہ مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے کہ جَو، کشمش، پنیر اور کھجور وغیرہ کی طرح گندم میں بھی ایک صاع ہی ہے تو آپ ضرور اسے اختیار کیجیے، لیکن اس سے دوسرے صحابہ کرام پر تنقید کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ بلکہ سیدنا عثمان، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں اجتہادی طور پر یہ فتویٰ جاری کیا تھا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق آپ اجر کے مستحق ہیں! جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر حاکم اجتہاد کرتے ہوئے کوئی فیصلہ کرے اور درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور اگر کوئی حاکم اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ (صحیح البخاری: 7352)

❀❀❀

یادداشت

انجینئر محمد علی مرزا کا رد کرنے والے مختلف فکر اور طبیعت کے لوگ ہیں۔
ایک بہت بڑا گروہ مرزا موصوف کے خلاف اس لیے متحرک ہے کہ مرزا صاحب ان کے منہج، باطل عقائد اور صالحین کے حوالے سے ان کی انتہائی غیر مناسب روش کا رد کرتے ہیں۔ لیکن یہ محض جذباتی یا تعصب پر مبنی اختلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات ان کا رد اس انداز سے کرتے ہیں کہ وہ انداز بجائے خود قابل رد ہے۔ اور جب تعصب آڑے آجائے تو آدمی انصاف کا دامن چھوڑ دیتا ہے، پھر مقصد صرف مخالفت، نفرت اور تنقید ہی ہوتی ہے۔

لیکن اللہ کی توفیق سے اس کتاب میں نہایت سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ دلائل کی روشنی میں انجینئر صاحب کے باطل افکار و نظریات کا رد لکھا اور انہی کے اصول وضوابط کی روشنی میں انہیں جواب دیا گیا ہے۔ اس سے مقصود محض تردید یا کسی کی ذات پر تنقید نہیں بلکہ اصلاح ہے۔ تاکہ جو لوگ اس فتنے میں مبتلا نہیں ہوئے وہ مزید ہوشیار رہیں اور اس سے دوسروں کو بھی آگاہ کریں۔ اور دوسری طرف بعض وہ لوگ جو مرزا انجینئر صاحب سے متاثر ہیں اور وہ دلائل اور حق کی طرف رجوع کرنے کا مادہ بھی رکھتے ہیں ان کے لیے بھی یہ دعوتِ فکر ہے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ انہیں شہد دکھا کر پلایا زہر جارہا ہے۔

نیز مرزا صاحب کے خلاف ہمارے مقدمے کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اس کتاب کی **دوسری جلد** کا مطالعہ بھی ضرور کریں جس پر اللہ کی توفیق سے ابھی کام جاری ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مؤلف)

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ



دار الوحي
للبحث والتحقيق

Designed by: عبدالرحمٰن ماجد 0302-4807216